تاریخ ارادت خان

تالیف

مبارک اللہ واضح

بہ تصحیح و تہذیب

غلام رسول مہر

ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور

انتشارات ادارہ تحقیقات پاکستان
شمارہ ۲۲

تشکر

ادارہ تحقیقات پاکستان متروکہ اوقاف بورڈ، حکومت پاکستان کی مالی امداد کا ممنون ہے، جس کی وجہ سے ادارے کے لیے تصنیف و تالیف کا کام آسان ہو گیا۔

مطبوعہ : پنجابی ادبی اکیڈیمی پریس، لاہور

طبع اول : جنوری ۱۹۷۱ء

قیمت : ۱۸ روپے

فہرست ابواب

بسم‌اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ

کتاب :

میر مبارک‌اللہ مخاطب بہ ارادت خان (عالمگیری) متخلص بہ واضح کی اس کتاب کے متعدد نام مختلف مخطوطوں یا کتابوں یا ترجموں میں آئے ہیں مثلاً :

۱ - بانکی پور (پٹنہ) لائبریری کی فہرست
''تاریخ ارادت خان،، (پہلے صفحہ پر ''تاریخ مبارکی،، درج ہے) -

۲ - مغل ببلیوگرافی(کتابیات) مرتبہ ڈی - این - مارشل
''تاریخ ارادت خان،، -

۳ - انڈیا آفس لائبریری کی فہرست (مرتبہ ایتھے)
''تاریخ ارادت خان،، -

۴ - برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کی فہرست کا ایک نسخہ
''تاریخ ارادت خان،، -

۵ - برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کی فہرست کا دوسرا نسخہ
"تذکرۂ ارادت خان" -

۶ - برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کی فہرست کا ایک اور نسخہ، پیش کردہ لفٹیننٹ کرنل کرک پٹرک
"تاریخ ارادت خان" -

۷ - ایشیاٹک سوسائٹی بنگال (کلکتہ)
"تاریخ ارادت خان" -

۸ - ایوانوف کی تشریحی فہرست
"تاریخ ارادت خان" -

۹ - مخطوطہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور (پہلا نسخہ)
"جنگ بہادر شاہی" یا "مقتل السلاطین" (اس کی عبارتوں میں دوسرے نسخوں سے اختلاف ہے - معلوم ہوتا ہے بعض فقرے اصل کے لیے لیے ہیں اور بعض کسی نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیے ہیں) -

۱۰ - پنجاب پبلک لائبریری (دوسرا نسخہ)
"تاریخ ارادت خان" -

۱۱ - مخطوطہ مملوکہ خواجہ محمد خان اسد حضروی
"بہادر شاہ نامہ" (جس پر پیش نظر متن مبنی ہے) -

۱۲ - جونیتھن سکاٹ (انگریزی ترجمہ)
"تذکرۂ ارادت خان" -

۱۳ - تاریخ ہندوستان مولانا ذکاء اللہ جلد نہم (ص ۳۷)
"تاریخ ارادت خان" -

۱۴ - مخطوطے کا اردو ترجمہ مطبوعہ حیدر آباد
''سوانح عمری منشی ارادت خان واضح'' -

۱۵ - ولیم اروِن
''تذکرۂ ارادت خان'' -

میرے علم میں صرف یہی نسخے آئے ، اغلب ہے اس کے اور نسخے بھی جا بجا موجود ہوں - اسماء کے تعدد کا بدیہی سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ مصنف نے اس کا کوئی معین نام تجویز نہیں کیا تھا اور مختلف اصحاب نے موضوع کی کلی یا جزوی مناسبت کے پیش نظر بطور خود کوئی نام رکھ لیا - مصنف نے اس تحریر و تسوید کے جن مقاصد کا ذکر اوائل کتاب میں کیا ھے ، ان کی بنا پر اس کا موزوں نام ''تذکرۂ ارادت خان'' ھی ھو سکتا ھے، لیکن اس اعتبار سے اسے ''تاریخ ارادت خان'' بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں تاریخی واقعات بیان ہوئے ہیں - ''جنگ بہادر شاھی'' بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ ابتدا میں تاج و تخت کے لیے بہادر شاہ اول کی جنگ اور کامیابی کا ذکر ھے - ''مقتل السلاطین'' بھی کہہ سکتے ہیں ، کیونکہ اس میں مغلیہ خاندان کے متعدد شہزادوں کی جنگوں اور قتل کی تفصیلات مذکور ہیں - اسے ''بہادر شاہ نامہ'' کہنا بھی درست ہے، کیونکہ تاج و تخت کی جنگ میں کامیابی کے بعد عہد بہادر شاہ کے حالات اختصاراً لکھے گئے ہیں اور ''سوانح عمری'' ھونے میں تو کلام کی گنجایش ھی نہیں - ایک مقام پر اس کا نام ''واقعات عالمگیری'' بھی لکھا گیا تھا - ساتھ ھی اس کی تردید کر دی گئی تھی - میرے نزدیک یہ نام بھی

جزواً غیر موزوں نہیں، کیونکہ ابتدا میں عالمگیر کے بھی کچھ حالات درج ہیں ۔

مصنف کا خاندان :

ارادت خان (عالمگیری) متخلص بہ واضح کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا، جس نے چار پشتیں سلطنت مغلیہ کے امرا کی حیثیت سے گزاریں، بلکہ شاہی خاندان سے رشتے کا اعزاز بھی اسے حاصل ہوگیا تھا ، جس کی تفصیل آگے آتی ہے ۔ علاوہ بریں واضح شاعر اور ادیب بھی تھا ۔

ہندوستان میں اس خاندان کا مورث اعلیٰ میر محمد باقر، ساوہ (ایران) کے نجبائے سادات میں سے تھا ۔ وہ ہندوستان پہنچتے ہی مرزا قوام الدین جعفر بیگ قزوینی مخاطب بہ آصف خان (متوفی ۱۰۲۱ھ/ ۱۶۱۲ء) کی طرف سے سیالکوٹ اور گجرات کا فوجدار مقرر ہوگیا۔ بعدمیں یمین الدولہ آصف خان کے وسیلے سے ترقی کر کے جہانگیر کے عہد میں خان سامانی کے منصب پر مامور ہوا ۔ دولت خواہی اور جز رسی کی بدولت پہلے کشمیر کا صوبیدار، بعد ازاں میر بخشی رہا ۔ پنج ہزاری منصب کے علاوہ علم و نقارہ سے بھی سرفرازی پائی ۔ یمین الدولہ آصف خاں ہی کی التماس پر اسے دیوانی اعلیٰ کی خدمت سپرد ہوئی ۔ پھر صوبجات دکن کی نظامت ملی ۔ ارادت خان کا خطاب جہانگیر نے دیا تھا ۔ اس لیے اسے ارادت خان جہانگیری کہتے ہیں ۔ شاہ جہان نے اعظم خان خطاب دیا تھا ۔

یہ دو خطاب اس خاندان میں دائر و سائر رہے اور خاص خاندانی خطاب سمجھے گئے ، اگرچہ بعض افراد خاندان کو اور خطاب بھی ملے مثلاً ملتفت خاں، ہوشدار خان ، خان زماں، مفتخر خان جن کے حالات مآثر الامرا میں درج ہیں ۔

میر محمد باقر نے دکن میں بھی شاندار خدمات انجام دیں ۔ پھر وہ مختلف اوقات میں بنگال، الہ‌آباد، گجرات اور کشمیر کی صوبہ‌داری (دوبار) پر مامور ہوا ۔ آخر میں اسے جون پور کی حکومت سونپی گئی ۔ وہیں ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں وفات پائی (مآثرالامرا جلد اول ص ۱۷۴—۱۸۰) مولانا آزاد بلگرامی نے تاریخ وفات ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء لکھی ہے (مآثرالکرام دفتر ثانی ص ۱۳۶) عجیب امر یہ ہے کہ مآثرالامراء میں تاریخ تدفین کا جو مصرع منقول ہے اس سے بھی ۱۰۴۸ ھی کا عدد برآمد ھوتا ہے ۔ ممکن ہے وفات ۱۰۴۹ کے اوایل میں ھوئی ھو ۔ ویسے بھی ایک عدد کی کمی بیشی چنداں اھم نہیں سمجھی جاتی ۔

اسی اعظم خان کی صاحبزادی سے شہزادہ محمد شجاع بہادر (ابن شاہ جہان) کا نکاح ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں ھوا تھا ۔ شہزادے کا بیٹا زین‌العابدین اسی خاتون کے بطن سے تھا ۔ اس سے اندازہ ھو سکتا ہے کہ شاہ جہان اور خاندان شاھی کے نزدیک اعظم خان کا درجہ کتنا بلند تھا ۔

ارادت خان شاہجہانی :

میر محمد باقر کے متعدد بیٹے تھے جن میں سے بعض نے کارناموں کی

وہ آگرے چلا گیا - منعم خاں خانخاناں سے اس کے خاص روابط پیدا ہوگئے تھے - غالباً ذوق تصوف دونوں میں قرب و رابطۂ قلبی کا خاص سبب بنا - ارادت خاں میر سنجر کا مرید تھا جو نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ تھے اور انھی کی صاحبزادی سے اس کی شادی ہوئی تھی"- منعم خاں کا مذاق بھی ٹھیٹھ صوفیانہ تھا - شاہ عالم کے عہد حکومت میں ارادت خاں کو چار ہزاری منصب دے کر دوآبہ بست جالندھر کا فوجدار یا ناظم بنا دیا گیا تھا - وہ خود دربار ھی میں رہا اور اس خدمت کا انتظام نائب کے ذریعے سے کر لیا گیا - مغلوں کے ھاں یہ صورت عام تھی، خصوصاً شاہ عالم بہادر شاہ کے دور سے تو بہت کم لوگ اصالۃً اپنے مقامات ماموری پر رہتے تھے -

شاہ عالم کے انتقال پر تخت نشینی کی جنگ شروع ہوئی تو ارادت خاں شہزادہ عظیم‌الشان سے وابستہ تھا، جو ساز و سامان، مال و ثروت اور ذاتی صلاحیتوں کے اعتبار سے شاہ عالم کی اولاد میں بہترین تھا، لیکن بے تدبیری اور سوء اتفاق سے اس نے شکست کھائی اور مارا گیا - پھر ارادت خاں، شہزادہ جہان شاہ کے پاس پہنچ گیا، جس نے خان موصوف کے لیے اعظم خاں کا خاندانی خطاب اور پنج ہزاری منصب تجویز کیا، مگر وہ بھی اچانک میدان جنگ میں مارا گیا - ایک روز بعد رفیع‌الشان کو بھی ایسے ھی حادثے سے سابقہ پڑا - جہاندار شاہ تخت و تاج کا مالک بن گیا اور ذوالفقار خان نصرت جنگ کو مختار کل کا منصب مل گیا - یہ حالات ارادت خان کے لیے اتنے ناسازگار تھے کہ وہ اپنی جان بھی محفوظ نہیں سمجھتا تھا -

آخر ذوالفقار خان سے ملاقات کر کے جان بخشی کا پروانہ لیا، مگر اسے کوئی خدمت نہ ملی ۔ نہ وہ خدمت کا آرزومند تھا ۔

چند مہینے کے بعد فرخ سیر (بن عظیم‌الشان بن شاہ عالم) نے سادات بارھہ کی امداد سے جہاندار شاہ کو آگرہ میں شکست دی ۔ جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں دونوں مارے گئے ۔ فرخ سیر کے عہد میں ارادت خان کی زندگی کے آخری دو سال بظاہر اطمینان سے گزرے اور غالباً دھلی ھی میں اس کا انتقال ھوا ۔ (یہ حالات ''ماثرالامراء'' ''سرو آزاد'' اور دوسرے تذکروں نیز پیش نظر کتاب سے ماخوذ ہیں) ۔

ارادت خان محمد شاهی :

میر مبارک‌اللہ کے فرزند میر ھدایت‌اللہ خان کو پہلے عالمگیر کے عہد میں ''ھوشدار خان'' کا خطاب مل چکا تھا (ماثرالامراء جلد اول، ص ۲۰۵) وہ کوتری پیراھہ (مالوہ) کا فوجدار تھا ۔ شاہ عالم نے اسے نور محل (ضلع جالندھر، پنجاب) کا فوجدار بنا دیا تھا، نیز ارادت خان کا خطاب دیا ۔ وہ ''ارادت خان محمد شاھی'' کہلاتا ھے ۔ محمد شاہ نے اسے نظام‌الملک آصف جاہ کے ساتھ دکن بھیجا اور چار ھزاری منصب دے کر دیوانی دکن کی خدمت سونپ دی ۔ وہ اورنگ آباد میں بھی رھا ، آخر گلبرگہ میں مامور ھو گیا ۔ آصف جاہ ترچناپلی گیا تو ''ارادت خان محمد شاھی'' بھی ھمراہ تھا ۔ واپسی کے سفر میں انتقال کیا (۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۴ء) اس کے کئی بیٹے تھے جو جوانی ھی میں فوت ھوگئے ۔

ایک بیٹا حافظ خان گلبرگہ کا قلعدار مقرر ہو گیا تھا ۔ (مآثرالامراء جلد اول، ص ۲۰۶) ۔

واضح کی شعر گوئی :

میر مبارک‌الله واضح شعر بھی کہتا تھا اور میر محمد زمان راسخ سرهندی سے اسے تلمذ حاصل تھا ۔ غزلیات، قطعات، قصائد اور رباعیات کا دیوان مرتب کر لیا تھا ، جسے ''گل رعنا،، کے بیان کے مطابق ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء میں لکھوا لیا تھا ۔ مگر چھپ نہ سکا ۔ اپنی رباعیات کے متصوفانہ نکات کی شرح لکھی، جس کا نام ''کلمات عالیات،، رکھا ۔ ''مجمع النفائس،، میں اس کا نام ''کلمات طیبات،، درج ہے ۔

قصیدوں میں سے دو کا ذکر بطور خاص ہوا ہے :

۱ ۔ ''فلک المعارج،، جو میرزا معز فطرت قمی کے قصیدہ ''شمس المناقب،، کے جواب میں تھا اور ایک سو اکیس اشعار پر مشتمل تھا ۔

۲ ۔ ''فخر دارین،، جس کے اشعار دو سو کے قریب ہیں۔ ''گل رعنا،، میں ہے کہ ہردو قصیدہ کلام سرسری است، تلاش بسیار کم دارد،، ۔

دوسرے قصیدے میں تشبیب و مناقب کے بعد ہمت خاں بن اسلام خاں والا کی مدح کی گئی ہے ۔ (بحوالہ ''تذکرۂ شعراء کشمیر،، بہ تصحیح و تحشیہ سید حسام الدین راشدی ص ۷۰۵) ۔

واضح نے ''پنج گنج نظامی،، کے پیش نظر پانچ مثنویاں شروع کر دی تھیں ۔ دو مثنویاں ان سے الگ زیر ترتیب تھیں ان کی کیفیت یہ ہے :

۱ -	مرآت دیدار	جواب ''مخزن اسرار،،	(نظامی)
۲ -	نغمہ و شیون	جواب نل دمن	(فیضی)
۳ -	کمند وحدت	جواب سلسلۃ الذہب	(جامی)
۴ -	آئینۂ راز	جواب محمود و ایاز	(زلالی خوانساری)
۵ -	تاب زنار	جواب سبحۃ الابرار	(جامی)
٦ -	ساقی نامہ	''سکندرنامہ،، کی بحر میں	
۷ -	اسرار معنوی	مثنوی مولوی معنوی کی پیروی میں	

ان میں سے ''آئینہ راز،، (چوتھی مثنوی) ۱۰۷۵ھ/۱٦٦۵ء میں شروع کی اور ۱۰۷۸ھ/۱٦٦۷ء میں اتمام پر پہنچا دی ۔ ''گل رعنا،، کا بیان ہے ۔

بہترین مثنوی و ناز مایۂ اوست، سی وهشت ورق، نوزده سطری است (تذکرہ شعراء کشمیر ص ۵۰۸) ۔

باقی مثنویوں کا محض آغاز ہوا یا کسی قدر اشعار کہے گئے، مگر مکمل کوئی نہ ہوئی ۔ مثلاً :

۱ -	اسرار معنوی	دوازده ورق
۲ -	نغمہ و شیون	هفت ورق
۳ -	مرآت دیدار	مجموع پنجاه و پنج بیت
۴ -	کمند وحدت	همه نودو یک بیت (صرف ایک حکایت)

ساقی نامہ بھی نامکمل رہا۔ ''تاب زنار،، کی کیفیت معلوم نہ ہوسکی۔

تذکرہ ''مرآت الخیال،، سے ظاہر ہوتا ہے کہ واضح نے اپنے دیوان کا دیباچہ بھی لکھا تھا، جس میں سے مندرجہ اشعار نقل کیے ہیں :

این رفیقان به رنج و شادی من
همدم عیش و نامرادی من

ساقی و ساغر و شراب من اند
در شب تار ماهتاب من اند

تحفهٔ بلبلان این باغ است
لاله ایم و زما همین داغ است

(ص ۳۰۷، ۳۰۸)

مثنویوں، قصیدوں وغیرہ کے نمونے یہاں پیش نہیں کیے جا سکتے۔

البتہ غزلیات میں سے چند اشعار درج کر دینا ضروری ہے :

گشت یاقوت و به یاد لب شیرین جوشید
خون فرهاد که جا در رگ خارا می کرد

براه او چه دربازیم؟ نی دینی، نه دنیای
دلی داریم و اندوهی، سری داریم و سودای

واضح به هیچ راه الم وا نمی شود
این قفل زنگ بست، شکستن کلید اوست

رشک فرمای دلم نیست بجز عیش حباب
یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است

رفتنیهای جهان قابل دل بستن نیست
این قدر بس که دمی خاطر خود شاد کنند

بهار وقف صبا ، گل بکام گلچین باد
که ما به کنج قفس طرح آشیان کردیم

دشت حیات تنگ و تمنا کشاده کام
امید ها به عمر دگر کرده ایم ما

مگو به کعبه و بت خانه فرق بسیار است
که این دو خانه به یک قبضهٔ کماندار است

گی صوم و صلواة آمد و گی مے شده ممنوع
زین واقعه در میکده اصلا خبری نیست

واضح از شور جنون صبح قیامت شده ام
آنچه انجام دو عالم بود آغاز من است

بیقراری فیض بخش طبع حیران من است
خانهٔ آئینه را سیماب شمع روشن است

رحمت حق بیشتر برغم نصیبان خود است
ساقی ما را نظر بر دُرد نوشان خود است

بر دیده آنچه رفت ز هجر تو روشن است
مشنو، مگو، مپرس که خود دل چه حال داشت

اختیاری نبود آمد و رفت نفسم
سر این رشتهٔ دل بند به دست دگر است

در عالم دل باختن خویش رواج است
عمریست که ویرانهٔ ما وقف خراج است

به مشت خاک خود آرام گیرو هرزه مگرد
بیا که خودطلبی هم همان خدا طلبی است

نثار حافظ خوشگوست این غزل واضح
"اگرچه عرض هنر پیش یار بی ادبی است"

نیست انکار چو گویند که زاهد ملک است
حرف مانیز همین است که او آدم نیست

در گنجفهٔ دهرستان عالم
در ضعف رعیت اند، نی بیش، نه کم

حکمی دارند زان جهاندار شوند
چون حکم نماند کشت بازی برهم

حق بین ز صفات دوست چون ذات گزید
بر اصلی نگاه دوخت وز فرع برید

در خانه تمام نور شمع است ولی
پروانه بغیر شعلۀ شمع نه دید

اتنے شعر بھی اس لیے نقل کیے کہ واضح کا دیوان شائع نہیں ہوا ۔ ان سے اس کی شعر گوئی کے متعلق صحیح اندازہ ہو سکتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ بعض اشعار اچھے اور بعض متوسط درجے کے ہیں ۔

واضح کی نثرنگاری :

واضح سے نثر کی بھی کئی کتابیں منسوب ہیں مثلاً یہی کتاب، جس کے متعدد نام ہیں اور مجھے ''تذکرہ ارادت خان،، زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ ایک کتاب کا ذکر واضح نے پیش نظر کتاب کے آغاز میں کیا ہے یعنی ''کلمات عالیات،، جو اس نے اپنی رباعیات کی شرح میں لکھی تھی، لیکن اب تک اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ۔

فارسی نثر کی ایک مشہور کتاب ''پنج رقعہ،، ہے ، یعنی پانچ خط، جو ''سہ نثر ظہوری،، یا ''مینا بازار،، یا ''شبنم شاداب،، یا ''وقائع،، نعمت خان عالی کی طرح نصاب میں شامل رہی اور بارہا چھپی ۔ میرے پاس ۱۹۰۶ء کا مطبوعہ نسخہ ہے، جسے

نولکشور کے مطبع نے گیارھویں دفعہ چھاپا تھا ۔ گذشتہ باسٹھ سال میں خدا جانے یہ مزید کتنی بار طبع ہوئی ۔ یہ بھی ارادت خان واضح ہی سے منسوب ہے ۔ چنانچہ اس کے آخر میں لکھا ہے :

درین ایام، خرمی انضمام ''پنج رقعہ،، مصنفہ ارادت خان واضح بہ صحت و تحشی لائقہ در ماہ مارچ ۱۹۰۶ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ بار یازدھم بہ مطبع گرامی منشی نولکشور، بہ سرپرستی جناب منشی پراگ نرائن صاحب، مالک مطبع موصوف منطبع گردید ۔

کتاب کے مشکل ہونے کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ میرے نسخے کے حاشیہ پر اس کی دو شرحیں شائع کی گئی ہیں، ایک مولوی عبدالاحد کی، دوسری مولوی عبدالرزاق کی ۔ مولانا محمد حسین آزاد مرحوم اس کے متعلق ''سخندان فارس،، کے چوتھے خطبے میں فرماتے ہیں :

''ہر رقعہ ایک لمبا چوڑا خط عاشق کی طرف سے معشوق کے نام ہے ۔ مضمون، مطلب کچھ نہیں ۔ طول کلام اور فقط استعارے پیچ در پیچ ہیں ۔ باقی خیر و عافیت ہے ۔ بے سہارے جسم کے ہوا پر رنگ چڑھائے ہیں،، (حصہ دوم ص ۸۳) ۔

''مینا بازار،، کی تصنیف کے متعلق تین گروہ ہیں ۔ ایک اسے ظہوری کی تصنیف قرار دیتا ہے اور بعض مخطوطوں میں وہ ظہوری ہی سے منسوب ہے ۔ دوسرا گروہ اسے ارادت خان واضح کی تصنیف بتاتا ہے مثلاً مولانا محمد حسین آزاد مرحوم فرماتے ہیں :

''کوئی کہتا ہے ظہوری کی تصنیف ہے، کوئی کہتا ہے ارادت خان واضح کی،، میرزا غالب نے بھی ایک مکتوب میں اسے ارادت خان واضح ہی کی تصنیف بتایا ہے ۔ تیسرا گروہ مصنف کی تعین نہیں کرتا، صرف ظہوری سے اس کے انتساب کو محل نظر قرار دیتا ہے ۔

یہاں معاملے کے اس پہلو پر بحث بے محل ہوگی کہ مینا بازار کا مصنف واضح ہے یا نہیں ، صرف اس حقیقت کی وضاحت منظور ہے کہ ارادت خان کو نثرنگاری میں بھی بلند مرتبہ حاصل تھا حتی کہ سولھویں یا سترھویں صدی کے معیاری اسلوب کی ایک فارسی نثر کو ظہوری کے بجائے اس سے منسوب کیا گیا ۔

کتاب کی اہمیت :

میرے نزدیک ''تذکرہ واضح،، کی اہمیت کا خاص اور حد درجہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ یہ سلطنت مغلیہ میں تین خانہ جنگیوں کی سرگزشت ہے، جن کی وجہ سے مغلوں کا وہ محکم نظام تاش کے پتوں کا گھر بن کر رہ گیا، جسے مستحکم کرنے کا سلسلہ چھ پشتوں سے جاری تھا ۔ شاہ جہان کے آخری دور میں بھی خانہ جنگی کی ایک خوفناک آندھی چلی تھی، جس کے گرد و غبار کا پردہ چاک ہوا تو عالمگیر شاہنشاہ ہند بن چکا تھا ۔ اس نے نقصانات کے تمام زخم اس طرح مندمل کر دیے کہ کسی کو ضیاع کا احساس تک نہ ہوسکا ۔ پھر اس شاہنشاہ نے جو عزم، حزم، دور بینی،

مآل اندیشی، بالغ نظری اور علم و عمل میں توازن کے درخشاں اوصاف سے مزین تھا ۔ اپنی زندگی کے پچاس سال نظام حکومت کی بنیادوں کو سیسہ پلائے میں صرف کر دیے، یہاں تک کہ جو خطرات و مفسدات قوت سے فعل میں بھی نہیں آئے تھے، انہیں بھی بھانپ کر ظہور و بروز کا ایک ایک دریچہ اور ایک ایک شگاف بند کرنے میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا اس دور میں فرمانروائی نے داب و شکوہ اور مسلک و طریق کے اعتبار سے درجہ عالیہ حاصل کر لیا ۔ سلطان اور سلطانی اور سلطنت ایک دوسرے کا مثنیٰ بن گئے ۔ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور دماغوں میں جم ہی نہیں سکتا تھا ۔ بادشاہ کا خیال آتے ہی عالمگیر کی شبیہ سامنے آ جاتی تھی ۔ سلطنت کا لفظ سنتے ہی تبت سے راس کماری تک اور کابل و قندھار سے سرحد برما تک ایک ایسی جغرافیائی وحدت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جسے طولاً یا عرضاً طے کرنے میں اس عہد کے وسائل حمل و نقل کے ذریعے کم از کم چار مہینے لگتے تھے ۔ نظم حکمرانی ایسا کہ تاریخوں میں ڈھونڈے سے اس کی مثالیں بہ مشکل ملیں ۔ رعایا مطمئن و خوشحال، امن محکم و استوار، فرمانروا، دن میں دو مرتبہ دربار عام لگاتا تھا[1] ۔ ہر نالش کھڑا

۱ ۔ صفحات تاریخ کے علاوہ اس کی شہادت غنی کشمیری کی اس رباعی سے بھی ملتی ہے :

در عہد تو بسکہ بخت شد یار بہ خلق
ہرگز نہ دہد سپہر آزار بہ خلق
در باغ جہان نہال جودی، کز فیض
ہر روز دوبار می دہی بار بہ خلق

ہو کر بلا واسطہ سنتا اور فیصلے صادر کرتا تھا ۔ راعی اور رعایا کے درمیان اعتماد و یگانگت کی وہ روح موجود تھی، جس پر سلطنتوں کی تقدیر کا انحصار ہوتا ہے ۔

زخموں پر زخم :

جن تین خانہ جنگیوں کی روداد پیش نظر کتاب کا موضوع ہے، وہ فروری ۱۷۰۷ء سے جنوری ۱۷۱۳ء تک صرف چھ سال کی مدت میں پے درپے پیش آ گئیں ۔ زخموں پر زخم لگتے گئے اور ان کے اندمال کا کوئی سر و سامان نہ ہو سکا۔ زخموں پر زخم پڑتے گئے، مگر ان کی درستی اور مرمت کا خیال کسی کو نہ آیا ۔ ہر خانہ جنگی کے بعد جو فرد تاج و تخت کا مالک بنا، اسے عالمگیر ہی نہیں، پیشتر کے کسی مغل بادشاہ سے بھی کوئی مناسبت نہ تھی ۔ بادشاہی اور حکمرانی کی اصل و اساس رعیت پروری ہے ۔ یہ اصل و اساس دل و دماغ سے محو ہوگئی ۔ پہلی خانہ جنگی کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ فرمانروا بنا ۔ لیکن نہ اسے یہ احساس کہ جو وسائل خانہ جنگی میں برباد ہوئے انہیں از سر نو مہیا کر لینا کتنا ضروری ہے اور آیندہ کے لیے اس تباہی خیز آتش فشاں کا دھانہ بند نہ کیا گیا تو انجام کیا ہوگا۔ نہ یہ صلاحیت کہ اتنی وسیع سلطنت کے نظم اور اس کے مختلف اجزاء کو باہم پیوستہ و وابستہ اور محفوظ رکھنے کے تقاضے کیا ہیں؟ نہ کارکنوں پر نظر، نہ فرمانروائی کے واجبات ادا کرنے کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ، نہ

سابقین کے جمع کردہ ذخیروں سے ٹھیک کام لینے کا سلیقہ ۔ سلطنت ملی تو دیکھا کہ پونے دو سو سال میں دولت کے وسیع انبار فراہم ہوگئے ہیں ۔ ان پر ہاتھ ڈالا، جا و بیجا لٹایا، ظاہری طمطراق دکھایا اور سمجھ لیا کہ اکبر و عالمگیر کی جانشینی کا حق ادا ہوگیا ۔ ہمارے مصنف نے شاہ عالم کی جو تصویر پیش کی ہے اس میں اسے عالمگیر سے بھی برتر قرار دے دیا ہے، مگر اس کی حقیقی حیثیت کچھ بھی نہیں، مصنف نے اس تصویر آرائی میں حقائق کا کوئی خیال نہیں رکھا ۔

ذاتی اقتدار کا جنون :

پانچ سال میں شاہ عالم بہادر شاہ نے عالم بقا کا راستہ لیا تو معزالدین جہاندار شاہ بروے کار آیا جو جہانداری، فرمانروائی تو رہی ایک طرف، معمولی شریف و حق شناس انسان کی صلاحیتوں سے بھی یکسر تہی دامن تھا ۔ آٹھ نو مہینے کے اندر اندر وہ پاداش عمل کی چکی میں پس گیا تو فرخ سیر آبائی میراث کا حامل بنا ۔ اس وقت تک فتنے جا بجا سر اٹھا چکے تھے ۔ عبداللہ خان بارھہ اور حسین علی خان بارھہ فرخ سیر کو تیموری میراث دلانے کے لیے میدان عمل میں اترے تھے، کامیاب ہوتے ہی ان کا مقصد و نصب العین یک قلم بدل گیا ۔ سلطنت کی استواری و پایداری، فتنوں کا استیصال، فرمانروائی کے وسائل کی حفاظت و صیانت، رعایا کی بہبود و سلامتی، امن کا استحکام، غرض ہر بنیادی شے ذاتی اقتدار کے تابع آ گئی ۔ اس کا

ذمہ دار سب سے بڑھ کر قطب الملک عبداللہ خان تھا۔ حسن علی خان محض اس کا "بازوے شمشیرزن" تھا۔ ان سید بھائیوں کے نزدیک تیموری بادشاھوں کو خود ان کے چراغ اقتدار میں محض فتیلوں کی حیثیت حاصل تھی۔ ایک فتیلے نے حسب مراد کام نہ دیا تو اسے اٹھا کر ایک طرف پھینکا اور نظر بند تیموری شہزادوں کی طویل صف میں سے کسی دوسرے کو اٹھا کر فتیلہ بنا لیا تا کہ چراغ بہ دستور روشن رہے۔ روغن کی ضرورت پڑتی رہی تو بادشاھوں، شہزادوں اور امیروں کا خون استعمال کر لیا گیا۔

ان لوگوں کی کوتہ نظری اور کم سوادی پر حیرت ھوتی ہے کہ جس درخت کے سایے میں بیٹھے یہ کوس انا ولا غیری بجا رہے تھے، اسی کی جڑیں کاٹتے جاتے تھے اور قطعاً خیال نہ تھا کہ درخت ھی باقی نہ رہا تو وہ خود کہاں رہیں گے؟

مرھٹوں کی آمد دھلی میں :

عالمگیر نے مرھٹوں کی مفسد نہ سرگرمیاں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے پچیس سال دشت و جبل کے اندر کام فرسائی میں گزار دیے اور جب تک ان سرگرمیوں کے تمام قابل ذکر ممکنات ختم نہ کر دیے، دم نہ لیا۔ پہلی دو خانہ جنگیوں نے ان مفسدانہ سرگرمیوں میں از سر نو زندگی کی حرکت پیدا کی پھر امیرالامراء حسین علی خان دکن سے مرھٹوں کو رفیق و یاور بنا کر بدین غرض دھلی لایا کہ فرخ سیر کا کانٹا اپنے بھائی عبداللہ خان کے پہلو سے نکال

دے تاکہ تیموری خاندان کے کسی دوسرے بت کو تخت پر بٹھا کر دونوں بھائی اپنی قاہرانہ کارفرمائی کا سلسلہ بے تکلف جاری رکھ سکیں - ہر فعل و عمل کے نتائج وعواقب کا صحیح اندازہ کر لینے والوں کے نزدیک یہ پہلا موقع تھا کہ مرہٹوں کی نگاہیں تخت گاہ دہلی کے جلال و جمال سے خیرہ ہوئیں یہی نظارہ مرہٹوں کے لیے شمالی ہند کی جانب اقدامات کی خاص کشش کا باعث ہوا، یہاں تک کہ چالیس سال بعد سدا شیو بھاؤ لاؤ لشکر کے ساتھ دہلی پہنچا اور اس نے دیوان عام کی روپہلی چھت اکھڑوا کر سکے ڈھلوائے - یہ اس درجہ نازیبا فعل تھا کہ سورج مل جاٹ بھی اس پر لعنت بھیجتا ہوا بھاؤ سے الگ ہو گیا -

حسین علی خان کے لائے ہوئے مرہٹوں کو اہل دہلی نے دیکھا تو بے دست و پائی کے با وصف ان کی غیرت و حمیت جوش میں آ گئی اور ان سے جو سلوک کیا گیا اس کی روئداد آپ خافی خان کی ''منتخب اللباب،، اور طباطبائی کی ''سیر المتاخرین،، کے صفحات پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین مجمل

داخلی اور خارجی تباہ کار :

عبداللہ خان بارھہ اور حسین علی خان بارھہ کی یہی حرص اقتدار تھی، جس نے آگے چل کر عمادالملک اور ادینہ بیگ جیسے لوگ پیدا کیے اور سلطنت کا ڈھانچا ایک بے روح جسد رہ گیا -

پھر باہر سے پہلے نادر شاہ افشار آیا جس نے جاروب غارت سے وہ سب کچھ سمیٹا جو سمیٹنے کے قابل تھا اور لے کر روانہ ہو گیا۔ بعد ازاں احمد شاہ ابدالی نے سات مرتبہ یہاں آ کر جو دُکھ دیاں کیں؛ وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ پانی پت کی تیسری جنگ کو ان تمام دُکھ ریزوں کا عذر قرار دینا مشکل ہے اور احمد شاہ کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ رح کی دعوت کو مایۂ اعتماد بنانے کی بھی کوئی صورت نہیں۔ یقیناً شاہ صاحب مرحوم کی دعوت اس لئے نہ تھی کہ نادر شاہ کے بعد احمد شاہ یہاں کی دولت سمیٹ کر افغانستان لے جائے۔

مسلمانوں کا دور آزمائش :

غرض یہ کتاب انہی بین خانہ جنگیوں کے احوال و ظروف کا ایک خونچکاں مرقع عبرت ہے، جن کی وجہ سے حصار سلطنت میں رخنے پڑے اور وہ بند ٹوٹے جو فتنوں کے سیل کو روکے ہوئے تھے۔ اس وسیع سر زمین میں جس اسلامی سلطنت کی داغ بیل محمد بن قاسم نے رکھی تھی اور وہ دنیا کی ایک نہایت عظیم الشان سلطنت بن گئی تھی، حرف غلط کی طرح صفحۂ روزگار سے محو ہو گئی اور ۱۸۵۷ء میں نہ صرف اس کے آخری آثار ھی مٹے، بلکہ معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ گیا یعنی پاک و ہند کے کروڑوں مسلمانوں کے لئے اپنے قومی وجود اور اس کے امتیازی خصائص کی حفاظت کے لئے ایک ایسا کٹھن مرحلہ پیش آ گیا، جس کے شدائد و مہالک کی

داستان بڑی صبر آزما اور جانگداز ہے - ساتھ ہی یہ مسلمانوں کے ملی جذبے کی بے پناہی، ناقابل شکست غیرت و حمیت اسلامی کے انتہائی جوش، ہر دور کے مانندوں کی پختہ‌کاری، گرگر کر ابھرنے ٹھوکریں کھا کھا کر اٹھنے اور منزل مقصود کی طرف سہل کی طرح بڑھتے چلے جانے کی ایک ایسی دستاویز ہے، جس میں اپنے لیے اور غیروں کے لیے عبرت کا گران قدر سرمایہ موجود ہے یہ اسلام کی برکت تھی جس نے مسلمانوں کے دلوں میں عزت‌مندانہ زندگی کی حرارت کبھی افسردہ نہ ہونے دی اور وہ ایک مرحل کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری، کامیابی سے طے کرتے گئے - یہاں تک کہ نوے سال کے اندر اندر ان کی مستقل ملی ہستی کی صداؤں سے اقوام عالم کے ایوان گونج اٹھے- جو قوم بظاہر بستر مرگ سے اٹھ کر ایک زندہ و پایندہ قوت بن گئی، اس کے لیے باقی مراحل سے کامیاب گزر جانا قطعاً مشکل نہیں - یہ کتاب ہماری افتادگی کے اوائل کا ایک مرقع ہے اور اپنے ماضی کی سرگزشت کے اس باب سے بھی قیمتی سبق حاصل ہو سکتے ہیں - کاش کوئی صاحب قلب و نظر ہمارے دور آزمایش کا مرقع بھی مرتب کر دے:

کتاب کے ترجمے:

کتاب کی ترتیب و تہذیب کا ذکر چھیڑنے سے پیشتر اس کے تراجم کی کیفیت اجمالا بیان کر دینا ضروری ہے، کیونکہ وہ اصل

متن سے بہت پہلے شائع ہو گئے، جس کی اشاعت کا انتظام اب ایک سو اٹھاسی سال بعد ہو رہا ہے۔

''تذکرۂ ارادت خان'' کا انگریزی ترجمہ وارن ہیسٹنگز کے فارسی سکرٹری جوناتھن سکاٹ (۱۷۴۶ء—۱۸۲۹ء) نے ۱۷۸۰ء میں کر دیا تھا اور وہ اسی سال کلکتہ سے شایع ہو گیا تھا۔ پھر فاضل مترجم نے اس ترجمے کو ۱۷۸۶ء میں اپنی کتاب تاریخ دکن و بنگال (جلد دوم) میں شامل کر دیا۔

یہ ترجمہ بڑی حد تک لفظی تھا۔ البتہ بعض فقرے اور جملے بظاہر اس بناء پر ترک کر دیے گئے کہ شاید مترجم کو انھیں انگریزی میں منتقل کرنا ممکن نظر نہ آیا۔ نیز ان سے تاریخی مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ مترجم نے بعض مقامات و اشخاص پر مختصر حواشی لکھنے کا بھی اہتمام کیا تھا، مگر عام طریقہ یہ رہا کہ مقام کے متعلق لکھ دیا ''دکن میں ایک قلعہ'' یا ایک قصبہ اور اشخاص کے ناموں کا ترجمہ انگریزی میں کر دیا۔ بہر حال آج سے ایک سو اٹھاسی سال پیشتر کتاب کا انگریزی ترجمہ بظاہر اسی وجہ سے کیا گیا کہ اس کی خاص تاریخی اہمیت تھی۔ میں نے یہ ترجمہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے لے کر دیکھا۔

پھر حیدر آباد دکن کے ایک امیر نواب محمد کمال خان بہادر نے اپنے کتب خانے میں یہ کتاب دیکھی۔ اسے پڑھا، پھر ابو الشریف سید اشرف شمسی حیدر آبادی سے اس کا ترجمہ اردو میں کرایا اور

1. Ferishta's History of Dekkan and the History of Bengal from the Accession of Ali Verdee Khan to the year 1780 (2 vols) by Junethan Scott.

۱۳۰۹ فصلی میں یہ مطبع فیض الکریم (حیدر آباد) سے شائع ھوا ۔ یہ نسخہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کے ذاتی کتب خانے سے ملا، جو اسلامی تاریخ و مسائل کے متعلق ہر کتاب حاصل کرنے میں مدت العمر سرگرم رہے۔

نواب محمد کمال خان نے تمہیدی تحریر میں فرمایا ہے کہ عالمگیر اور ان کی اولاد کے یہ مختصر حالات ایسی خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ھیں، جو بڑی سے بڑی تاریخ میں نہیں مل سکتے ۔ منشی ارادت خان اور مصنفوں سے شخص نہیں ھیں بلکہ وہ شخص ھیں، جنہوں نے عالمگیر اور ان کی اولاد کی مصاحبت کی ہے ۔ اس سوانح عمری میں منشی جی نے ان واقعات کو بیان کیا ہے جو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ۔ پس ان کا بیان اور ان کی تحریر قابل وثوق سمجھی جاتی ہے ۔

تاهم مجھے عرض کر دینا چاہیے کہ نہ ترجمہ اچھا ہے اور نہ کتاب کے تمام اجزا کا ترجمہ ھوا اور نہ اس کی حقیقتی حیثیت کا صحیح اندازہ فاضل مترجم یا غالباً نواب محمد کمال خان کو تھا ۔ انہوں نے عالمگیر کے متعلق چند نادر واقعات دیکھے اور اسے منشی ارادت خان کی سوانح عمری کے طور پر شائع کرا دیا ۔ اب اس شائع شدہ کتاب کی حیثیت بھی ایک مخطوطے کی سی ھو گئی ہے ۔ کیا عجب ہے کہ پورے پاکستان میں اردو ترجمے کا بھی ایک نسخہ ھو جو ڈاکٹر اکرام کے پاس ہے ۔

اشاعت متن کی کہانی :

کتاب کے اردو اور انگریزی ترجمے چھپ گئے ، لیکن اصل متن کبھی اور کبھی شائع نہ ہوا، اگرچہ اس کے نسخے جابجا موجود تھے ، جن میں سے چند کے حوالے ابتدائی سطور میں درج ہو چکے ہیں ۔ ایلیٹ اور ڈاؤسن کی کتاب میں جو نیتھن سکاٹ کا ترجمہ نقل ہو گیا ۔ مولوی ذکاء اللہ خاں مرحوم نے تاریخ ہند کی نویں جلد میں اس کے چند اقتباسات درج کر دیے ۔

میں نے اصل متن کا ایک نسخہ ۱۹۶۳ء میں اپنے عزیز دوست منظور الحق صاحب صدیقی (کیڈٹ کالج حسن ابدال) کے پاس دیکھا ۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے خواجہ محمد خان اسد، حضروی سے عاریتہً لیا ہے ۔ اس کا ذکر ڈاکٹر شیخ محمد اکرام سے کیا تو انہوں نے اس کی اشاعت پر آمادگی ظاہر کی ۔ میں نے خود محمد خان اسد سے استدعا کی اگر وہ کچھ عرصے کےلیے اپنا نسخہ عاریتہً بھی مرحمت فرما دیں تو اغلب ہے ''ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان،، اسے چھاپ دے ۔ خان موصوف نے انتہائی مہربانی سے میری استدعا کو شرف قبول بخشا ۔ یوں اس کی ترتیب و تہذیب کا انتظام ہوا ۔ میرزا مقبول بیگ بدخشانی نے اس کے مختلف نسخوں کا کھوج لگایا، جن کی مجمل کیفیت ابتدا میں پیش کردی گئی ہے ۔

ان خانہ جنگیوں کے متعلق اور کتابیں بھی چشم دید حالات کی بنا پر تصنیف ہوئیں ۔ جن میں سے بعض کا ذکر اردن نے اپنی

کتاب میں کیا ہے اور ان کے حوالے جابجا دیے ہیں ۔ اس سلسلے میں نعمت خان عالی کی ایک کتاب موسوم بہ "جنگ نامہ" بھی ہے ۔ لیکن میرے نزدیک وہ تاریخ سے کہیں بڑھ کر ادب کی کتاب ہے لہذا میں نے کہیں بھی اس کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔

میری ناچیز کوشش :

میں نے متن کی تصحیح میں پنجاب پبلک لائبریری کے نسخوں سے فائدہ اٹھایا ۔ علاوہ بریں جو کچھ کر سکا، اس کی اجمالی کیفیت یہ ہے ۔

۱ - جن افراد و مقامات کا ذکر کتاب میں آیا تھا، ان میں سے ایک ایک کے متعلق مختلف مآخذ سے جو کچھ معلوم ہوسکا، وہ حواشی میں درج کر دیا ۔

۲ - بعض اہم وقائع کے متعلق مصنف کے بیانات توضیح یا قدرے تفصیل کے محتاج تھے، ان کی کیفیت اپنے تصور کے مطابق اس انداز میں لکھ دی کہ خوانندگان کرام کو کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت پیش نہ آئے ۔

۳ - مصنف کی بعض رائیں مجھ ناچیز کے اندازے کے مطابق بعض

بنیادی حقائق پر اثر انداز ہوئی تھیں ، ان پر اختلافی نوٹ
لکھے تا کہ کسی کے لیے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا
امکان نہ رہے -

۴ - حواشی صرف مندرجہ مطالب ہی کی توضیح تک محدود رہے
لیکن مقدمے میں کتاب کی اہمیت کا بنیادی پہلو نمایاں کر دیا -
میرے تصور کے مطابق متن کے سلسلے میں ہر زحمت اٹھانے
اور اسے شائع کرنے کی اصل وجہ جواز یہی تھی -

۵ - یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے اس انداز ترتیب و تہذیب میں
مخطوطات کی پابندی ضروری نہیں سمجھی، جس پر ہمارے
بعض ارباب علم، اہل فرنگ کی پیروی میں کاربند ہوئے -
یعنی کسی ایک نسخے کو متن بنا کر باقی نسخوں کا
اختلاف عبارات حاشیے میں درج کر دیتے ہیں - یہ کام مشکل نہ
تھا لیکن میرے نزدیک مناسب یہی ہے کہ متن کو حتی الامکان
صحیح کر کے طباعت کے لیے تیار کر دیا جائے اور زیادہ
اہتمام توضیح مطالب کے لیے کیا جائے - میں سمجھتا ہوں کہ
ان ناچیز مساعی کے بعد متن کا مطالعہ زیادہ مفید ہوگا اور
مقصود حقیقی اختلاف نسخ کی توضیح نہیں، بلکہ مطالب کی
تشریح ہے - نیز اختلاف نسخ کی توضیح بھی وہیں ضروری
سمجھی جا سکتی ہے، جہاں خیال ہو کہ عبارت میں کسی

اختلاف کی بناء پر اصل مسئلے کے متعلق دوسرا نقطۂ نگاہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ پیش نظر کتاب میں ایسی کوئی صورت سامنے نہ آئی لہذا میں اپنے اختیار کردہ مسلک پر قائم رہا۔

تبویب کتاب :

اصل متن میں اکثر ابواب کے عنوان طویل عبارتوں میں درج تھے۔ میں نے ان عبارتوں کا خلاصہ لے کر عنوان بنا دیا۔ لیکن مصنف کی عبارتیں حواشی میں درج کر دیں تاکہ متن کا کوئی بھی حصہ اندراج سے رہ نہ جائے۔ بعض مقامات پر خود عنوان لگا دیے۔ مقصد یہ تھا کہ کتاب کا مطالعہ زیادہ سہل ہو جائے۔ بہ ہرحال کتاب کو زیادہ سے زیادہ قابل مطالعہ بنانے کے لیے جو کچھ ضروری تھا، اس کے سر انجام میں حتی الامکان کوتاہی نہ کی لیکن یہ دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سب کچھ ہوگیا، جس کی ضرورت تھی۔

ادائے سپاس :

آخر میں ادائے سپاس کا معاملہ ہے۔ سب سے بڑھ کر احسان خواجہ محمد خان صاحب اسد حضروی کا ہے، جنھوں نے یہ کتاب عاریتہً دے کر اس کی ترتیب و تہذیب کا موقع پیدا کیا۔ پھر میں مختار مسعود صاحب سابق کمشنر لاہور کا شکر گزار ہوں، جن کی مہربانی سے پبلک لائبریری کے مخطوطے مجھے چند روز کے لیے مل گئے اور میں اپنے متن کی تصحیح میں ان سے مدد لے سکا۔

شیخ ضیاء الحق لائبریرین پنجاب پبلک لائبریری لاہور کا بڑی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کام کے سلسلے میں میری زیادہ سے زیادہ اعانت فرمائی ۔ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب اور کارکنان ادارۂ تحقیقات پاکستان کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے، جنھوں نے ہر ضروری معاملے میں مجھے اعانت و مساعدت سے مشرف فرمایا ۔ اللہ ان سب کو جزا دے ۔

مسلم ٹاؤن لاہور
مارچ ۱۹۶۸ء

مہر

یا فتاح

تمہید

رب یسر و تمم بالخیر

باب اول

تمہید نگارش یافتن این سوانح و وقایع که جامع آن میرزا مبارک‌الله واضح تخلص، مخاطب به ارادت خان، ولد کفایت خان (الف) شکسته نویس مشہور است و آنچه دیده در تحریر کشیده۔

الحمد لمن یقول فی حق کلامه: فاتوبسورة من مثله والصلوة والسلام علیٰ من نطق بالنطق انا افصح والسلام علیٰ قائل سلونی عمادون العرش۔

من بعد(ب) چنین گوید جامع و مؤلف این سوانح و وقایع، بندۂ خاکسار گناہگار مبارک‌الله متخلص به واضح ولد مغفرت نشان کفایت خان شکسته نویس

(الف) واضح کے والد کا ابتدائی خطاب ''کفایت خان'' تھا۔
(ب) نسخہ خطی مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری (نسخہ الف) میں ہے ''نبور'' (ص ۱)۔

که چون ''کلمات عالیات،،(الف) بانجام رسید، چنانچه بعض کیفیات در خاتمه آن ثبت گردیده، مخطور گردید که در زمان تحریر این حالتیکه برخود گذشته به طریق اجمال قلمبند نمائیم - همانا درین کلمات و در تصانیف دیگر بنظر افتاده باشد که گفته ایم، یادحالات ماضیه درحضرت آن خیال کیفیتی و حالتی غریب به دل اثر می بخشد - وجه تحقیق و جهت آن نیز دران محال مفصل گفته شد - ملخص آن که درنفس خود سنجیده می شود که اماکن به فیض و صحبت یاران و دوستان در وقتیکه حاضر حس است، آن قدرها موثر نیست که بعد ازان در تصورها یاد کردن در مرآت خیالیه - بنا بر آن اکثری احوالات گذشته را هر جا به قلم ی دهیم، تا هر وقت مطالعه و ملاحظه آن نمائیم، کیفیتی خاص و لذتی عظیم و وجدی و حالتی غریب رو می نماید و برای دوستان یادگاری می ماند - درین ضمن چون در عمر قلیل که الیوم به شصت و هفت رسیده و سنه یکهزار و یکصد و بیست و شش هجری مقدسه است، آنچه از نوادر روزگار و غرایب قدرت خالق لیل ونهار از انقلابات احوال عالم و برهم خوردن سلطنت ها و بخاک خفتن جمی غفیر ازسلاطین (ب) و نابود گردیدن خانمانهای قدیم و دودمانهای کهن

(الف) یه غالباً وہی کتاب ہے جس میں اپنی رباعیوں کی شرح کی ہے اور ان کے نکات تصوف کھول کر بیان کیے ہیں - ''مجمع النفائس'' میں اسے ''کلمات طیبات'' لکھا گیا ہے - اصل عبارت یہ ہے :
کتابی دارد مسمیٰ به ''کلمات طیبات'' که شرح رباعیات خودش است بسیار دقیق و مملو از فوائد (مخطوطه مجمع النفائس ذکر واضح) -
جونیتھن سکاٹ کا بیان ہے کہ بڑی کوشش کی مگر یہ کتاب دستیاب نہ ہوئی - (تذکرہ واضح کے انگریزی ترجمے کا حاشیہ) -
(ب) ''سلاطین'' کی تشریح آگے آتی ہے -

و خوارشدن عزیزان و عزیز شدن ذلیلان در عرض مدت یکسال مشهود ما گردیده ، ارباب سیروتواریخ آنچه نوشته اند، درین هزار سال مثل این قسم وقایع غریبه و نقلیات عجیبه‌محرر نه شده- چون به سبب‌ملازم بودن‌ومحرمیت در مصلحتها و مصدر امور عظیمه بودن، بر جمیع جزوی و کلی احوال اطلاع حاصل کردیم و بر آنچه دیگران را آگهی و اطلاع دشوار است برای‌العین ساخته و پرداختهٔ ما شد و همه جا خود حاضر و دخیل بودیم و در مهالک و شداید در آمدیم، بالضرورهان را نوشتیم- چون غرض ازین تحریر املای بادشاهنامه که به امر سلاطین میباشد، نه بود و انشا پردازی و تاریخ نویسی اصلاً منظور نه، مثل بادشاهنامه نویسان به تکلف عبارات و فقرات تراشی، بجز تحریر احوال خود نپرداختیم - تا لازم گردد که احوال جمیع امر او رویداد کل احوالات و به تکلف هر جا تعریف سطان وقت و مناصب و انعامات و ادرارات و فتح نامه ها از روزنامجات وقایع البته به تحریر آریم، به عبارتی که دوستی به‌دوستی بنا بر اطلاع‌حال‌مکتوب احوال خود بلاساخته‌و پرداخته بنویسد و انشا پردازی و مسجع نویسی و فقرات بی فائده طولانی و لغات غیر مانوس برای عرض کمال خود نباشد نوشتیم - و فی الحقیقت اگر به نظر انصاف و زباندانی نظر کرده شود این قسم مطالب راهمین قسم عبارت سزاوار است- به تکلف استعارات تراشی و فقرات مسجع بعید الاخبار هیچ دخلی به مطلب نویسی نه دارد - غرض کمال انشا پردازی دیگر است و فارسی بیساخته و ادای مطلب درست نمودن دیگر - در بهاریه ها و انشاء بطور خود آن عبارت البته که درست نوشته شود ، صورتی دارد - مثل قصه خوانان که در قصهٔ امیر حمزه عبارات سلف بخاطرگرفته به غوغا بیان مي کنند، درین‌محل دخلی ندارد -

اگر به آن جماعة گفته شود که یک مطلبی تمام بالفاظ و عبارات لایق مقام از پیش خود ادا نمایند ، قدرت بران ندارند ، لهذا این کلمات بهمان عبارتیکه لایق آن مطالب است ، به تحریر آمد - آنچه درین رویداد از احوال خود نقل نمودیم، امید از مطالعه کنندگان آن است که انصاف از دست نه دهند و ناقدردانی سخن و به زبان نا آشنائی خود ایرادات مهمله نه نمایند - (وهو یهدی السبیل - ختم التمهید و ابتدا التحریر) (الف) -

چون هنگام تغیر صوبه داری خجسته بنیاد اورنگ‌آباد و فوجداری و راهداری نیز واقع شده، لهذا شروع مقدمه از هانجا می نمائیم- چون از خدمت امتیازگڈھ ادونی(۱) که قلعداری و دیوانی و فوجداری و امینی‌کل و اقتدار و اختیار آن ملک وسیع همه بامن بود ، و بی هنگام پای تغیر درمیان آمد و جمعیت کثیر نوکر کرده بودم، چنانچه در وقت تغیر جمیع مایعرف من عشر عشیر طلب سپاه من نمی شد، گذشت، آنچه گذشت - چون حیات باقی بود با قبایل و ناموس سلامت توانستیم برآمد - نظر بر پریشانی احوال و مسافت بعیده از ادونی تا لشکر ظل الٰهی (ب)، خدمت قلعداری‌و فوجداری احسن‌آبادگلبرگه(۲) به‌من تفویض نمودند، تا لختی(ج) بیاسایم- من‌یک ماهی در آنجا مانده به التماس خاف ارجمند هدایت الله‌خان

(الف) جو عبارت قوسین میں ہے وہ پنجاب پبلک لائبریری کے نسخہ الف سے لی گئی ہے (ص ۳) -

(ب) عالمگیر اعظم -

(ج) پبلک لائبریری کے نسخہ الف میں ہے از تعبی بیاسایم (ص ۴) -

که اکنون به خطاب هوشدارخان(الف) ممتاز است، نایب گذاشته، جریده بر کاب رسیدم۔ در بهادرگڈه وقتیکه متوجه تسخیر کندانه(۳) بودند(ب)، ملازمت کردم، الطاف بسیار فرمودند۔ همان راه و ربطی که داشتم دران هیچ فتوری راه یاب نه بود ۔ درمحاصرهٔ قلعه کندانه مرا سه چهار کروهی لشکر که همان یک راه درآمده ، لشکر به تهانه نشاندند ۔ چه دایم دران ملک، تا تسخیر قلاع دکهن در پیش بود ، به طریق تهانه هاجا نزدیک به لشکر می بودم ۔ چه در بیجاپور و چه در حیدرآباد ۔ اتفاقاً غنیم بسیار سنگینی آمد ۔ چنانچه تا کنار لشکر دستبرد کرد(۴) ۔ بفضل ایزدی من باقل قابل دران سرزمین قایم ماندم ۔ غنیم بسیار کوشید اما برمن دستی نیافت ۔ شکسته و کوفته برگشت ۔ دراین صورت مجرای عظیمی شد ۔ تحسین و آفرین بسیاری نمودند و طرفه آبروی درخلق حاصل آمد ۔ در جلدوی این بخان نور چشم و برادران دیگر که در گلبرگه گذاشته، آمده بودم، اضافه ها دادند ۔ (ج)

من بعد پس از تسخیر کندانه و راج گڈه و تورنه(د) خود بدولت مراجعت فرمودند ۔ برای حفاظت راج گڑه که نو بدست آمده بود، اکثری از پیش منصبان را تکلیف فرمودند ۔ چون کار خالی از دشواری نه بود،

(الف) هوشدار خان کے حالات مقدمے میں به سلسله حالات واضح لکھے جا چکے ہیں ۔
(ب) اصل نسخے میں "بودم" تھا مگر اس کا غلط ہونا محتاج تصریح نہیں ۔
(ج) مطلب یه که ان کے منصب بڑھا دیے۔
(د) راج گڈھ اور تورنه دونوں پونا سے جنوب مغرب میں ہیں ۔

اکثری ابا نمودند ـ شامگاهی مرا و خان نور چشم(الف) را همراه یاد فرمودند۔ چون به حضور رسیدم،گفتند: ترا براج گڈه می فرستیم، می‌روی؟ عرض کردم که حاضرم۔ قهوه که نوش جان می کردند، عنایت نمودند و فرمودند که بیرون در آبدار خانه قهوه خورده رخصت شو ـ چون آمدم فاتحه خوانده ، رخصت کردند ـ و دو اسپ و دو صد وصد مهری به من و خان نور چشم و پنج اسپ دیگر از طویله برای برادران دادند ـ و دو صد گاؤ(ب) رسد غله نیز همراه کردند ـ وقت نماز صبح رسد غله راگرفته روانه شدم ـ ما و خان نور چشم با دوسه سوار دیگر، به وقت رخصت ، حضرت وعده فرمودند که تا رسیدن برشکال ، که دو ماه درمیان است ، البته ترا می طلبیم و دیگری را می فرستیم ـ به این وضع به بدرقهٔ فضل الهی درهفت روز به تعلقهٔ مذکور رسیدیم ـ و چهل روز در آنجا ماندیم ـ درین اربعین به تنهایی و مکانی باین ارتفاع و هوا، چند صباحی که بودیم بسیار بکیفیت و روداد متعالی عالیه بسر رفت۔ بعد ازان منصور خان را رعایت اضافه نموده ، فرستادند ـ و فرمان بدستخط خاص قلمی نمودند که بنا بر ایفاء وعده ترا به حضور طلبیدیم ـ و دران فرمان الطاف بسیاری مندرج بود ـ بهمان جمعیت که رفته بودیم ، باز مراجعت کردیم۔ این مرتبه چون راه هم بعید شده بود ، و غنیم بسیاری منتشر ، اکثر جا کار به تنگ رسیده بود ـ چون به حضور رسیدیم مورد الطاف بسیاری شدیم ـ

(الف) ''خان نور چشم'' سے مراد ہے واضح کا بیٹا هدایت اللہ جسے ''هوشدار خان'' کا خطاب ملا ـ

(ب) پبلک لائبریری کے نسخه الف میں ہے ''صد گاؤ'' (ص ٦) ـ

چون به آن حالت از ادونی و گلبرگه آمده بودیم ، و جاگیرها هم دران عزل و نصب همه رفته ، حالت پریشانی غالب شده بود ـ چون همیشه حضرت بر جزئیات احوال مطلع بودند، مصحوب امیرخان(۵)روبرو درعدالت پیغام نمودند که اضطرار بسیار مجال تو راه یافته ، چند روزی به‌تقریب‌خدمتی بیاسا ـ بالفعل خدمت قلعداری وفوجداری قلعه مندو ، (۶) که نوازش‌خان(۷) پسراسلام‌خان رومی سه هزاری دوهزار سوار درانجا هست ، و ازوکاری بر نمی آید، به تو می فرمائیم که آنجا باید رفت ـ مرا از الفتی که بجناب ظل اللهی بود و وقت سلطنت نیز اخیر بنظردرمی آمد ، قبول این‌خدمت ننمودم ـ بعد عدالت چون این مقدمه خان نورچشم شنید و به اهل خانه خبر رسید ، ماتمی براینها رو داد ـ چه قبائل خان نور چشم در صوبهٔ مالوه که کالوطن شده بود ، پر به عسرت کشیده ، اضطراب حال او از حد گذشت ـ و مصمم کرد که ترک نوکری کرده به من هم ملاقات نا نموده ، بی سروپا برخاسته ، برود ـ و اهل خانهٔ ما نیز همه آیس و دل شکسته شدند ـ چون حالت اینها این چنین، مشاهده شد ، و حق باینها بود ، دندان بر جگر فشرده بخان نورچشم بالضرورة گفتم که اختیار ما بشماست ـ من خود را فدای جمعیت شما نمودم ـ خان‌جان عمر همان وقت شام به استعجال نزد امیر خان ، که واسطهٔ پیغام خدمت بود ، رفته گفت ، پدر را راضی کردم ـ

از انجا ، که امیر خان را بجهات کثیره این معنی مرغوب بود ، همان شب رفته ، عرض کرد و مشخص شد ـ هیهات! چگویم که بر من چه گذشت ـ صباح آن حضرت در عدالت مرا اسپ و خلعت و خان نور چشم و عطاء الله پسرش را نیز خلاع داده ، رخصت کردند ـ لاعلاج

به التماس من مقرر شدکه تا مهیا شدن اسناد خدمت به مجرای آمده باشم۔ و ده پانزده روزی که برین گذشت۔ درین مدت از راه فضل و کرم خدمات مرا که میر توزکی(الف) و داروغگی رسالۀ دکهنیان از تغیر منعم خان به من مقرر شده بود ، به دیگران مقرر فرمودند ۔ اما تسلیم نه فرمودند ، برای پاس خاطر من تا آنکه بالضرور بایست رخصت شد ۔

آن وقت خود بدولت غرفۀ خوابگاه واکردند و مرا همانجا طلبیدند۔ و این الفاظ فرمودند که الحال میانه ما و شما جدائیست ، باز ملاقات ها کجا! آنچه از ما در حق شما دانسته و نادانسته بوقوع آمده باشد همه را بحل کنید و لفظ بحل سه مرتبه از صدق دل به زبان بیارید ۔ و ما نیز، چون خدمت ما را بسیار کرده اید، آنچه از شما تقصیری شده باشد، دانسته و نادانسته همه را بحل نمودیم ۔ به شنیدن این الفاظ مرا حالتی رو داد که گریه در گلو گره شد ۔ آواز بر آمدن مقدور نه بود ۔ چون حضرت بجدی بسیار فرمودند لفظ ''بحل،، بهمان حالت گریه سه مرتبه گفتم۔ خود هم آبدیده شده، فاتحه خواندند و رخصت فرمودند۔ از بس غم شدید در دل من اثر کرده بود از لشکر به خجسته بنیاد(۸) رسیدم۔ طرفه آزادی کشیدم۔ چون حیات مستعار باقی بود نفس منقطع نه گردید۔ تا آنکه روزی

(الف) میر توزک کا وظیفه یه تها۔ که جلوس یا کوچ میں نظم برقرار رکھے اور جو لوگ دربار سے غیرحاضر هوں، ان کے متعلق اطلاع دیتا رہے داروغه رساله یعنی همارے دور کی اصطلاح میں رسالے کا سپرنٹنڈنٹ، جو گهوڑوں کا جائزه لیتا رهتا تها تاکه کوئی شخص یونهی آ کر نه شامل هو جائے۔ نیز سب کے گهوڑے اچھے اور لائق کار هوں۔

داخل قلعه مندو شدم از در خانه تا نشیمن طاقت رفتار بود ـ خان نور چشم که شب در مندو مانده به کوتهری(۹) پیراہہ تعلقۂ خدمت خود بخیریت روانه گردید ـ بهان کدورت و المی که بود یک سال و چند ماه دران مکان بودم ـ

باب دوم

آمدن شاهزاده محمد بیدار بخت بهادر بصوبیداری مالوه (و) در اوجین ملازمت نمودن مؤلف (الف)

شاهزادۂ معزالیه محمد بیدار بخت بهادر به صوبه داری مالوه تشریف آوردند و در اوجین رفته ، ملازمت ایشان نمودم ـ بفضل‌الله در اندک زمان و معدود ایام میان من و ایشان موافقتی افتاد که ما فوق آن میان سلاطین(۱) و نوکر متصور نیست ـ یک لمحه بی من نه بود ـ ۵ و هیچ نمی خورد که ازان به من نمی فرستاد ـ و هیچ کار عمده بی مشورت من نمی کرد و آنچه می گفتم آن را نص قاطع می دانست ـ تفصیل مراتب عنایات ایشان را مقدور بیان نیست ، بدین سبب محسود عالمی نزدیک و دور بودم ـ

(الف) پورا عنوان یوں ہے ـ آمدن شہزاده محمد بیدار بخت بهادر صوبه دار مالوه و در اوجین ملازمت نمودن ـ

در این ضمن بادشاهزادهٔ عالیجاه محمد اعظم شاه از صوبه داری گجرات عازم حضور حضرت ظل الٰهی که در احمد نگر تشریف داشتند، شدند ـ و براه مالوه آمدند ـ بشناسائی قدیم که عنایات حضرت ظل الٰهی از دیده و دانسته بودند و از صغر سن ایشان(الف) در بندگی ایشان مربوط بودم و از تعریفات و توصیفات مفرط محمد بیدار بخت سلوکی با من مرعی داشتند که بیان آن بطول می کشد ـ و چون ایشان از مالوه گذشتند، صوبه داری گجرات بجای پدر به محمد بیدار بخت بهادر مقرون شد ـ ایشان هم روانا صوبهٔ گجرات شدند ـ تا سرحد مالوه مرا همراه بردند که پیشتر از ملاحظهٔ حضرت ظل الٰهی مقدور نبود ـ چه گویم به کدام دل و به چه حالت مرا رخصت نمودند و عهد گرفتند که هفته بهفته می باید که عریضهٔ تو بما برسد و ما نیز هم چو مقرر کردیم که هفته به هفته نشان عالیشان به خط خود مشتمل برجمیع کیفیات رویداد احوال خود بنویسم، نوعیکه هر چه بایه کرد به مشورت تو باشد ـ این طریق میان (من) و ایشان مسلوک بود ـ درین بین چه نوشتجات که از طرفین بعمل نیامدا تا آنکه بتاریخ بیست و هشتم ذی قعده روز جمعه (ج) حیات حضرت ظل الله عالم گیر بادشاه دین پناه بآخر رسید و نهم ذیحجه(د) در مندو خبر رسید ـ .

(الف) ایشان سے مراد شہزادہ محمد اعظم عالی جاہ بن عالمگیر ـ
(ب) ''ہفتہ بہ ہفتہ'' سے ''باشد'' تک پورا قول شہزادہ بیدار بخت کا ہے ـ
(ج) ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء ـ
(د) ۹ ذی حجہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۳ مارچ ۱۷۰۷ء ـ

باب سوم

خبر وحشت اثر واقعه حضرت عالمگیر بادشاه و کیفیت آن نالهٔ جانکاه

شمه ای از کیفیت آن نقل کنم تا باز داستان احوال خود به سررشتهٔ سخن ملحق گردد - از استماع واقعه بادشاه قدردان مهربان خود چگویم که بر من چه گذشت - این قدر می دانم که تفقدات و پرورش و خصوصیات پنجاه سالهٔ آن آفتاب ذره پرور در جد و جهد ترقیات و حسن اعتقاد و مزید کوشش های که از صغر من تا سرحد پیری کرده و انقلاب حالات و کیفیات غریبه آنچه گذشته بود ، همه یک کیفیت موحش مؤلمی شد و بر دلم زد - نمی دانم من چه شدم و بر من چه گذشت -

القصه چون محمد اعظم شاه در حضور بود ، اما قبل از رحلت خود حضرت ظل سبحانی ، عارف ربانی ادراک وقت و زمان رحلت خود ، از لوح محفوظ قلب سلیم فرموده بودند - سه چهار روز ازان پیشتر محمد کامبخش را به صوبه داری بیجاپور و محمد اعظم شاه را به مالوه(۱) به طرفه عنایتی و در همچو وقتی به قدرتی و صولتی و تحکمی بر آورد و رخصت فرمودند که بهیچ بادشاه ذی استقلالی مقدور نیست و غرض ازین حرکت

(الف) پورا عنوان یوں ہے - رسیدن خبر وحشت اثر واقعه حضرت عالمگیر بادشاه و کیفیت آن نالهٔ جانکاه -

آن بود که بعد رحلت ایشان در ملک بیگانه(۲) فسادی بر پا نه شود ـ نوامیس را آفتی نه رسد و در تجهیز و تکفین حضرت تجلّی راه نه یابد که البته به یک جا بودن آن هر دو برادر متضمن فساد بود ـ چنانچه بعد رحلت شاه عالم که ابناء اربعه ایشان یکجا در حضور بودند ، کیفیت این فساد متحقق گردید ـ هر چند ملک بیگانه نه بود ، معهذا خانمانها و نوامیس عالمی به معرض تلف رفت ـ در ملک بیگانه خود معاذالله ، لیکن محمد اعظم نیز ادراک کوفت ایشان نموده ، اگرچه در بر آمدن مجال توقف نه داشت ، اما در رفتن تانی و تاملی می نمود(۳) و حضرت خود هم هر چند او را به استعجال بیرون کردند ، بنا بران مصلحت آخر که سزا وار دید همچو عارفی بود ، در پیش رفتن از دو سه منزل احمد نگر که معسکر همایون بود ، تاکید نمی فرمودند ـ بلکه به حمیدالدین خان بهادر(۴) که بعد واقعه خدمتگار خان ناظر قدیمی اسباب تجهیز و تکفین خود به این سپرده بودند و وصیت طریق آن نمود ، و بردن جنازه تا به خجسته بنیاد در قرب مزار شیخ زین‌الدین که الیوم قبر شریف ایشان آنجاست این الفاظ فرمودند که بعد واقعهٔ من به سه روز وارث خواهد رسید ، و نوعیکه باید جنازهٔ مرا روانه خواهد ساخت ـ همچنان شد که روز جمعه حضرت نماز فجر به جماعت نشسته ، ادا نمودند ـ چنانچه همیشه می فرمودند که چه شود ، رحلت من روز جمعه واقع شود ـ و هر کس روز جمعه رحلت می‌کرد بر حال او غبط می فرمودند ـ و تا آخر سن که به نود آمده بود ازان وقت که نماز بر ایشان فرض شده بود، هرگز نماز جمعه فوت نه شده بود ـ فرمودند که فردا جمعه است ـ نگاه حسرتی بطرف آسمان کردند ـ یعنی چه باشد

که رحلت من روز جمعه واقع شود ـ همچنان اول صبح نماز فرض به جماعت ادا کردند ـ و اشراق نیز ادا نموده باحتیاج ضرور رفتند از آنجا که بر پلنگ آمدند ، چنانچه معمول ایشان بود که تا مهیا شدن اسباب وضو از بیت‌الخلا تا مکان خود که آمدند ، درین بین تیمم می فرمودند ـ یک ضرب تیمم زده دست مبارک بر روی خود کشیده بودند که روح قدسی ایشان از تنگنای قفس‌بدن به فضای عالم‌رفیق اعلیٰ پرواز نمود(۵) و انگشتان مبارک بطریق عقد انامل یک ساعت نجوم بعد از انقطاع نفس در حرکت بودند ـ از مراتب وصایا و خبر دادن وقت و زمان و کیفیت رحلت و الفاظی و احوالی که از ایشان به طریق خوارق به ظهور آمده اگر تحریر نمایم از مقصد که اجمالست، دور می مانم،که غرض تحریر احوال خود است ، نه انشای بادشاه نامه ـ ملخص آنکه بعد سوم ذیحجه محمد اعظم شاه به اخبار وکلا و بعض امرا که دم از هوا خواهی و فدویت او می‌زدند بعد تحقیق و تفتیش در احمد نگر به لشکر درآمد(۶) درمراعات اظهار ادب و محبت به‌جناب والد ماجد خود دقیقه ای فرو نه گذاشت ـ و براهل خدمت نزدیکی حضرت مثل حمیدالدین خان بهادر و امیر خان ـ چنانچه مثل یتامای و غربای از سوز و محبت نام پدرگرفته و یاد پدر فرموده گریهٔ بسیار و تفقدات و احترام نموده ـ

بعضی مثل مطلب خان(۷) و خدا بنده خان(۸) و تربیت خان (۹) و امان‌الله خان(۱۰) وغیره از بنده های بادشاهی صداقت و خلوص واقعی با ایشان داشتند و بعضی در مرتبه لابشرط که نه خوش بودند و نه ناخوش و برخی بل شر ذمهٔ قلیلی ناخوش ، امآ به بی اختیاری تابع و گروهی از مغلیه بر سه سردار با نام و نشان، اول خان فروز جنگ (۱۱)

که در آمدن لیت و لعل نمود و نیز صلاح وقت نه دیده نکاوید ـ دیگر چین قلیچ خان خلف فیروز جنگ (۱۲) و محمد امین(۱۳) خود به تصریح و آشکارا در سواد برہان پور از لشکرش بیرون رفتند ـ و ہر جا ہر چه خواستند ، کردند ـ

باب چہارم

جلوس اعظم شاه برتخت سلطنت(الف)

بای حال بتاریخ مذکور محمد اعظم شاه رسیده بتاریخ ۱۰ ذی حجه ۱۱۱۸ء جلوس(۱) برتخت سلطنت عالمگیری نموده بیعت حل و عقدانعقاد پذیرفت ـ تجشنی کرد ـ خورد و بزرگ لشکر علی قدر مراتبهم ملازمت نمودند ـ مناصب و رعایت باکثری بلکه بوالکعب (؟) قلیل و کثیر بنزدیک و دور رسید ـ

درین محل شمه ای از غرائب آثار و عجائب تقدیر خالق لیل و نهار مشاهده شد ـ بطریق اجمال و اشاره دو کلمه بگوئم ـ سبحان الله در زمان بادشاہزادگی اکثر امرا را میل خاطر بجانب او بود ـ و اورا در بعض مراتب مستحسنهٔ سلطنت و ادراکات در درجه و مرتبه می دانستند ـ به مجرد جلوس بر سریر سلطنت ارخای عنان بشیوهٔ چند از تحقیر و کم داشت

(الف) پورا عنوان یوں ہے : بر تخت سلطنت عالمگیری جلوس نمودن اعظم شاه ـ

مردم در صورت استغنای خود ازینها و در خیال باطل خود مصمم ۸ الف
کردن این که هیچ کس بروی او به جنگ نمی تواند آمد ، بی جنگ
ارث سلطنت هندوستان را به اوگذاشته به اقلیم دیگر می روند(۲) دیگر
آنکه درین قسم وقتی به آشکارا گفتن که فکر بیدار بخت زودتر و
پیشتر از دیگران باید کرد (۳) همانا منشاء این از سابق ، ظهور الطاف
حضرت عالمگیر برو بود و بتازگی حضرت عالمگیر شکوه از محمد اعظم
شاه در بعض مراتب به گجرات به بیدار بخت بهادر نوشته اند و ایشان
در جواب آن مطابق مرضی جد بزرگوار چار و ناچار نوشته - و آن
خطوط به دو روز بعد واقعهٔ ظل‌الهی به دست محمد اعظم شاه افتاده(۴)
قصه کوتاه آثار ادبا معاینه و آشکارا آنچه مشهود بصیرت ادراک گردیده
تحریر آن تا کجا نمایم - همه موجب انتباه بر قدرت کاملهٔ الهی و
به اقبال خدا داد بر محمد معظم بهادر شاه ، و فیضان ورود اسباب،
بادشاهی - ع

سبحان من تجبرنی ذات سواه -

هرگاه کار پردازان قضا و قدر امری را مقدر می گردانند جمیع
ازا و اسباب همه بر طبق آن می رود -

چون محمد اعظم شاه بهادر بر تخت سلطنت نشست ، جمیع امرا حاضر
شدند - اکثر رعایت بحال همه نمود - اما طریق معاش باخورد و بزرگ
بل با آنهائیکه دائم از خصوصیت از مخصوصان او خود را می شمردند ۸
مثل مطلب خان و تربیت خان و خدا بنده خان وغیره همه را بنظر
تحقیر می دید - بلکه علی رؤس‌الاشهاد می گفت که اینهابکار ما نمی آیند

نوکر خوز اند - و کلمات رکیک درمشافهۀ هریک نیز می‌گفت - چنانچه در هم چو وقتی تربیت خان که از مدتی میر آتش بود ،و همیشه درقلعه گیریها نسق توپخانه به‌دست او درست بود، روزیکه ازبیرون آمدوملاقات ایشان کرد ، غافل ازینکه خدمت توپخانه به این همه ادعای صداقت لا عن شئی ازو تغیر شده و بنوکری رتبه از نوکران خود فرموده ، تربیت خان می خواست عرضی از مطالب توپخانه نماید که اهل مجلس او را متنبه ساختند که فلان کس خلعت خدمت توپخانه یافته شما معزولید (۹) -

باب پنجم

رفتن محمد کام بخش به بیجا پور

محمد کام بخش که حضرت عالمگیر بادشاه به چند روز قبل از رحلت خود او را رخصت بیجا پور که از سابق آن صوبه تعلق به او داشت ، فرموده بودند ، درسه چهار منزلی احمد نگر خبر واقعۀ حضرت شنید - محمد امین خان بهادر که همراه او بود ، حضرت ظل اللهی نظر بر اینکه او را با فرقۀ تورانیه ربطی داده بودند ، به مجرد استماع واقعه حضرت با جمعی از تورانیه و بعضی دیگر که ازو ناراضی بودند ، جدا شد ، چه او را بی جوهر و مجنون مزاج در یافته بود ، گذاشته آمد (۱) و ملازمت محمد اعظم شاه نمود - چون ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ با فوجی شایسته در بیرون بود ، و در آن وقت تربیت خان نیز با فوج خود

بیرونها بود ، و میان نصرت جنگ و تربیت خان رابطهٔ قرابت متحقق(۲) ۱۹
و میان کام بخش و نصرت جنگ کمال مخالفت به آن تقریب که در چنجی
او را دستگیر کرده بود (۳) ، درین وقت که کام بخش با جمعیت قلیل
تنها و هیچ یک از بنده های بادشاهی رفیق او نه ، خایف و مضطرب
متوجه بیجاپور بود، محمد اعظم شاه به نصرت جنگ و تربیت خان فرامین
نوشت که چون با او از بیجا پور قریب اید از همان طرف آمده سد راه او
شوید ـ بالفعل کار او این همه نیست که بر این دو کس کذائی
دشوار باشد ، بآسانی او را دستگیر نموده بیارید ـ آغره متوجه آن امر
اصلا نه شده ، آیا واهمه کردند از توره که مقدور خود نه دیدند ؟ و
آیا چون همیشه سیار پس کوچه های تز و یر که آن را به زعم خود
تدبیر می دا نند ، هستند ؟ چنانچه از همین خواهنددید ، آخر آنچه
خوا هند دید ـ بنا بر خیالی متوجه او نه شدند ـ بلکه گمان اینست که
به طریق سپارش به او چیزی هم نوشته باشند ـ

بهر کیفیت بی نیل مقصود مضمون فرمان آمده ملازمت محمد اعظم شاه
نمودند ـ چون وقت مقتضی همین بود ، با اینها ازین مقوله هیچ نه گفت
و خود نیز متوجه محمد کام بخش و موقف آن اصلا نه شده ـ فرستادن پسر
بلکه جمیعت امرا هم دران وقت مصلحت نیفتاده ، همانا همچو شاه عالم
بهادری در مقابل داشت ، هرچند به حمیت جاهلیت بلند پروازیهای بی
اصل می کرد و به مردم این چنین می نمود ، اما دلش می دانست که
با که کار است ـ فی‌الحقیقت پنجاه سال است که بادشاه است و کاردانیها ۹
کرده ـ به این حال بتاریخ چهاردهم شهر ذی حجه (الف) محمد اعظم شاه

(الف) ۸ مارچ ۱۷۰۷ء ـ

با بار و بنه و خدمه و قبائل جمیع مردم هندوستان از که و مه خود را مجرد قافله باشی قرارداده به قدم تأنی و تمکین از احمد نگر عازم هندوستان گردید و به آهستگی منازل مقرری منزل به منزل رهگرای می‌شد - و از رهگذر وسیع اکبر پور چپ زده متوجه گهاٹ تومری (الف) شد - آری ، بیت :

چو تیره شود مرد را روزگار
همه آن کند کش نیاید بکار

آن راه کوه و جنگل و درهٔ طولانی تنگ بی آبهٔ مطلق چنانچه در دو منزل جمی غفیر از ذکور و اناث غربا از بی آبی و کثرت و هجوم و مغارهٔ تنگ هلاک گردیدند - و بعض دانایان جهان دیده صاحب کمال ، صاحب ادراک ، باطن آشنا در آن وقت گفتند که این حرکت ازین جاهل از علامات خیر برای او نمی نماید -

همانا حضرت عالمگیر وقتی که متوجه جنگ داراشکوه از دکن عازم هندوستان شدند به گذر اکبر پور عبور نموده بودند - و این جوان عبث شگونی را بر خود منقلب گردانید -

---

(الف) نیا واڑ سے (جو هنڈیا کے بالمقابل نربدا کے کنارے ہے) تومڑی سولہ میل شمال میں ہے اور سابقہ ریاست بھوپال کے حدود میں تھا (ارون جلد اول ص ۱۲ حاشیه)

باب ششم

آمدن محمد بیدار بخت از گجرات به مالوه به عزم هند (الف)

بالفعل این حکایت را سرگشتهٔ همین بادیه گذاشته شمه‌ای از احوال محمد بیدار بخت بهادر که در گجرات بود و ما را اتفاق رفاقت با او افتاده نقل نمایم ، تاجاییکه آن هر دو را باهم رسانیم ، و باز یک داستان تا آخر نقل کنیم -

القصه بعد واقعهٔ بادشاه دین پناه چون محمد اعظم شاه قافله باشی شده ، جمیع نوامیس مردم را از دکهن همراه گرفته منزل به منزل رهگرا گردید ، به محمد بیدار بخت بهادر فرمانی نوشت که شما از گجرات به قدم استعجال شتافته، پیشتر سد راه شاه عالم شوید(۱) - از انجا که آن فرزند سعادت مند محمد بیدار بخت بهادر با جد ماجد خود طرفه صداقتی داشت ، چنانچه بهان سبب پدر دشمن پسر شده بود ، وبیهم نفاق قایم گشته، طرفه غمی و المی برو طاری شد - تا آنکه وقتی که در اوجین او را دیدم در ماتم جد گریان و بریان و چشمش دایم به اشک تر می بود - از گجرات باجمعیت سه هزار سوار که از نوکران قدیمی داشت - و مجموع خزانهٔ

(الف) پورا عنوان یوں ہے - آمدن محمد بیدار بخت از گجرات به مالوه به عزم هندوستان به هراولی پدر و در او جین به شرف ملازمتش مشرف شدن مؤلف این اوراق -

او به سی لک روپیه می‌رسید، عازم ہندوستان گردید و راه اوجین سر کرد ـ و بست لک روپیه خزانه بادشاہی در گجرات موجود بوده آن را دست نه رسانید ، از بیم آنکه دلنشین پدر کرده بودند که او در سر خیال دیگر دارد ، بنا بران مبلغ را دست نه رسانید ، و نه بر جمعیت سپاه افزود ، بلکه اگر می خواست از گجرات تا یک کرور روپیه از ساہوکاران و زمینداران آنجا بی تعب و آزار کسی می یافت ـ چنانچه مراد بخش وقتیکه به جنگ دارا شکوه متوجه ہندوستان بود، زیاده ازین ازان شہر تحصیل کرده بود ـ

بہر کیف روزیکه ازگجرات متوجه مالوه شد ، نشانی از روانه شدن خود به من نوشته و تا رسیدن به مالوه سه نشان دیگر بخط خود نوشت لیکن ہرکاره‌ها از خوف راه یکی ہم به من نه رسانیدند و چون او منتظر رسیدن من بود ، در راه چنانچه جهابوه که سرحد صوبه مالوه به گجرات پیوسته و آن را دو حد می گویند(۲) منزل به منزل یاد من می کرد و می‌گفت آیا چه شد که او خود را به من نه رسانید ـ ارباب حسدو عناد که با وجود من اعتباری نه داشتند قابو یافته به کثرت افواه از ہرطرف به او می رسانیدند، که او ہرگز ہرگز نزد شما نخواهد آمد ـ چون مخالفت پدر باشما دانسته است و او بادشاه شده ، خود را البته آنجا می‌رساند ـ تا آنکه بسه منزل اوجین رسید ـ اکنون باوجود این ہمه رسوخ و اعتماد فی‌الجمله ازین معنی مخطور او ہم نشد ـ تا آنکه غرۂ محرم (الف)

(الف) یکم محرم ۱۱۱۹ء مطابق ۲۳ مارچ ۱۷۰۷ء ـ

نصف‌النهار این همه نشانهای دستخط خاص او هر کاره‌ها یکجا به من رسانیدند۔ همان وقت با دو شتر جلو که در قلعه حاضر بود ، خیمهٔ مختصری و قلیل اسباب ضروری که بر آنها توانسنم برداشت، بر نالکی سوار شده از قلعه برآمدم و روانه شدم ۔ و خدمت را به برادر نور چشم رفیق مدام میر نصرالله خلف قبله گاهی میر سنجر(۳) سپردم و اهل خانه که خواهر حقیقی ایشان است، و عیال و اطفال همه به‌ایشان حواله نمودم ۔ تا آنکه روزی که محمد بیدار بخت بهادر می خواست داخل اوجین شود و از هفت کروهی که آنجا منزل کرده بود سوار شد ۔ نیم کروهی قطع راه نموده باشد که در عرصهٔ سه روز این همه راه طولانی قطع نموده من رسیدم ۔ خود بر نالکی سوار بود ۔ همین که من از دور بر اسپ نمودار شدم به مردمیکه در جلو بودند، گفت نه این فلانی است؟ گفتند همانست، که من در رسیدم ۔ نالکی ایستاده کرده از دور هر دو دست درازکرده ، آغوش وا کرده گفت بیا بیا که در انتظار تو چشم سفید شده ۔ قدم بوس نمودم ۔ سرم را درکنار گرفت ۔ نذریکه داشتم، گذراینده ۔ نیمه آستینی که در برداشت فرود آورده به‌من دادند ، پوشیده تسلیمات و آداب بجا آوردم ۔ اول سخنی که گفت همین پرسش و رفت و گریه از احوال بادشاه عالمگیر مغفور و شروع به گریه های های کرد، چون عقیدت مرا و الطاف ظل‌الله را نسبت به حال من می دانست ۔ باز تمام منزل من سوارهٔ اسپ برابر پالکی می رفتم و سرگزشت خود بالتمام نقل می‌کردم ۔ وجه نه رسیدن من نیز در راه عرض‌کردم۔ جمعی که در حق من شماتت نموده بودند همان وقت آنها را از جلو ، خوار و خفیف بدر کرد و منع آمدن از مجرا نمود ۔

القصه به اوجین رسیده داخل شهر و عمارت نه شده، خیمه بیرون شهر به یک کروہی کنار دریا زد - و صوبه دار مالوه که امان‌الله مخاطب به عبدالله خان بود، ملازمت نمود - قریب یک ماه و بیست روز بانتظار رسیدن پدر در آنجا متوقف بود - چنانچه پدر مغرور ، ہوش و شعور ہمه وقف تہور نمود ، از ہیچ جا نه دانسته، از راه کمال عتاب بیدماغی فرمانی به خط خود نوشت که تاحال شما به قدم استعجال نشتافته کشتیہای دریای ستلج را که متصل لاہور است غرق نه کردید(۴) و سد راه غنیم نه شدید ، اگرچه نه احیاناً چه امکان دارد که به قصد جنگ رو بطرف ما گزارد - اما از شما خطای عظیم بود - این فقره از خط او بلا تفاوت نقل است

محمد بیدار بخت بہادر از اوجین به دستخط خاص خود از راه عنایت به فرزند ارجمند من ہوشدار خان که در آن وقت خطاب ہدایت‌الله خان داشت ، و فوجدار د که (۵) دو منزلی اوجین است ، بود ، نوشت که والد شما از فدویان معتمد ماست ، در رکاب است ، عجب که شما تا حال خود را بحضور نه رسانیده اید - آن فرزند خلف واقعی ہوشدار خان در جواب نشان عرضه داشت کرد که عنقریب سعادت اندوز ملازمت می شویم و به من نوشت که از نظر بگذرانم که در جواب نشان عالی اگر این معنی می نوشتم ، دور از آداب قاعده دانی بود - شما معروض دارید که والد من ، که تنہا و بی جمعیت در رکاب است ، ازو سرداری و کار مشورت و خدمتگاری حضور ہم می تواند آمد و من بی جمعیت و فوج ، تنہا مصدر کاری نمی تو انم شد - بالفعل دو ہزار سوار

موجود قدیمی آزموده کار بیست ساله رفیق مهیا دارم - و حالت من این است که بیرون تعلقهٔ فوجداری اینها را یک ماه و دو ماه توانم نگهداشت، فهرست مواجب خانگی خود فرستاده ام ، اگر به قدر یکجا همه هم باینها ۲ مرحمت شود آمدن من صورت می گیرد و الا نه ، معذورم -

به من فرمودند (شهزاده بیدار بخت) که برای هدایت‌الله خان هر قدر مبلغ که میخواست مضایقه نه بود - اما هیهات ! اگر این جمعیت بطلبم ، و مردم خلوص عقیدت شمارا بامن دلنشین بادشاه بانحای مختلفه کرده اند ، همین که این خبر ها معروض شد ، همان وقت بلا اهمال از اندیشهٔ شاه عالم دست برداشته فکر کار من می کند و برو مدلل می کند که من به اعلان بغی نمودم - شما همین به پسر خود بنویسید - چون به آن نورچشم نوشتم ، فسخ عزیمت آمدن نمود و به من صاف درجواب نوشت که شمارا بخدای کریم می سپارم - و از بی سعادتی از بندگی شما هم درین وقت مقصر گشتم ، اما آمدن من امکان نه دارد - بلکه مکرر استخاره نموده ام - اگر ممکن باشد به نوعی شما هم از همراهی تخلف نمائید که عاقبت کارش خوب به نظر نمی آید - لله الحمد جواب آن سعادتمند فرزند دلبند و حضرت قبله گاه میر سنجر ازین بایه محفوظ ماند -

بهر کیف به موجب این همه تاکید و تشدید محمد اعظم شاه ، محمد بیدار بخت بهادر رهگرای اکبر آباد شد - از حضور اکنون فوجی که به هراولی ایشان تعین شد ، ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ (۶) با هر دو راجپوت که همیشه در دکهن رفیق او بودند ، یکی رام سنگھ هاده(۷) زمیندار کوته ، دوم دلپت بوندیله(۸) ، و امان‌الله

خان که از فدویان معتمد ایشان بود و فی‌الحقیقت برای احتیاط و خبرداری محمد بیدار بخت بهادر او را از خود جدا کرده بود و میرزا راجه جی سنگه(۹) و امان‌الله (عبدالله خان) که صوبه دار مالوه بود و خان عالم دکهنی(۱۰) با برادرش منور خان(۱۱) که هراولی بنام اینها مقرر داشت با جمعی دیگر که مجموع این فوج از پنج شش هزار سوار موجودی نمی گذشت ، متعین شده به رکاب ایشان پیشروی در فلان منزل(۱۲) رسیدند ۔

باب هفتم

رسیدن شاهزاده محمد عظیم‌الشان بهادر باکبر آباد

چون حضرت عالمگیر در مرض موت ضعف بدن و تخلل حواس به درجهٔ اتم یافتند و بر تند مزاجی و خود پسندی محمد اعظم شاه که دور از سلطنت و ریاست است ، نظر نموده بجهت انتظام مهام سلطنت محمد عظیم‌الشان خلف رشید محمد معظم بهادر شاه را که به نظم و نسق صوبهٔ عظیم آباد مقرر بود ، طلب فرمودند(۱) آن بادشاهزاده به ورود

(الف) پورا عنوان یوں ہے :

رسیدن شاهزداه محمد عظیم‌الشان بهادر به اکبر آباد و دستگیر و قید نمودن مختار خان صوبه دار اکبر آباد که خسر محمد بیدار بخت بود ۔

فرمان شاهی بجای خود فرخ‌سیر پسر خود را به انتظام‌صوبهٔ مذکورگذاشته خود روانه حضور شده بود۔ در هنگامیکه در اندک فرصت و کمی مدت بسر حد کوره جهان آباد(الف) رسیده بود که در آنجا خبر بادشاه گردی شنیده ، متوقف شد و به مشاورت کار دیده های مثل آقا محمد سعید(ب) و جمعی دیگر چنان قرار داد که قبل از رسیدن محمد اعظم‌شاه ۱۳ به مستقر الخلافه اکبر آباد رسیده به، حکومت شهر و ضبط قلعه و خزائن آن باید کوشید ۔ پس بسرعت تمام در عرصهٔ دو سه روز در ظاهر آگره رسیده ۔ شاهزاده محمد عظیم‌الشان بهادر که مدتی قبل ازین بحکم جد بزرگوار خود از بنگاله عازم حضور بود ۔ از اتفاقات حسنه و درست نشینی نقش تقدیر و اقبال خدا داد شاه عالم‌بهادر شاه ، پیش ازین به یک ماه قریب به اکبر آباد رسیده بود که خبر واقعهٔ بادشاه دین پناه بایشان رسید ۔ و (خبر) عزیمت شاه عالم بهادر نیز بایشان رسیده ، متوجهٔ اکبر آباد شدند ۔ بقلعه دار آنجا که باقی خان(۲) نام داشت پیغام عنایت و نوازش نمود که آنچه از مراتب به خاطر آن قدیم الخدمت برسد، مرعی و مبذول خواهد شد ۔ باقی خان در جواب صاف نوشت که باوجود محمد معظم بهادر شاه افتتاح قلعه حق شما نیست ۔ و خود به چندین توپها و ضبط و ربط جنگ کمر همت بربست ۔ بادشاهزاده ازین حرکت به غیرت و غضب آمده فوج گران به محاصرهٔ قلعه و استخراج و استخفاف باقی خان فرستاد ۔

(الف) وہ شہزاد پور پہنچا ہوا تھا جو سرکار کوڑہ جہان آباد میں ہے ۔ (ارون جلد اول ۔ ص ۱۶)

(ب) آغا محمد سعید باز خان برادر دلیر خان (جلد اول ص ۱۶)

همین که سپاه شاهزاده ظاهر شد به یک دو ضرب توپ برق آشوب که بر قلعه سر شد از هم باشیدند(۳)- آخرش خان مذکور از روی دور بینی به در عجز آمده مهلت بست روزه خواست - شاهزاده التماس او را به شرف اجابت بخشیده و به خلعت سرفراز فرموده و دیگر متعینه های مستقر الخلافه را به اضافه و انعام نیز ممتاز ساخت و قریب چهل هزار سوار نوکر داشته ، اسباب حرب را ترتیب داده ، انتظار قدوم پدر عالی قدر می نمود -

القصه چون محمد بیدار بخت و مختار خان که صوبه دار اکبر آباد بود و از متوسلان و فدویان محمد اعظم شاه و خسر معزول محمد بیدار بخت بهادر بود ، کشتیهای جمنا را غرق کرده و معابر و گذر های دریا مسدود نموده به قصد انسداد عظیم الشان بهادر پرداخت ، آن بادشاهزاده (الف) بهادر صائب رای از معابر دور تر عبور نموده به اکبر آباد آمد - این بیچارهٔ همه چیز را چه یارای استقامت و مقابله با همچو صاحب زادهٔ ذی شوکت ؟ اورا مقید فرموده و خانه اش ضبط فرمودند - بعد ازان به قلعدار آنجا که نظر بمراتب قدم خدمت این دود مان و خاندان او که عالی فطرتان این دود مان صاحب قرانی را نسبت به امثال این قسم بنده ها می باشد ، خفت و خواری و رسوایی او را از کمال کرم روا نه داشتند و تا آن وقت شعار آن‌دود مان عالیشان بر همین نمط اباً عن جد بود که هر چند با مخالف نظر به روابط موافقت نموده به جنگ در

(الف) یعنی عظیم‌الشان -

همرای بادشاهزاده ها می آمدند ، اما من بعد که سلطنت به یکی می رسید به قتل و خفت آنها نمی پرداختند ، بلکه هر چند رسوخ و شجاعت در همراهی آقای خود می کردند ، مورد اعتبار بیشتر می گردیدند و ارکان دولت و نسق سلطنت را منحصر در همین ذی خاندانهای بزرگ می دانستند و می فرمودند که آنهارا مخالف با صاحب تخت و تاج نیست۔ هر گاه سلطنت از ما شد همه بنده و فدوی ما هستند ۔ اگر آنها را از پا در آریم ، یا بکشیم، باز کار ملک و سلطنت بجای اینها از که بگیریم ؟ و به همین رای عالی این دودمان عالی همیشه نظم و نسق اقلیم وسیع هندوستان هرگز تخلل پذیر نبود و جمعی از بی نام و نشانها که در ایام شاهزادگی که دران وقت نوکران ایشان مثل نوکران ما و امرا بلکه اکثری از همانها می بودند ، بقدر خدمت و جانفشانی امارت ومرتبه عطا می فرمودند ، چه کار هر کس از همان کس که شده آمده است ، می تواند آمد ۔

باب هشتم

اقدام بیدار بخت و عبور چنبل

القصه چون محمد بیدار بخت بهادر به دریای چنبل رسید محمد اعظم شاه نزدیک به گوالیار آمد (۱) ۔ محمدعظیم‌الشان بهادر که هنوز شاه عالم بهادر به نزدیکی اکبر آباد نه رسیده بودند ، مثل محتشم خان (۲) پسر شیخ میر و جمعی از ملازمان خود با توپخانه و افواج برای انسداد

گذر های چنبل تعین فرمودند ـ محمد بیدار بخت بهادر که بادشاهزادهٔ اشجع ، غیور، عالی ہمت، جری، دلاور بود، میان پدر متہور و او ہمیشه در مقدمه سپاہگری انذار میرفت و درین قسم امور نظر آن پدر متہور مغرور ہرگز بر عواقب امور و مصلحت سنجی نبود ـ اگر بنا بر مصلحتی اندک توقفی ازین بادشاہزاده می شد انذار و طعن جبن و خوف مثل بانکہای بروت تاب ہندوستان را می کرد ، به اکبر آباد عزیمت نمود که مسددان گذر دریاها را برداشته بلا توقف از دریا عبور نماید ـ ذوالفقار خان که صاحب رای و مرد جنگ آزموده بود، رائش برین نه بود ـ طرفه ہنگامه روی داد و عجب ماجرای گزشت که قابل نقل است ـ

جمعی پاجی مزاجان کوته اندیش که از لا علاجی و بیکسی مقرب بادشاہزادها می شوند ، و خود را ہم چشم امرای عظیم الشان صاحب خاندان در ذہن ناقص پیش خود قرار می دہند ، و درین قسم اوقات مزاج سلاطین را دریافته راه تقرب و دلسوزی و دولت خواہی وانموده نما نمائی در دخیل شدن کارهای عمده می روند ـ چون ذوالفقار خان در اذهان متهم به بازندگی و سازش و حیله پردازی بود ، قابو یافته ، دل نشین بادشاہزاده نمودند که این مرد محیل زبانی با شاه عالم و عظیم الشان دارد و می خواهد که کار جنگ را به تعویق انداخته ، درمیان صنعت ها کند ـ ازین سمر راضی نیست که جہان پناه از دریا به استعجال عبور فرمایند(نا) ایستگاہی برای خود داشته باشد ـ العلم عندالله ـ می تواند شد که این طور ہم باشد ـ لیکن در نظر عقلا دران وقت درین امر رای ذوالفقار خان صحیح نمود تا آنکه چون اطلاع

برین حاصل نمود که فردا البته قصد عبور از دریا دارند ، تا نصف شب پیغام به دست بنده های عمدهٔ بادشاهی مثل امان‌الله خان و غیر ذالک می نمود که عبور فردا صلاح دولت نیست و ایشان هرگز قبول نمی کردند تا آنکه نصف شب خود بر در دولت خانهٔ ایشان آمد و گفت : عرض ضروری دارم ـ خود بر نیامدند و گفتند، مصلحت شب خوب نیست فردا هرچه خواهد ، معروض باید کرد و من فی‌الجمله از رای امیرالامرا و قبول نه فرمودن ایشان طرف روز اطلاعی حاصل نموده بودم ـ اما از ماجرای شب و این همه اصرار امیرالامرا و طرفین خوب واقف نه بودم ، زیرا که رویهٔ من این بود که درین قسم امور تا خود مرا نمی طلبیدند و شریک مصلحت نمی کردند ، نمی رفتم ـ و حال آنکه این هرگز نبود که درین قسم امور عظیمه مرا شریک مصلحت ننمایند ، لیکن ارباب حسد و غرض قابو یافته ، چون من طرف روز بنا بر طلب او به خانهٔ ذوالفقار خان رفته بودم که با من محبت تمام داشت ، لیکن آن وقت ازین مقوله حرفی درمیان نیامده بود ، به عرض بادشاهزاده رسانده بودند که فلانی(الف) هم درین مصلحت شریک ذوالفقار خان است ـ با وجود آن همه اعتماد و یقین صداقت من ، چون مزاج ایشان به یک طرف افتاده بود ، این معنی مظنون ایشان هم شد ـ ازین جاست که بزرگان فرمودند که بر عنایت واعتبار دهی سلاطین زنهار اعتماد نباید نمود که هرگاه مزاج ایشان بی هیچ هم منحرف شود، دیگر اعتبار هزار ساله را اعتمادی نیست و نمی ماند ـ دریک لمحه که به محض توهم همین که برگشتنند ، بکلی بر می گردند ـ

(الف) مراد ہے ارادت خان مصنف کتاب ـ

فبعد ، (الف) یک ناگاه برخلاف ایام دیگر پیش از نماز فجر نقارۀجنگ نواخته ، خود سلاح جنگ پوشیده ، فتح پیچ بر سر بسته ، بر فیل روز جنگ سوار شده ، بر آمدند ۔ من هنوز در نماز بودم که آواز نقاره شنیدم ۔ به تعجب و حیرت تمام به استعجال کمر بسته به مجرای ایشان آمدم ۔ چند جریب از دولت خانه پیشتر آمده بودند که رسیدم آشفته و بی دماغ کلمات رکیک بآواز بلند گفت در حق ذوالفقار خان با پاجی چند که گرد و پیش فیل بودند و او را منافق وبازنده و محیل و مکار یاد می کرد ۔ همین که مرا دید خاموش شد ، زیرا که از من هم در دل گرفته بود ۔

باب نهم

دل گرفتگی بیدار بخت از مولف

به طریق معهود از اسپ فرمود آمده ، مجرا کردم ۔ اما حیران و فکر این که هرگز بی مشورت من این قسم حرکتی نه کرده بود ، باری امروز چه واقع شد ؟ و قسمی که همیشه مجرای مرا می گرفت و بشاشت می نمود و البته متکلم می شد ۔ امروز چین بر جبین زده ، آشفته مزاج

(الف) فبعد صرف پبلک لائبریری والے نسخه الف میں ہے غالباً یه مصنف کا نہیں بلکه ناقل نے فقروں کی علیحدگی کے لیے خود لکھ لیا ۔ یه لفظ اور مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے ۔

نه حرف و نه حکایتی و نه تبسمی و نه بشاشتی - رو از طرف من گردانده هم چنان رهگرا بود - من بدستور خود که طرف دست راست برابر به گوش فیل ایشان همچنین که دست من به فیل می رسید راه راه خود می رفتم و سخت در فکر بودم - و باجهان معاند که شب این طلسم بسته بودند گرد و پیش شادان و فرحان می رفتند - هر چند باایشان هم من آمدم ، متکلم نه بود ، لیکن از بشاشت و چشمک زنی آن اجلاف دریافتم که امر عظیم حادث شده - درین اثناء ذوالفقار خان اگرچه سوار شده از فوج ایشان دور تر عقب عقب می آمد ، بخشی خود را نزد من فرستاد که کار ضروری است ، شما یک لمحه پیش من بیائید - چه گمانش این که به گفتهٔ من ازین راه خواهد برگشت - چون وضع مجلس را چنین مشاهده کردم و ضابطهٔ من نیز این بود ، که بی پرسیدهٔ ایشان بخانهٔ کسی و نزد کسی از عمده ها نمی رفتم ، التماس کردم که ذوالفقار خان بخشیٔ خود را فرستاده مرا طلبیده است - آشفتگانه به من گفت : ''بروید،، و گفت : ''من خود منع نه کرده ام ، بروید، نرکس شما هم بالای ترکش ذوالفقار خان،، - به بخشی او گفتم : ''هرچه شنیدی ، برو بگو،، - چون سر بر خاش به من داشت بار دیگر رو به من کرده گفت : ''من منع نه کرده ام ، چرا نمی روید و رفیق او نمی شوید ؟،، دود از دماغ من بر آمد و بی اختیار مجنون شدم که هرگز توقع این قسم کلمه از و در خیال من نمی آمد - از اعتماد و عنایتی که از و در حق خود یقین داشتم و بر صداقت خود نازان بودم ، جری و گستاخ و تند گو بودم ، عرض کردم من جزو ضعیف را با امرای عظیم‌الشان چه کار ؟ معتمد و سپه سالار جد شما بود و پدرشما او را اعتبار داده در بندگی شما داده است -

اختیار دارید هرسلوکی که درین وقت‌کار خواهید با او بکنید ـ یکباره آشفته و به من گفت که پادشاه شما را اتالیق من خوده نه کرده است ـ

هیهات ! زمین و آسمان یکجا بسته بر کلهٔ من زدند ـ و مردن دران وقت‌گوارا شد ـ خواستم همان جا گریبان دریده خاک بر سر کرده بدر روم ـ بی اختیار از زبان من برآمد که الحق آبا و اجداد مرا این رتبه کجا بود که اتالیق همچو شما پادشاهزاده توانند شد ، لیکن مرا اگر اتالیقی شما به فرمایند سر و ریش تراشیده به صحرا می روم و قبول این امر نمی کنم ـ چون مرا به این حالت دید ، خاموش شد ـ و دیگر هیچ دم در نه کشید ـ من از پهلوی او به طرف دیگر نه دیده پیشتر روانه شدم ـ

۱ ب هی ! هی ! پادشاهزادهٔ کریم ، متحمل ، بردبار ، صاحب مروت با شرم ، مخلص نواز ، کرم فرما ! چند گامی نه رفته بودم که داروغهٔ خواصان خود را که اکثر میانهٔ من و ایشان محرم پیغامهای اسرار بود، فرستاده ـ او آمد و گفت : ''این الفاظ به من فرمودند که همین قسم رفته بگو که‌امشب چه خواب پریشان دیده ، ترا جنون درگرفته ، دیوانه شده ای ! نمی دا نی که چون مردم دلنشین بادشاه نمودند که در امور مخالفت با بادشاه تو مصلحت سنج منی ؟ میانهٔ (من) و امیرالامراء شب برهم خوردگی عظیم به میان آمده و امروز آن محیل مکار مزور را خفیف کرده ام ـ این بلا همه بر سر تو می آید ـ بنا برین مصلحتهٔ علیٰ رؤس‌الاشهاد با تو درشتی کرده ام ـ این قدر گمان بی عقلی در حق تو نه داشتم،، ـ گفت : ''مرا فرموده اند که عنان اسپش به گیر ! و ایستاده کن تا من برسم،، ـ

لاعلاج ہمانجا ایستادم - ہمینکہ برابر من آمد ، خندہ کرد و گفت کہ ''رای صحیح و اخلاص شما را دیدیم - این ہمہ جنون یعنی چہ ؟،، عرض کردم کہ من ہرگز این کلمات از شما در خیال نمی آوردم آنچہ الحال بہ من پیغام فرمودید ، چرا این مصلحت را بہ من اول ارشاد نہ کردید،، گفت : خیر ، امتحان شما می کردم ، خان صاحب ! دعوای این ہمہ شعور و این ہمہ جلدی و تندی !! عمیق یمنی تحفۂ ، دعای بسیار خوش خط بر آن نوشتہ ، از گلو برآوردہ از بالاے فیل بہ من داد و بلند گفت : بہ بینید چہ نوشتہ است و چہ قدر خوب نوشتہ است - چون آن را خواندم اشارۂ چشمی بہ من کرد کہ نگاہدار - من ہم اشارہ کردم کہ گردوپیش مردم می بینند ، مناسب نیست - و باز بہ ایشان دادم -

باب دهم

مخالفت بیدار بخت و اعظم شاہ

نواح معاند چون این صحبت دیدند ، آہستہ آہستہ باریک شدند - من بودم و شاہزادہ و لب با من بود - گفت حرف دی پریروز از خاطر تو رفتہ کہ در حق تو نوشتہ بودند و من درجواب چہ نوشتم و آن این بود کہ آخرہای روز فرمانی بدستخط خاص ایشان رسید - ضابطہ بود کہ برای گرفتن فرمان کہ می رفتند مرا ہمراہ نمی بردند کہ معتمد ایشان کہ فرمان

می آورد ، مرا ہمراہ نہ بیند ـ شب کہ نصف شب بہ طریق معہود من درخوابگاہ ایشان رفتم ، تنہا در خیمہ محل کہ پلنگ بیدار دل (الف) و مادرش درانجا می‌بود ، مرا انجا طلبید ـ و مادر بیدار دل در حجرہ کہ متصل آن بود برخاستہ می رفت ـ چون رفتم ، فرمان در پیش من انداخت و گفت پیش ہمین چراغیکہ در حضور گذاشتہ بودند ، بخوان ـ خواندم و فرمان را باز بہ ایشان دادم ـ این فقرہ بود کہ روز و شب با ارادت خان مصلحت می کنید ، آیا آن چہ مصلحت است ؟ فرمودند جواب این چہ بہ خاطر می‌رسد ؟ گفتم بخاطر من این می‌رسد کہ من فدوی شمایم ـ مرا از بندگی بالفعل جدا کنید ـ وقت کار خود رامی رسانم ـ گفت ! این خود احتمال نہ دارد ـ فکر جواب این باید کرد ـ گفتم ہرچہ بخاطر عالی برسد ـ فرمودند من ہم مسودہ می کنم ، تو ہم مسودہ بکن ـ

دوات و قلم را از قلمدان خود و پارچہ کاغذی بہ من داد ـ چراغیکہ در ہمان خانہ دورتر کہ بود ، گفت پیش او بنشین و بنویس ـ وخود ہم قلم بدست گرفت و متوجہ مسودہ شد ـ من ہم نوشتم و خود ہم نوشت ـ از اتفاقات ہر دو ہمان یک مطلب بود ، بلکہ تفاوت الفاظ ہم نداشت ـ مضمونش اینکہ بخاطر اقدس خواہد بود کہ وقتیکہ

(الف) بیدار بخت کا بیٹا ـ اس کے کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں ـ مثلاً : فیروز بخت ، بیدار دل ، سعید بخت ، حیات‌اللہ ، بخت افروز بانو بیگم بخت‌النسا بیگم ـ اس کی ایک بیٹی کی شادی بہادر شاہ نے ۲۰ رمضان ۱۱۲۱ (۱۶ نومبر ۱۷۰۹ء) کو معزالدین جہاندار شاہ کے بیٹے عزالدین سے کردی تھی ـ (ارون جلد اول ص ۳۵) ـ

از مالوه متوجه به رکاب ظل‌اللهی بودند به من فرمودند که ارادت خان خانه زاد موروثی ، کارآزموده ، صاحب رای درست است و اخلاص‌مند شماست ، او رابه شما بخشیدم - هرگاه کار عمده به میان آید با او مصلحت خواهید اندیشید - بالفعل ازین عمده تر دیگر کدام کار خواهد شد که در پیش آمده ؟ مطابق ارشاد فیض بنیاد ، الحق در جمیع امور جزوی و کلی همیشه با او مصلحت می بینم ، لیکن معلوم نیست که باریابان حضور را ازین غلام صادق وساوس کدام مصلحت بینی مظنون شده ؟ اگر معلوم کنم کیفیت آن معروض دارم - تحسین و آفرین بسیاری کرد- و گفت با این رای صحیح و موافقت مزاج اگر ترا این قدر نخواهم پس چکنم ؟

الحق درین امر حق بطرف محمد اعظم شاه و هواخواهانش بود ، که پیهانا بیدار بخت را خود البته با پدر مخالفت و قابو طلبی در سر بود و من نمک اعظم شاه نخورده و ادعای صداقت هرگز به او نه نموده بودم ، بجز بیدار بخت -

چنانچه شبی تنها من و ایشان ایستاده بودیم - نزدیک من آمده هر دو دست در گردن من انداخت - سر فراگوش من آورد و گفت : شما مسئله می‌دانید ، هرگاه پدر بادشاهی پسر را خواهی نخواهی خواهد بکشد و این معنی یقین او شود ، اورا چه باید کرد ؟ عرض کردم که این معنی پرسیدنی نه دارد - مسئله دان تر از

۱۸

جد ماجد شما دیگر که خواہد بود ؟ نظر باید کرد که او با پدر خود چه کرد(الف) ۔ سلاطین را ناگزیر ہمان مسلک است ۔

ازین عالم مقدمات ہمیشه میانهٔ من و ایشان بود ۔ چنانچه در ہمین ہنگام که عازم جنگ شاه عالم بود روزی از من مصلحت جست که قابوی دست انداختن مارا چگونه بدست آید و وقت اصلحنش چه باشد ؟ عرض کردم که علاجنش این است که ہرگاه برغنیم ظفر یابند ، شما

(الف) اس معاملے میں عالمگیر کی مثال پیش کرنا باعث حیرت ہے ۔ معاملے کی صورت اختصاراً یہ تھی کہ شاہ جہان سخت بیمار ہوگیا ۔ دارا شکوہ نے جو دربار میں موجود تھا ، تمام معاملات خود سنبھال لیے اور تینوں بھائیوں شجاع ، اورنگ زیب اور مراد کے وکیلوں پر بھی پابندیاں عائد کر دیں ۔ راستے اور گھاٹ روک دئے۔ جب سنا کہ شجاع نے بادشاہی کا اعلان کردیا ہے تو ایک زبردست فوج میرزا راجا جے سنگھ اور اپنے بیٹے کی سرکردگی میں اس کے مقابلے کے لیے بھیج دی ۔ پھر ایک زبردست فوج جسونت سنگھ راٹھور اور قاسم خاں کی سرکردگی میں مراد اور اورنگ زیب کا راستہ روکنے کی غرض سے روانہ کر دی ۔ بلند رتبہ امرا کا مشورہ یہ تھا کہ شاہ جہاں خود تمام امور سنبھال کر شہزادوں کے نام فرمان جاری کر دے اور وہ اپنے مرکزوں میں لوٹ جائیں گے ، لیکن دارا شکوہ اس طرح تمام امور پر حاوی ہوگیا تھا کہ شاہ جہاں کی رائے کارگر نہیں ہوتی تھی ۔ بھائیوں کی جنگ میں اورنگ زیب کامیاب ہوا اور سلطنت کے انتظامات سنبھال لیے ۔ باپ کو مختار بناتا تو جو صورت ایک مرتبہ پیش آ چکی تھی ، اس کا اعادہ ہوتا ۔ صحیح راہ عمل بظاہر وہی تھی جو اورنگ زیب نے اختیار کی تھی ، لیکن باپ کو کوئی گزند نہ پہنچا ۔ البتہ اسے قلعہ آگرہ میں رہنا پڑا ۔ پیش نظر جو صورت ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے ۔

برآورید ، البته به مبارکباد پدر باید آمد - دران وقت عالمی کشته شده و بقیة السیف پریشان و پاشان - وضابطه است که ایشان شامیانه ایستاده چون خیمهٔ دیگر معلوم دو قناتی کشیده خواهند نشست - و شما را لازم است که با همراهان خود که مصدر ترددات شده اند به مجرا بیائید - دران وقت اکثر بنده‌ها مسلح و مکمل همراه شما خواهند بود - و نزد ایشان خصوص دران وقت که شما بروید در اندرون آن دو قنات که آن وقت برای شما پیش رو وا ساخته معلوم که گرد و پیش ایشان چقدر آدم باشند ، قابو می توان کرد - فرمود درست گفتی - تو می‌توانی دران وقت جرأت نموده دست انداخت ؟ گفتم اگرچه آن قدر کار نیست ، لیکن در خاندان ما قسم و عهد مؤکد است که بهیچ حال دست به خون سلاطین نیالایند - آری با تورهٔ که رفیق باشد دربیش او جنگ بکنید ، ۸ وآن وقت هرچه بگذرد ، اما به خدعه زنهار و با دغا هرگز ارادهٔ قتل سلاطین از ما نمی آید - قابوی عاجل خود این است که اگر آن وقت از دست رفت و توره رو به فرار گذاشت ، چنانچه تا آن هنگام در اولاد حضرت صاحب قران این وضع بود - در میدان کشته شدن اول بنائیست که محمد اعظم شاه و بیدار بخت درین خاندان گذاشتند - پس البته به تعاقب او فوجهای موافق هوا خواه خود هرکرا خواهد خواست همین شما را تعین خواهد کرد - و خود خاطر جمع نموده بیخبر و شادان و مشغول عیش خواهد بود - در یک دو منزلی در همان نزدیکی با یلغار تاخته اگر بر سرش برسید ممکن که کار به دست آید - و اگر اینهم نه شد بالیقین که مهین پور ، خصوص شما که در دکهن همیشه کار کرده اید صوبه داری دکن بشما خواهد شد - دران وقت فوج خود درست نموده

و پدر شما با مردم بسیار بدمعاش است - مردم حضوری او هم اکثری ازو متنفر و با شما موافق خواهند بود - دیگر صف آرا بیسست ، تا خدا به هر که بدهد(۲) -

باب یازدهم

مشوره ذوالفقار خان برائے یورش

القصه چون از معبر وسیع با توپخانه از دریا عبور نمودند و افواج عظیم‌الشان که به انسداد معابر با توپخانه نشسته بود، توپ و توپخانه را همچنان بجا گذاشته، جان به سلامت بردن غنیمت دانستند - ذوالفقار خان که همراهی ایشان تخلف نموده با جمعیت همراهی خود عقب مانده ، میخواست همان روی آب خیمه زده فرو کش کند ، بالضرور عبور نموده سرسواری مبارک باد فتح گفته ، همان قسم سرسواری به مکان خیمه گاه خود رفت - شب مصلحت دیدند - چون ذوالفقار خان بر این معنی آگاه شده ، کس نزد من فرستاد که شما جلد رفته ایشان را ازین حرکت مانع آیید که این معنی موجب رسوائی من خواهد بود - الحال کسی دانسته و کسی نه دانسته که چه گذشت- درین صورت اعلان و داخل و قایع خواهد شد که چون چنین گذشته بود برای معذرت بخانه اش رفتند - هنوز من تهیه گرفته سوار نه شده بودم که او از اضطراب تنها بر پالکی هندوی خود که دران وقت بر درش حاضر بود موار شده یک بار از پیش خیمهٔ من

گذشت - وبخدمت ایشان رفته عذر تقصیرات خود خواست - و مانع ازین حرکت شد - وحمایلی بپشکش گذرانید - از معنی آنکه در دولتخواهی و وداد و یکتا دلی قسم به مصحف میخورم - ایشان هم در تفقدات بسیار زیاده بر آنچه باید افزوده بجا آوردند - چه وضع تمکین ایشان این بود که بهیچ عمده این قسم سلوک نمی کردند که بوئی از لجاجت و احتیاج ازان استشمام شود ، برخلاف سلاطین دیگر که مراعات حفظ شان و استغنای سلطنت بسیار می‌نمودند ، که نادر نظر عمده ها مؤفر و باتمکین نمایند - باین وضع لجاجت و احتیاج که در نظر آنها در آیند ، مطلبی که برای آن این چنین میکنند اصلا صورت پذیر نمی شود - دران سرپیچ مرصع که بر سر بسته بودند با نیمه آستین که در بر داشتند به او مرحمت فرمودند ، و رخصت کردند -

۹ ازانجا که نصرت جنگ کهنه سنبان پوش قوی بازوی معرکهٔ سلاطین بازی بود شبا هنگام باز در خدمت ایشان آمد - غیر ازو و این بنده دران وقت احدی دیگر درانجا حاضر نه بود - بفاصلهٔ کمتر از یک ذرعه ازیشان مقابل نشسته بود - و خود هم سوزنی و دوتکیهٔ سفید دران خلوت داشتند - وبنده پهلوی بادشاهزاده مابین هر دو ایستاده بود - چون ادای دیروزه برطبعش خورده بود و بخاطر گرفته خواست سردستی بایشان برد - عرض کرد که غرض غلام از التماس فرود نیامدن دریا آن بود که الحال که فرود آمده اند معلوم است که حالت محمد عظیم درجنب جهان پناه چه خواهد بود که بر روی همچو شها بهادری متوقف شود - وتوقف جهان پناه درین نزدیکی در اذهان مردم چه قسم منقش

شود - و به نظر بادشاه ، یعنی اعظم شاه ، چگونه درآید - انسب آن است که فردا یک راست بر سر او باید شتافت - ایشان در جواب او که انداز و کنایه کرد ، برو درماندند ، و نگاہی به من کرده فرمودند که نصرت جنگ آنچه عرض کرد ، شنیدید ؟ عرض کردم که ایشان بہادر جنگ دیدۂ آزموده کار اند و فدوی صاحب تدبیر درست اند، درست عرض می کنند ، لیکن دربن یک تاملی ہست که اگرچه کار محمد عظیم الحق درپیش حضرت این همه نیست ، اما آخر او ہم بادشاہزاده است - ما که ابن ہمه جلد برو آمده ایم ، باید دید که اوہم حرکتی می کند و اگرنه کرد زبونی به طرف او لاحق می شود - معہذا نظر بر تدبیر سلطنت ملاحظه باید فرمود که پدر او قریب تر است یا بادشاه نزدیک تر اند - اگر بادشاه نزدیک تر اند مضایقه نیست - چه او حصاری مثل شہر پناه اکبر آباد دارد و کار قلعه بالضرور تاپی طلب می شود - اما تا آن وقت اگر پدر او بآن فوج سنگین که یک لک سوار نشان دہند ، برسد ، و بالفعل این ہم با بیست سی ہزار سوار مہیا ست ، بادشاه نتواند رسید - اگربا ہمین فوجیکه نواب نصرت جنگ از حضور آوردند ، و از تاب مقاومت و برابری با آن ہر دو فوج و توره ہم چو شاه عالم صاحب رای جہاندیده کار آزموده ایشان می سنجند چه مضایقه ؟ و الا ہرچه ایشان مناسب دانند چنان کنند فبہت الفلان در جواب درماند و دیگر ہیچ نتوانست گفت ، بجز اینکه طورش بود ، این گفت : خوب خوب ایشان درست عرض می کنند -

۷ من بعد پس از دو سه روز که ایشان با دهول پور که از اکبرآباد

پژده کروه است ، رسیده بودند که محمد اعظم شاه در رسید ـ جاییکه ایشان خیمه زده بودند و قابل مخیم بادشاهی بود، برای پیشخانهٔ بادشاهی چار نشان نموده خود نیم کروهی ازیشان پیشترمخیم‌شدند۔ صباح آنکه اعظم شاه دران خیمه می خواست که بیاید ، به استقبال پدر دم صبح تاریک سوار شده و دو کروه شتافته در راه ملازمت نمودند ـ پدر چون عاشق پسر بود ، خصوصاً برجوهر ذاتی و کمالات صوری و معنوی و حسب ونسب(۳) ایشان ۲۰ اگرچه بمقتضای حکم امر سلطنت که دولتخواهان ذهن نشین او نموده بودند و اداهای دلیرانهٔ ابن بادشاهزاده و تدبیرات عالمگیر بادشاه او را مخالفت و داعیه ایشان یقینی شده بود دردل گرفته بود ـ لیکن همین که ایشان را می دید و روبروی می آمدند ، بی اختیار مهر پدری ، و دیدن آن شان و شکوه دران وقت آن مراتب را محو و نسیاً منسیاً می کرد ـ عنایت و الطاف بسیاری کرد و موافق ضابطهٔ مستمرهٔ سلطنت جواهر و خلاع و فیل و اسپ و شمشیر و چار قب ، آنچه مقرر است ، داده بخانه رخصت فرمودند۔ وقتیکه‌متوجه ملازمت پدر بودند من‌در رکاب ایشان بودم ، به من فرمودند : ''تو برای ملازمت نمی روی،، ؟ گفتم : ''مرا با ایشان معاملت نیست و قصد نوکری ایشان نه دارم،، ـ فرمودند : ''پس می خواهی که آنچه در حق تو گفته اند ، همه را صادق گردانی،، ؟ لابد در راه نزدیک به خیمهٔ که ایشان می آمدند برای ملازمت رفتم ـ و سلطان نظر(الف) که صلابت خان شده بود و مقرب و مشیر و وزیر هم او بود ، بوساطت او ملازمت نمودم ـ چون میان من

(الف) سلطان نظر صلابت خان کا نام تھا ـ

و ایشان از زمان قدیم در بندگی عالمگیر بادشاه شناسائیها بوجوه کثیره
بود و مهربانیها می فرمودند ، همین که مرا دیدند ، فرمودند که شما
هم آمدید ؟ نزدیک تر بیائید ـ عرض کردم که همین من آمده ام ،
دیگران را خود حضرت آورده اند ـ غیر از من بی طلب از تعلقهٔ خدمت
باوجودیکه سر راه هم نه بود دیگر که آمده ؟ الطاف و عنایت بسیاری
نموده حکم عطای خلعت شد ـ

باب دواز دهم

یک مقابلهٔ فئتین و مقاتله فریقین(۱)

از غرایب قدرت الٰہی و محض اقبال خداداد شاہ عالم بہادر شاه
چون سلطنت در نصیب ایشان من جانب الله بود ، حق تعالیٰ در
سر محمد اعظم شاه هم چو غروری انداخت که برو متیقن شد که شاه عالم
هرگز ، اگر تمام عالم رفیق او باشد ، به مقابلهٔ من نمی تواند آمد ـ
و هر کس خبر آمدن او می گفت که به فلان جا رسیده بر او استهزا
و نسبت به خیانت و دل باختگی و ابلهی می کرد(۱) ـ و اخبار رسانان

(۱) پورا عنوان یوں ہے : نزدیک رسیدن افواج و صباح آن مقبلهٔ
فئتین و مقاتله فریقین ـ

از مزاج گوئی مجال معروض خبر واقعی نه داشتند ـ چنانچه در مقدمهٔ ہمایون بادشاه و شیر خان به نظردر آمده باشد و فی الجمله نزدیکان او ہم به ہوشیاری و قدرت عرض واقعی نه داشتند ـ تا آنکه وقتیکه شاه عالم متهرا رسیده و ایشان به دهول پور رسیدند ـ درین منزل شاه عالم بهادر مصحوب فقیری(۲) که با ایشان ہم‌بسیار آشنا بود، پیغام نمود و مقدمه شرعی ساخت ـ آنکه به عنایت الٰہی از آبا و اجداد ما ملکی وسیع که متضمن چندین سلطنت باشد ، ہست و اولی و انسب آن است که باہم شمشیر درمیان نیاریم ـ و به خون مسلمین راضی نشویم ـ و ملک را باہم قسمت نمائیم ـ ہرچند من برادر بزرگم ، اما اختیار قسمت ہم به شما واگذاشته ام ـ آن متہور مغرور در جواب‌گفت که جواب این مقدمه فردا خود می دہم و آن درویش رامرخص کرد(۳) ـ

فردایٔ آن کوچ نموده مابین جاجئو که مقام جنگ بود، ده کروہی ۱ اکبر آباد شب کردند(۴) و آن روز ہوا در کمال شدت حرارت ، و زمین شوره بوم بی آبه خیام شد ـ لشکر تعب بسیار کشید ـ خبر رسید که شاه عالم به فاصله شش ہفت کروہی با تمام فوج و پسران مخیم است و ارادهٔ حرکت ازان جا دارد و کوچ لشکر است ـ تا ارادهٔ کدام طرف داشته باشد ؟

سابق مکرر ذکر یافته که غرض بادشاه نامه نویسی نیست ، بیان حال خود است ـ ضمنی گو این مقدمات ہم به ذکر در آید ـ پس درین جنگ ہمان قدر ما برایﹸالعین مشاہده توانستیم نمود به طریق مکتوبی بی ہنگامه آرایی فقرات رزمیه و تمہیدات و تعریفات به تحریر می آریم ـ

درین جنگ جزئیات بل کلیات بسیار رو داده که تحریر آن بالضروری که فی‌الحقیقه به دوستانی که حاضر نه بودند ، نوشتم - چه در هر گوشه و کناری سپهدی و سپه سالاری مصدر تردداث نمایان شده - اما آنچه نه دیده ایم ، نمی نویسیم - مطابق معهود خود تحریر مشهودات می نمائیم - و فی‌الحقیقت هم رؤس مقدمات با جزئیات مخصوصه که کمتر کسی بر آن آگهی داشته باشد و اگر خواهد بود هم همین قدر خواهد بود - و باق تکلفات عبارت آرائی است و بس -

القصه بتاریخ هیژدهم ربیع‌الاول ۱۱۱۹ھ روز یکشنبه (۸ - جون ۱۷۰۷ء) دم صبح آتشبار خون خوار که صبح قیامت گرده ای از گرد آن نتواند بود - مثنوی :

ف

مگو صبح ، روز قیامت نمود مگو صبح ، شام بلا زاد بود
مگو صبح ، بر قتل عام جهان زده تیغ خورشید را بر فسان
مگو صبح روشن که گشت آشکار شب تیرهٔ ماتم روزگار

باب سیز دهم

ترتیب صفوف نمودن بیدار بخت بعزم رزم

محمد بیدار بخت بهادر که هراول بود فوج را برآراسته ، و سلاح و

ساز جنگ ہمه پیراسته ، غرش کوس جنگ به فلک اثیر رسانیده و توپ و توپخانه را ترتیب داده ، جا بجا تقسیم افواج نمود ، نزدیکان و معتمدان و کار آزمودگان را نزد خود جا داده ، بر تخت فیل جنگی ترکش بسته ، و کمان بر بازو انداخته ، سوار شد ۔ ذوالفقار بهادر نصرت جنگ با دو راجپوت قدیم رفیقان خود رام سنگه هاده و دلپت بندیله با امان‌الله خان که فدوی حقیقی بود و با دیگر افواج بادشاہی که ہمراه آورده بود با ہمان ترتیبی که سابق ذکر یافته و امان‌الله اگرچه بطور علیحده نما نمائی می رفت اما گویا با ذوالفقار خان پیوسته بود ۔ طرف چپ محمد بیدار بخت بهادر ، یتمش(الف) عزیز خان افغان و ہراول خان عالم دکهنی با برادرش منور خان ، دست راست محمد والا جاه و با او امان‌الله خان و عبدالله خان از قدیمان محمد اعظم شاه و دیگر بنده ہای بادشاہی وغیره فوج شایسته ۔ و بادشاه خود در قول، وگردوپیش بادشاه بنده ہای بادشاہی تربیت خان و مطلب خان و خدا بنده خان و حمیدالدین خان بهادر(ب) و امیر خان و امثال ایشان جمی غفیر و از افغانان و مغلیهٔ ہندوستان را نوکران معتمد قدیمی ایشان ، فوجی بسیار سنگین ، چون تفصیل اسامی و طریق فوج بندی درین تحریر لازم نه گرفته ایم ، این جماعه که مصدر ترددی شده و احوال ایشان نوشتن ضرور بود ، ذکر کردیم ؛ ۲

(الف) پنجاب پبلک لائبریری کے نسخهٔ الف میں یتمش کی جگه ''التمش'' ہے ۔ یعنی وہ فوج جو ہراول اور سالار اعظم کے درمیان ہوتی ہے ۔ غالباً یہی صحیح ہے(ب) ۔ ان میں سے جن جن اصحاب کے حالات معلوم ہو سکے وہ پیشتر درج ہو چکے ہیں ۔ والا جاه ، اعظم شاه اور بیدار بخت کے حالات آئنده آئیں گے ۔

صبحگاهی سوار شده قریب جاجئو رسیده بودند ـ وهنوز مشخص نبود که شاه عالم بهادر به کدام طرف متوجه است ، وچه وقت سوار شده وبه چه جانب به چه ترتیب وبه چه اراده رهگراست ـ محمد بیدار بخت بهادر با فوج خود سوار شده به دیهی رسیدند که جدول آب باریک از پایش می گذشت(الف) وچاه های بسیار داشت ـ و فوج ایشان پریشان و بی ترتیب هر کس بطور خود براهی می رفت ـ من به عرض محمد بیدار بخت رساندم که هنوز بادشاه از ما به فاصلهٔ یکنیم کروه بلکه بیشتر اند و توجه غنیم مشخص نیست که کجا ست ، وبه حه طرف می رود ، وپیشتر چند کروه بی آبه است ، و هوا در کمال شدت گرمی ، جهان پناه شریفه سرزده کجا می روند بلا تعین و تشخیص ؟ و فوج هم مطلق توزک نیست ، کسی جای و کسی به طرفی خود ـ چنانچه ذوالفقار خان دست چپ برای خود (جاے؟) می رفت که اصلا نمایان نه بود ـ وقس علی هذا اگر درینجا که این قدر آب هم دارد که اگر فوج تا رسیدن خبر غنیم توقفی بکند آب کفایت می کند و توپ و توپخانه و فوج پریشان جمع شود و بادشاه هم قریب تر می شوند ـ اگر غنیم همین طرف بر روی ما آمد هم این معنی بهتر است که آب به دست ما و فوج و توپخانه همه توزک و قایم ، و غنیم از راه رسیده ، البته نسبت بما پس و پیشی در فوج و توپخانه او راه یافته بود ـ فرمودند بسیار خوب است ، شما رفته به بادشاه عرض بکنید ـ

(الف) اس سے غالباً مراد وہ نالہ ہے، جو ریلوے سٹیشن ، ما نیا سے قریب ہے ـ نقشے میں اسے دھول پور اور جاجئو کے درمیان دکھایا گیا ہے ـ (ارون جلد اول ص ۲۳) ـ

از اتفاقات شاه عالم بهادر هم‌از وقت صبح از سواری و سمت آمدن این فوج خبری صحیح نه داشت به قصد اینکه چون درینجا آب نیست بر کنار دریای جمنا که عالمگیر بادشاه با دارا شکوه بها نجا مقابله نموده بودند به طریق شکار با قلیلی عازم بود - وباد شاهزاده جهاندار شاه وعظیم الشان نیز جدا از هم بهان طرف بطور خود دور دور راهی می رفتند - و تمام فوج ایشان با منعم خان خانخانان بهمین راه که ما آن طرف می رفتیم می آمد ، لیکن درین افواج چون قصد مکان واحد داشتند آنچنان فصل بعیدی نمود که توقف چار پنج گهڑی باهم توانند رسید - وپیش خانهٔ شاه عالم که رستم دل خان(الف) پیش‌خانه کش بود با فوجی مقرری همین طرف که شاهراه بود می آمد -

القصه من به طرف محمد اعظم شاه که عقب بود به پیغام محمد بیدار بخت بهادر روانه شدم - تا این معنی که محمد بیدار بخت بهادر توقف کردند و کیفیت جا و مکان که مذکور شده مفصل به عرض رساندم - فرمودند بسیار خوب - است شما بهان جا توقف نمایید - من هم می رسم - چون برگشتم و باز بهان مکان که ازانجا رفته بودم و قرار توقف بود، آمدم چه می‌بینم که ایشان با تمام فوج آنجا نیستند ، و خیلی راه پیش رفته از جلدی ۲۳ خود را به ایشان رساندم -

(الف) رستم دل خان شاہ عالم کا میرتوزک تھا - بعد ازاں اعظم شاہ کے پاس پہنچ گیا تھا ، جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے - حقیقتہً اسے قید کرلیا گیا تھا (ارون جلد اول ص ۲۷ نیز ۳۳) الہ وردی خاں شاہ جہانی کا پوتا تھا - اس کے مزید حالات متن میں بہ تفصیل موجود ہیں -

باب چهار دهم

هنگامه مبارکباد فتح بے بنیاد

چه می بینم که ہنگامۂ مبارکباد فتح گرم است ۔ ہمین که مرا دیدند ، فرمودند که فتح مبارک باشد ۔ گفتم فتح بی جنگ چه قسم واقع شد ؟ قراول مہملی که خبر آورده بود ، گفتند : ''به ایشان بگو آنچه دیده ای،، ۔ آن مضحک کاذب گفت که من به چشم خود دیده ام که فیل سواری شاه عالم بجلدی تمام با معدودی چند گریخته به سمت اکبرآباد عقب می رفت ۔ باز خود فرمودند که بنگاه غنیم ، فوج دست چپ و دکھنیان هراول و مغلیه غارت کردند ۔

و این بود که چون پیش خانه با فوج قلیلی بود غافل بر روی فوج دست چپ ما که اکثری ہمان جماعه بودند که گفتم آنہا غارت کردند چون جمعیت آنہا قلیل بود فراری شده رفتند ۔ و به طرف فوج خود به استعجال راه گرفتند و آن قراول ہرزه گوتر که فیل رستم دل خان را دیده از احمقی وبہوش و حواس باختگی گمان برده که فیل سواری شاه عالم است یا برای خوش آمد و مجرا و انعام که این معنی مستمر شده بود خبرآوران محمد اعظم شاه این شیوه اختیار نموده جلدوی خاطر خواه می گرفتند ۔ بہر کیف به من فرمودند که الحال شما دویده

خبر فتح به بادشاه رسانید ـ غرضش از باز فرستادن اینکه چون محمد اعظم شاه بسبب ربط به کمال ایشان از من در دل‌گرفته بود چنانچه سبق ذکر یافت مجرا و فدویت من و مصدر کارها بودن من دل نشین او شود ، گفتم : ''من این قسم خبرهای بی اصل مهمل هرگز نمی برم'' ـ برآشفت و گفت : ''چه معنی دارد''؟

گفتم : اول اینکه بادشاه زاده اولاد عالمگیر که بر تخت نشسته و از کابل تا اکبرآباد به این قدم‌استعجال به این فوج‌سنگین و توپخانهٔ بسیار آراسته آمده ، و چهار پسر مثل خود همراه دارد ، هیچ ذی عقلی قبول این معنی کند که روبرو ناشده و جنگ نادیده بگریزد ؟ یعنی چه سبب گریختن می تواند شد ؟ کدام خوف و هراسی امروز تازه بر او مستولی شد ؟

دیگر آنکه جهان پناه همیشه در دکهن جنگ سنتا و سنبها دیده اند ـ هنگاه سلاطین این چنین نمی باشد ـ خانهٔ پنجرا واره ، دوچار فوجی به یک ناگاه با قلیل جمعیتی شده غارت کرده اند ـ چه آنچه از اشیای غارت بحضور ایشان برای مجرا می اوردند، همه اجناس پیش خانه و پیش خیمه بود ـ گفتم این فوج که مشغول این کار شد اگر این وقت کاری در پیش آید ، حیف که از کار ما رفت و جدا شد ـ سر و صورت درهم کشیده و گفت شما همین قسم توجیهات و وسواس می کنید ـ داروغهٔ دیوانخانهٔ ایشان قاسم علی نام مضحکی بی عقلی بود ـ التماس نمود : ''مرا حکم شود ، بروم''، ایشان چون از من بی دماغ شده بودند

۲۴ ب فرمودند : ''برو'' ـ و او را فرستاد ـ

رسیدن افواج شاه عالم به میدان جنگ

ساعتی برین نه گذشته بود که یک گردی عظیمی از دور به طرف دست‌راست پیدا شد. من پیش‌آمدم وگفتم‌اینکه اثرفتح و غارت بنگاه وگریختن شاه عالم ظاهر شد ـ این گرد که می نماید کم از پنجاه هزار نیست ـ بمجرد همین‌گفتن همچنان دیگرگرد برخاست مقابل. عرض کردم که این‌گرد از سی هزار کمتر نیست ـ الحال جمع شوید و مهیای کار گردید ـ اما هنوز ازین گردها فوجی و علامتی بغیر ازگرد که آهسته آهسته پیشترمی آمد ، دیگر چیزی نمایان نه بود ـ غالباً ازگروه هم دور تر خواهد بود ـ مرا فرمود که الحال می روی و به بادشاه خبرمی رسانی؟ چه عمده غرض‌ایشان آن بود که چون بادشاه به سبب اختلاط ایشان با من، به‌گفتهٔ حاسدان از من در دل گرفته بود ، درین قسم اوقات نمایان باشم ـ و مجرای من بشود ـ عرض کردم که اگرچه درین وقت باوجودیکه تنها و بی جمعیتم اما از رکاب تنها جدا شدن دل نمی کند ـ اما چون کار هنوز دور است ، مضایقه نیست ، می روم ـ

به استعجال شتافتم ـ عجب فوجهای برهم خورده ملاحظه نمودم ـ امان‌الله عبدالله خان که فدوی خاص قدیم ، و سپاهی مقرری ، و از مالوه با فوج خوب آمده بود هراول والا جاه که دست راست بیدار بخت است، بود ـ با دو صد کس آواره و پریشان به من برخورد ـ از من پرسید که والاجا کجاست ؟ گفتم طرف دست راست محمد بیدار بخت بهادر ، برابر ایشان، بفا صلهٔ یک بان انداز ایستاده است ـ محمد اعظم شاه زیاده از یک ۲۵ الف

نیم کروه جریبی از بیدار بخت بهادر عقب تر بود - سه جوق بنظر من درآمد که تمیز نمی شد که سواری بادشاه کدام است - زیرا که توپخانه خود اصلا همراه نه برداشته بودند - قلیلی که بود آن وقت معلوم نیست که کدام طرف آواره بود - حتی نشانهای خاص ایشان و فیلان پیش هم دران وقت به طرف دیگر افتاده بودند و پیش نه بودند - بهانا به ایشان وقتیکه داروغهٔ توپخانه که از تغیر تربیت خان از قدیمیان خود پاجی‌خورد سالی مجهولی را کرده بود، چون برای توزوک توپخانه عرض کرد ، بیدماغی بسیار نموده فرمودند که مردم را گمان این است که من با آن گاوبرواری چنین و چنان جنگ توپخانه خواهم کرد - بلکه عهد کردم که بشمشیر هم پیش نیایم - یک چوبدستی سرکجی بنگ سای مداریانه الف اللهی از شاخ گوزن در دست داشت - می گفت بهمین عبارت علی رؤس الاشهاد که آن گاوپرواری را بهمین چوب می زنم -

بای حال به علامت چتر و فیلهای عقب شناختم که آن فوج بادشاہی است - آمدم ، ہمین که ایشان نمودار شدند مقربان ایشان مانع این امر بودند که غیر ازینها کسی خبر بایشان برساند - کس دواندند ، اول پیش ما شد بروید - ہرچه مناسب خواہد بود خواہیم گفت، آنچنان عرض بکنید - و الا برای شما خوب عنواہد بود - گوش بحرف آن مہملان نه‌کرده بسوی ایشان شتافتم - بر تخت سوار بودند ہمین که از دور مرا دیدند اشارت‌به دست فرمودند که زود بیا - زود چگونه ۲۵

(الف) محمد معظم شاه عالم -

توانم رسید که بدیدن من از نوکران مقرب و بهادران معتمد پروانه جوش
روبروی ایشان بر من هجوم کردند که برای فرود آمدن از اسپ جا
بر من تنگی کرد - اشاره فرمودند که سواره بیا - سواره تا نزدیکی
تخت روان رسیده بهزار مشقت از اسپ فرود آمدم -

عرض کردم که بادشاہزاده عرض کرده اند که غنیم می آید -
چگویم ! گویا عقربی نیش برین زد - برآشفتند د چشمها گرداند و آستین
برو مالیده گفت که بر من می آید ؟ چون من ازین اوضاع برآشفته
بودم همین قدر گفتم که ظاہر است - گفت فیل بیارید - تا رسیدن فیل
که عقب سواری بود ہمان چوب دستی در دست گرفته مستانه و دیوانه از
تہور و جلادت راست بر تخت روان ایستاده به من گفت : ''بگو که
واہمه نکنید، من ہم رسیدم'' - و مرا این سخن در حق بیدار بخت بسیار
ناخوش آمد - و وقت ہم طرفه وقتی بود - عرض کردم که بیدار بخت
بہادر خلف جہان پناه اند - ہم چو بہادری نیسنند که احتمال واہمه باشد -
غرض از عرض این است که حضرت بدولت فوج خاص را توزوک نموده
به قدم ثانی تشریف فرمایند - و جانبی که مقام ایستادن بادشاه است
بدولت ایستاده شوند - این را گفتم و خواستم که خود را به استعجال
به مهد بیدار بخت رسانم - مردم این فوج برای شنیدن خبر ، از بی نسقی
این قسم ہجوم نه کرده بودند که بقدر یک بان انداز من توانم ازیشان ۲۶ الف
اسپ برآورد - بہزار مشقت خود را کنار کنار گرفته از فوج برآمدم - جلد
و تاخته خود را به بادشاہزاده رساندم - این وقتی است که ظاہر نام
تولِی که از نزدیکان ایشان بود بفاصلۀ نیم جریبی روبروی ایشان

ایستاده بود ، گولهٔ توپ به او رسیده و شکم و سینهٔ او را برده ـ چون بر سر او رسیدم نگاهی کردم و نزدیک به فیل ایشان آمدم ـ از من پرسیدند که این قول زنده است ؟ گفتم : ''خیر تصدق شد'' ـ

باب پانزدهم

جنگ جاجئو

چون دیروز هم مسلح بودم و به سبب شدت آفتاب و گرمی هوا فی‌الجمله غشی برمن طاری شده بود که شب تبی هم کرده بودم، امروز نیز به این همه سلاح دور دوبده و هوا طرفه هوائی بود بی ابر و گرد ، گویا گردی با ابری کله بسته ـ معهذا شدت گرمی بدرجه ای که آدم بی آتش دم پخت می شد ، غشی برمن طاری شد و سرم گرم گشت و چشمم خیرگی کرد ـ مقابل به ایشان به دست راست که جای من همان بود ، از اسپ فرود آمده بر زمین نشستم ـ میر روح الله خلف قبله گاهی میر سنجر و میر روح الله پسر من که بخطاب اعطاف خانی سرفراز شده و میر فضل‌الله پسر میر نصرالله خلف قبله گاه که دران وقت با من حاضر بود ، اسلحه از بر من کشیدند و آب هر چند می جستند نمی یافتند ـ همانجا بر زمین نشسته بودم ـ محمد بیدار بخت بهادر چهاگل آب خاصه خود را که با فیل بسته بود، واکرده برای من فرستادند ـ پاره ای خوردم ، و قدری در جیب جامه ریختم ـ درین اثنا پادشاه هم رسیدند ـ

۲۶ ب

چه رسیدنی ؟ که راست تاخته برابر محمد بیدار بخت بهادر از همین طرف دست راست که من بودم آمدند - بی آنکه چنانچه ضابطهٔ سلاطین است که درقول عقب هراول باید ایستاد -

دران وقت امیر خان بر فیلی سواره برمن گذشت - مرا چون دید گفت ''فیل حاضر است ، همین جابیائید'' - گفتم : خیر من همین جاهستم - ایشان گذشتند - هم چنان از آشنایان اصحاب فیل ، تربیت خان ، و مطلب خان و خدا بنده خان وغیره همه گذشتند و همین حرف گفتند و همین جواب سنیدند - نمی دانم این خدا زده های آواره کجا می‌رفتند - یک ناگاه فیل من که سه مشک آب درحوضهٔ اوگذاشته بودم فیلبان آورد - بر فیل سوار شدم - چون برمن غشی طاری بود بند جامه واکرده سینه بر مشکهای آب گذاشته بیهوشانه میر روح الله پسر خود را و میر فضل الله پسر میر نصر الله رابر فیل سوار کرده باخود همراه گرفتم -

درین وقت که اعظم شاه آمده همین طرف با محمد بیدار بخت برابر شده و فیلهای توزوک او و سواری زنانه ها و فیلهای جواهرخانه هم به او پیوسته درمیان من و محمد بیدار بخت بهادر آمده ، میان من و او فاصله بعید شد - اما مقابل دست راست اندکی برآمده بودم - الحال از دو طرف آن فوج که نمایان شده بود بمقابلهٔ بان رس آمده ایستاد - آخر معلوم شد یکی فوج عظیم الشان بهادر که طرف دست راست ما بود ، مقابل با ذوالفقار خان آمد - ویکی فوج خانخانان منعم خان که بر پشت او محمد معزالدین جهاندار شاه بود ، پیوسته با آن فوج جهان شاه نیز بود -

۲۷ الف

و این ہر دو فوج با لواحق بسیار سنگین که فی الحقیقه تمام لشکر ہمین دو فوج بود ، از رؤسای جنگ دیده و بہادران مبارز ہمه درین فوج بودند ۔

چون تعداد رؤس و اسامی امراء و ترتیب تمام فوج بغیر ازانکه ذکرآنها ضروری باشد درین تحریرلازم نگرفته ایم، ہمان قدرکه صورت‌کار و مقدمهٔ جنگ ظاہر بود ، بیان می نمایم ۔ درین وقت فیلهای سواری زنانه و جواہرخانه و با آن پیوسته بهیر ابتر از گاؤ و خر و اشتر و استر با فول بیوسته ، چنانچه عقب خود مطلق جای حرکت سوار و فیل ہم نه بود ۔ اطراف و پہلوہا نیز اکثر جا از غلو جا تنگ شده ۔ من تنها و بی فوج ، ہر چند قصد کردم که به محمد بیدار بخت بهادر خود را برسانم ، امکان نه داشت ۔ لا علاج پیشتر اندکی برآمده ، دست راست ، ہم چنان که من اورا و او مرا می دید ، ایستادم ۔

اکنون توپخانهٔ لانعد ولا تحصای شاه عالم و از ہر چہار پسرش پیش آمده و فوجهای ایشان نیز آمده بارش گله ہم چو تگرگ نوعی شد که ہمچو باران شدید القطرات در ہوا کله بست ۔ محمد اعظم شاه چون از دکهن آمده بود الحق بانهای بسیار خوب موفور از اتفاقات دران وقت رسیده بود ۔ در عرض بیست سی جریب زمین بان صف بسته بود ۔

۲۷ ب

درین وقت ہرچند آفتاب نمی نمود (الف) اما قدری از نصف النهار

(الف) یعنی گرد و غبار کی شدت کے باعث جو ابر غلیظ کی طرح فضا پر چھا گیا تھا ، سورج نظر نہیں آتا تھا ۔

اماله کرده بود - من بسبب غشی که داشتم سینه بر مشکها گذاشته افتاده بودم - میر روح‌الله و میر فضل‌الله که با من همراه بودند اینها را گفتم که هرگاه هراول با فوجی از طرف ما حرکت یا فوجی ازان طرف اقدام نماید، به من خبر کنید - چه فوج هراول و ایتمش و دست راست در نظر ما می آمد که ما دست راست بودیم ، و فوج دست چپ و آنچه پیش روی فوج دست چپ بود بما مرئی نمی‌شد -

و مرا از هراول واهمه عظیمی بود - چنانچه وقتیکه آن دکهنی خان عالم و منور خان را هراول می کردند من به محمد بیدار بخت بهادر گفته بودم که دکهنی هرگز قابل هراولی سلاطین نمی تواند شد - الحق سپاهی مقرری و فدوی اند ، خصوص الحال که شما این همه اعتبار داده اید و نمایان کرده اید ، بطور خود از میدان عنان نمی‌گردانند ، اما مبادا استعجال نمایند و کار ضایع کنند - آخر هم چنان شد - چون بارش توپخانه بکثرت شد ، تاب نیاورده قصد پیش کردند - چون حرکت از جای خود نمودند ، میر روح الله و میر فضل الله گفتند هراول حرکتی کرده - برخاستم و سلاح برخود آراستم که یکبار چه می بینم که هراول به استعجال روانه شد - همچنانکه فیلهای ایشان بدو نشسته بود - و فوج ۲۸ الف اینها هم به سبب استعجال و هم بجهت بارش گلهٔ توپ از همین جا قبر نه قطار شد - چون محمد بیدار بخت بهادر با من مقابل بود همدیگر رامی دیدیم - من رومالی بگوشهٔ کمان بسته اشاره به محمد بیدار بخت بهادر کردم که شما هم دنبال هراول روانه شوید - چند قدمی فیل او روانه شده باز ایستاد و مارا خود حرکت از جای خود مقدور نبود - این وقت بیدار بخت خوب

ما را نمی‌نمود - سر عماریش بنظر می آمد - بهرکیف تا جایکه پراول
در نظر ما بود زیاده بر دویست سیصد سوار پیش روی فیلهای اینها نه
بود - باقی همه فوج دست راست و چپ هر قدمی که پیش می رفتند فوج
عقب ترسی شد - چون این حالت را دیدم ، دست بر زانوها می زدم که
هیهات هیهات! کار ضایع شد و مقدمه دیگرگون نشست - قلیل زمانی
برنیامد که خان عالم این‌قدر کرد که فیل خود را برابر فیل محمد عظیم‌الشان
بهادر رسانید - چون ترکش و کمان اصلاً نه داشت و نمی دانست،
همان بهاله که وضع مقرری او بود بر عظیم‌الشان بهادر انداخت - ازایشان
خطا شد و بر ران قراولی که در خواصی عماری ایشان بود اندکی سرنیزه
رسید و تیری از دست صاف شست محمد عظیم الشان بهادر بر مقتلش خورد
و غلطید و همان تیر فارغ سد - برادرش منور خان نیز به زخم تبرها
زخمی شد و فیلهای اینها برگشت و فوج اینها که نرنه قطار عقب میرسید
همه با اینها برگشت - جاے که ما ایستاده بودیم بقلیل فاصله ، هم چو ۲۸ ب
که شکل و صورت آدم می نمود تمامی آن فوج با فیلهای اینها آمده
ایستاد - دیدیم که دران وقت خان عالم مرده را از فیلش بر فیل برادر
او منور خان انداختند - و آن فوج ازانجا هم‌به استعجال روانه عقب شد-
و فوج دست راست که مابین والا جاه و محمد بیدار بخت بود تمامی با
ایشان به شدتی که گویا کوهی بر زمین افتاد غرشی شد و بدر رفت -
اکثر رؤسای فیل سوار که ما اینها را می شناسیم به طرفه حالتی مستعجلی
بدر رفتند - اسم نویسی، خصوص در امر هزیمت، شعار ما نیست -

باب شانزدهم

مقتل سلاطین و امراء

والا جاه با فلیلی بجای خود ایستاده ماند - قریب ده هزار سوار ازین سمت ببرون رفت - چنانچه تا حال والا جاه از کثرت فوج بمامرئی نه بود - اکنون فیل او به من نمایان شد - امان الله خان که با فوجی سایسته هراول بود ، از قضا بانی ازان طرف آمد و هم درین فیل او که ازپنبه و پارچه در زیر تخت فیل بود ، در آمد و بند شد و سوختن گرفت - و فیل برگشته به طرف ما آمد- این بهادر متهور نیم سوخته با نیم جانی خود را از فیل انداخته در همان میدان بر زمین می غلطید - و فوج او نیز بنامه بدر رفت - اکنون با والا جاه هم فوجی نه ماند - با معدودی چند فیلش آواره آواره میل به طرف دست چپ خود کرده آمد - نزدیک تربا محمد بیدار بخت بهادر تکیه به فوج این کرده - درین اثنا به طرف فوج دست چپ باز خان افغان که نوکر محمد عظیم الشان بود بر فوج ذوالفقار خان آمد - دستبرد نمایانی کرده ، لیکن هنوز فوج ذوالفقار خان سنگین بود کاری نه ساخته زخمی باز برگشت - از تقدیرات الٰهی دو گلهٔ توپ بهر دو راجپوت او ، رام سنگھ باده و راؤ دلیپ بندیله، که بازوی فوج ذوالفقار خان و عضدی قوی او بودند ، رسید و هر دو یک مرتبه غلطیدند -

۲۹ ب

گوبند رام باده با راجه بهادر(۱) که طغای یعنی خالوی محمد عظیم الشان بود روبرو شد ـ و راجه بهادر دو زخم تیر از دست او که به تیر اندازی بی بدل بود برداشته ، بحکم اجل نارسیدگی بجان سلامت مانده و بطعن نیزه کار او ساخت ـ فوج راجپوتیهٔ اینها که قریب شش هفت هزار سوار جنگی بودند ، فیلان اینها را گرفته برگشتند ـ دیگر تمام فوج ذوالفقار خان هم با اینها بدر رفت ـ با نوکران خانگی که هراولش سید مظفر سفیدونی نوکر قدیم پدرش و صاحب اعتبار و برادری بود ، قلیلی دیگر هم از مردم همراهی ایستاده ماند ـ این بار باز خان ، باز با تمامی فوج عظیم الشان بهادر خود را بر ذوالفقار خان زد و سید مظفر با معدودی از برادران سد راه او شد ـ و ذوالفقار خان برگشت ـ وحیدالدین خان که همراه و رفیق او بود نیز برگشت ـ چه بینم که عقب فوج بادشاه هم چنین که دست راست افدکی‌تر جایکه من بودم ، نمایان بود ـ ذوالفقار خان آنجا رسیده از فیل فرود آمده بر اسپ سوار شده راه خود گرفت ـ یک فوج اعتمادی محمد اعظم شاه ۲۹ ر بسر کردهٔ جوقی از هندوستان زایان جمعیت شایسته پیاده شدند ، و پیشرو قائم نموده و ترکشها بر زمین ریخته نشستند ـ بر اینها تاحال کسی نیامده بود ـ حسن علی خان که به خطاب والدش عبدالله خان سرافرازی داشت ، و برادرش حسین علی‌خان(الف) از سادات عمدهٔ بارهه که اسلاف اینها همه بهادر نامور و همیشه در جمیع سلطنتها مصدر کارهای عمده بوده ، این اخلاف بهتراز اسلاف بر اینها برآمده ، از فیلها پیاده شده

(الف) ان دونوں بھائیوں یعنی حسن علی‌خان اور حسین علی‌خان بارہہ کے حالات فرخ سیر کے سلسلے میں آئیں گے ۔

بشمشیر در پیوستند ـ و در تمام این جنگ سلطانی گویا شمشیر همین جا درمیان آمده و از طرفین جمی‌غفیر بشمشیر کشته و زخمی شدند و حسین علی خان بذات خود زخمهای نمایان برداشت و کار آنها را تمام کرد ـ امان‌الله خان که مابین بیدار بخت و نزدیک‌تر به امیرالامرا(الف) بود اسپ پیشتر رانده به تیر و شمشیر در پیوسته کارش نیز آخر شد ـ تربیت خان و مطلب خان و خدا بنده خان که هر سه از رؤسای عمده و فدوی راسخ الیقین و نظر همه در اینها بود مابل بدست چپ اندکی برآمده تر بودند ـ و الحال تیرها آخر شده تفنگ می‌انداختند ـ بگلهها کار تربیت خان خود همانجا تمام شد ، و مطلب خان و خدا بنده خان زخمی بیشمار غلطیدند ـ و همین قسم صفوی خان و یوسف محمد خان و میرزا عبدالله و شجاعت خان و سید ابدال محمد و سید یوسف علی خان و بهادر خان وغیره سرداران فوج محمد اعظم شاه بهادر هرکدامی بعد ۳ الف ترددات و تلاشهای مردانه رستمانه کشته شدند ـ الحال علی ماند و حوضش ـ به ترتیب کشته شدن این مردم به پیش و پس متعرض نه شده ایم که نسق بادشاه نامه درنظر نیست ـ مجملاً از رؤس مقدمات که فی‌الحقیقت اصل کار همین قدر است بتحریر می آرم ـ

القصه درین وقت تفنگی و تیری به محمد بیدار بخت هم رسید ، و فارغ شد ـ درین وقت شاید چهار گهڑی از روز باقیمانده باشد ـ من چو دیدم که کار محمد بیدار بخت(۲) آخر شد ـ و بی آنکه کسی اینها را

(الف) ذوالفقار خان نصرت جنگ ـ

بکشد یا شمشیر به میان آید خدای تعالیٰ خود کشت ، گریه بر من غالب شد و این بیت بر زبان من آمد :

در جهان یارب نه بودی آرزوی تاج و تخت
تا بخاک و خون نه غلطیدی سر بیدار بخت

اگرچه در فوج شاه عالم بهادر شاه اکثر دوستان و عزیزان بودند ، و خود هم همیشه بر من مهربان بود ۔ و اکثر مردم همان وقت نزد ایشان رفتند ۔ اما طبع من اقبال نه کرد ۔ سمت اکبر آباد روانه شدم ۔ هنوز محمد اعظم شاه را یک زخم تیر رسیده ، اما زنده بود ، معدودی در گرد و پیش او بستند ، که یک ناگاه گردبادی از طرف فوج شاه عالم بهادر پیدا شد ، و یک راست با فیل محمد اعظم شاه بهادر آمد ۔ درین پیچیدگی گردباد منعم خان خانخانان با جمعیتی شایسته پیشرو و عظیم‌الشان بهادر بر یک طرف قریب به او و از طرف دیگر محمد معزالدین جهاندار شاه و جهان شاه در رسیدند ۔ درین وقت تفنگی بر مقتل محمد اعظم شاه رسید و جان بجان آفرین سپرد(۳) ۔ ۳۰ ب

والاجاه(الف) که تنها بر فیلی نزدیک به محمد اعظم شاه ایستاده بود، او نیز بزخم تیر و تفنگ بر فیل خفته ماند ۔ میگویند رستم‌دل خان بچند زمانے پیش ازین که هنوز زبونی فوج محمد اعظم شاه ظاهر نه

(الف) والاتبار ، اعظم شاه کا دوسرا بیٹا تھا ۔ ۱۰۹۳ھ ۱۶۸۲ء میں پیدا ہوا ۔ جاجئو میں مارا گیا ۔ کیفیت مرگ کتاب میں بیان ہو چکی ہے ۔

شده بود آواره گرد نزد محمد اعظم شاه آمد ـ بلکه صحیح این است که
او میر منزل و پیش خانه کش شاه عالم بهادر شاه بود ـ چون صباح
همین امروز چنانچه سبق ذکر یافت که پیش خانهٔ شاه عالم دوچار
فوج محمد اعظم شاه شده به غارت رفت ـ و اجناس و اسباب مغرونه نزد
محمد بیدار بخت بهادر رسیده اینجا شادیانهٔ فتح نواخته شد ـ رستم دل خان
دیگر راه نجات خود از هر سو مسدود یافته و از یغمائیان سالم خود را به
حضور محمد اعظم شاه رسانیده ، و شرف ملازمت دریافته مبارکباد فتح
و نذرانه که داشت گذرانیده ، به بحالی منصب و خدمت و خطاب و دیگر
مطالب امید وار مراحم بادشاهانه شده ، تا این وقت روبروی ایشان
بر اسپ خود سوار ماند ـ چون کار محمد اعظم شاه به آخر رسید ، او قابو
یافته و از اسپ خود فرود آمده و بر فیل محمداعظم‌شاه برآمده و سر او را
بریده و آن را دست آویز مجرائیی کار تصور نموده بر قاش زین خود
در زیر دامن چلقد پنهان کرده و دوانده به ملازمت شاه عالم رسید ـ
به مجرای حسن خدمت امیدوار افزونی مراتب گشت ـ ایشان سر برادر
مقتول را به آن وضع دیده بیدماغی و عنف بسیار بر او نمودند ـ ۳۱ الف
و فرمودند که سرش را باعزاز تمام نگاهدارند و کوس فتح
نواختند(م) ـ

خانخانان که بر اعظم شاه آمده بود ، چون کارش به تفنگ قضا،
بی آنکه کسی باو قریب شده باشد ، آخر شده بود ، در برداشتن نعش
و جمیع اموال و فیلان محل او متوجه شد ـ و حال آنکه در آن وقت که
در پیچیدگی گردباد متوجه بجنگ محمد اعظم شاه شده بود گلهٔ زنبورکی

بر تهیگاه او خورده، آنچنان که در وقت بستن زخم دیده بودم که بر دو دست دران زخم در می آید ، و آن عزیز همان وقت تا یک پهر شب جمیع اموال و اسباب و سواریهای محل را جمع نموده ، و زخم خود را بر هیچ کس ظاهر نه کرده مراجعت فرموده نزد شاه عالم آمد و چون از فیل فرود آمد طاقت حرکت نه داشت - آن وقت بالکی کجا ؟ بالضرور در چادری انداخته چار کس برداشته بحضور شاه عالم که بعد فتح در زیر شامیانه نشسته بود ، آوردند - و خلف او که بخطاب نعیم خانی سرفرازی داشت ، و آخر به خطاب مهابت خانی سرفراز شده نیز زخم گلهٔ زنبورکی بر گردن و کله اش در همان وقت رسیده بود ، محض بفضل الٰهی شاهرگ سالم ماند ، و الا جمع صورت حیاتی نداشت - شاه عالم شب همانجا گذرانده و صباح آن خاطر جمع از جمیع وسواس نموده ، دولت عظمای سلطنت بدست آورده ، شادیانهٔ فتح نواخته در باغ دہره(؟) آمده ۲۱ ، استقامت نمود -

باب هفدهم

ذکر احوال سلطنت شاه عالم بهادر شاه(الف)

اکنون شمهٔ از ابتدای سلطنت شاه عالم بهادر و اوضاع ابنای

(الف) پورا عنوان یوں ہے : ذکر احوال سلطنت شاه عالم بهادر شاه و اوضاع و اطوار میمنت اثما ابنای اربعهٔ ایشان رحمهم‌الله تعالیٰ -

اربعه و ضمنی آن طریق آمدن از کابل ، و اطوار و سلوک و معاش با امرای بادشاهی ، از رؤس مقدمات بهانقدر که ضروریست املا کنیم ـ و بطول کلام و تفصیل مراتب که داب شاہنامه است و درینجا منظور نیست ، ننمائیم ـ ہرچه در ضمن تحریر این مراتب ضروری خواہد بود یک دو کلمه ازان بطریق اجمال گفته می شود ، که فی‌الحقیقت قابل اطلاع و رؤس امور ضروریه ہمین قدرہاست ـ

من بعد چون بادشاہزاده جوان صاحب شمشیر اولین محمد معزالدین مخاطب به ''جہاندار شاه''گردید ـ دوئمی محمدعظیم که شاه عظیم‌الشان بہادر شد ـ سیومی رفیع‌القدر که ملقب به ''رفیع‌الشان بہادر''گردید ـ چہار می محمد خجسته اختر که مسمی به جہان شاه بہادر گشت ، در رکاب بودند ـ معزالدین جہاندار شاه مرد لا اوبالی عیاش که مطلق به معاملات سلطنت و امور ملکی و تالیف امرا کاری نه دانست ـ چنانچه ہرگاه سلطنت به او رسید ، معلوم و ظاہر شد ـ و عظیم‌الشان بہادر مدبر صاحب تدبیر مؤلف‌القلوب ، چنانچه جدش عالمگیر بادشاه مدبر دانا صاحب رای صحیح ـ این بود که پسر زاده‌ہا را رو داده و پیش آورده و با پدر مخالف ساخت ، و منافق نموده بیہم کینهٔ عظیم می انگیخت ـ و چون پسران صاحب مکنت و صاحب تلاش و سر فوج بودند تدبیر کار شان را به پسران شان در نظر می داشت ، و دشمنی در خانهٔ خود شان احداث می فرمود ـ چنانچه محمد بیدار بخت را با محمد اعظم شاه ، و ہمچنان محمدعظیم را با شاه عالم و او را از پدر جدا کرده برایهٔ صوبه داری بنگاله فرمود(۱) ـ ازین ممر میانهٔ ایشان غباری بود ـ باوجودیکه درین جنگ ۳۲ الف

مصدر تلاش نمایان شده ، و فوجی شایسته از بنگاله و ہندوستان با خود آورده بود، که در احوالش شمه ای مذکور شد، بنابرآن شاه ازو متوہم بود، و در فکر او - تحریر این مراتب طولانی است - و رفیع القدر مصاحب و معشوق پدر از قدیم که با والده اش شاه عالم را میل خاطری بود ، و او بادشاہزادهٔ قابل ، حافظ کلام الله ، خوش نویس، محدث ، فقیه بود - اما عیاش و نغمه دوست و به زیب و زینت مشغول و از امر سلطنت بلکه از معاش خانه خود ہم بیخبر بود - و خجسته اختر که از کابل با پدر ہمراه آمده و درخانهٔ پدر صاحب اقتدار و اختیار بود ، بالفعل در سلطنت نیز جمیع مقدمات مالی و ملکی به او تعلق گرفت - و با منعم خان خانخانان کمال ربط و اتفاق داشت - چنانچه برای وزارت و خطاب خانخانانی او سعی موفوره نموده وزیر به استقلالش گردانید -

باب ہیژ دہم

احوال و اوضاع محمد منعم خان خانخانان(الف)

۳۲ ب

اکنون شمه‌ای از احوال و اوضاع پادشاہزادہا و احوال امرا و کیفیت انقلابات اول سلطنت که ضروری الاطلاع است ، بیان نمائیم

(الف) مکمل عنوان یوں ہے : ”ذکر احوال و اوضاع وزیر باتدبیر محمد منعم خان خانخانان که بانی مبانی سلطنت بہادر شاه است -

که متضمن ابتدای عزیمت شاه عالم از کابل باشد - چه این مراتب به مذکور درنیامده - چون عالمگیر بادشاه منعم خان را که در حضور داروغهٔ عدالت و وکیل شاه عالم بود از دکهن بدیوانی شاه عالم بهادر مرخص فرمودند - این مرد صاحب عزیمت، قوی الجهد، مدبر، بهادر، متدین، در دیوانی شاه عالم به اندک زمانی نسق و استقلال تمام پیدا کرد - چنانچه در پنجاه سال از بی نسقی سرکار ایشان و مصاحبان و نوکران ایشان که خود سر و ابتر و غارتگر بودند، هیچ دیوانی استقلالی نتوانست پیدا کرد - و خانه درهمی و سپاه کثیر و همیشه پریشانی و بی‌ضبطی و بی‌نسقی مستمر بود - هم از جهت اعتباریکه درپیش عالمگیر بادشاه داشت و هم برای تدبیر و جلادت و دلیری بود، و هم از راستی و درستی و صداقت نزد شاه عالم هم معتمد و معتبر شد - خود در لاهور که تیول وکلای سرکار دولتمدار بود، نشسته به ضبط ملک وگردآوری مالها مقید شد - و خلف خود نعیم خان را، که آخر بخطاب مهابت خانی رسیده بود، نایب خود و بخشی سرکار شاهی مقرر نموده، در کابل در رکاب عالی گذاشت و فی‌الجمله نسق خانه و برهم خوردگی و نالش همه جا را بصورتی داده بود که واقعهٔ عالمگیر بادشاه درمیان آمد - ۳۳ الف

این وزیر صاحب تدبیر که اول خبر واقعه بادشاه در لاهور به او رسید و این معنی شهرت داشت که شاه عالم بعد واقعهٔ بادشاه عزیمت‌جنگ ندارد- از همان طرف به ایران خواهد رفت- چنانچه خجسته اختر و رفیع‌القدر که در حضور پدر بودند همه همین را مصمم می دانستند، لیکن خانخانان خود به من نقل کرد که چون اعتماد و اعتبار

و فهمیدگی من در دل شاه عالم، چنانچه باید ، منقش شد ـ و مرا فدوی و صاحب رای صحیح و عزیمت واثق و رازدار دانست ، روزی درضمن مصلحت تدبیر سلطنت تنها ازو پرسیدم که این معنی اشتهار یافته که شما را داعیهٔ رفتن ایران است ، چنانجه شاهزاده‌ها به من بقسم و تاکید این معنی راگفته اند ـ

فرمودند همچنین است ، لیکن درین مصلحت عظیمی است که هم چو اشتهار داده ایم و خیلی پختگی بکار برده ، تا متیقن این قسم مردم شده ـ اول آنکه پدر که نه سال مرا بهگمان یک داعه محبوس داشت(۱) ـ اگر اندکی مرا صاحب عزیمت تصور کند ، همین وقت درفکر من و شکست حال من متوجه می شود ـ دیگر محمد اعظم که مدعی‌قوی وصاحب جلادت و جلدی و حالت و مکنت دارد خود راجمع و مهیا می نماید ـ الحال به ابن شهرت پدر هم از من مطمئن و خصم نیز غافل و فرحان است ، لیکن بخدای که جان داده ، و قرآن در دست داشت بران دست گذاشت که بهمین قرآن قسم است که اگر ٣٣ ب یک تن هم با من رفیق نه باشد ، یک مرتبه یکه و تنها هم مقابل با اعظم هرجا که باشد می شوم ـ این امر که سرعمدهٔ من است و عمرها سعی کرده ام ، بجدی که دلنشین پسران من شده ، حواله به تست ـ زینهار نوعی نه کنی که به علامات و انداز و اطوار کار هم بر کسی ظاهر شود(الف) ـ

(الف) لیکن کیا اپنی دوں ہمتی ، حوصلہ باختگی اور بے عزتی کو اس پیمانے پر شہرت دینا کہ بیٹے اور رفیقان خاص بھی اس کا یقین کرلیں ـ پیش نظر مقصد کے لیے کسی بھی درجے میں مفید تھا بظاہر تو یہ ایک ساختہ پرداختہ سی بات معلوم ہوتی ہے ـ

چون خبر واقعهٔ عالمگیربادشاه در لاہور رسید، به استعجال شباشب به شاه عالم نوشت که به قدم استعجال باید شتافت و فکر سرانجام توپ و توپخانه و لشکر ، ہرچه باشد ، من مہیا نموده ام ۔ بندگان حضور را درین امر اندیشه نه باید کرد ۔ قبل ازین گویا آن صاحب رای درست این مقدمه را دیده بود که بر این قسم دریاہای عمده بزرگ اسباب پل بندی سہیا نموده داشت که ہرگاه شاه عالم رسیدند توقف یک روزه روی نه داده از دریاہا عبور به سہولت شد و در لاہور سرانجام توپخانه مہیا نموده ، اعرابه ہای توپ ہمه آماده کرده بود ۔ در عرض قلیلی گاوہای توپ کشی از دہات ہزاران ہزار درین مدت قلیل که دیوان طلب داشته در لاہور جمع نمود و طلب سپاه که تمام عمر نالش آنہا نه رفته بود ، ہمه فارغ کرده بود ۔ با فوجی آماده تا رسیدن شاه عالم توپخانه را روانه کرده و خود بر عقب توپخانه بیباک و دلیر به طرف ہم چو محمد اعظم شاه حریفی رہگرا شد و شاه عالم نیز از کابل به التماس و جمع نمودن خاطر از نوشتجات او به قدم استعجال شتافته روانه شدند ۔ چنانچه بلا توقف و مقام ده کروه دوازده کروه جریبی ہر روز منزل طی نموده قطع مسافت می نمودند ۔

چنانچه بتاریخ سلخ شہر محرم الحرام سنه یکہزار و یکصد و نوزده ہجری(الف)بوقت‌نصف‌النہار ہنگام رسیدن خیام‌فلک احتشام‌بر پل شاه دولا

(الف) ۲۴ مارچ ۱۷۰۷ء ۔ اروِن نے لکھا ہے کہ شاه عالم نے جمرود میں والد کے انتقال کی خبر سنی تھی (۱۲ مارچ ۱۷۰۷ء) یعنی (بقیه حاشیه صفحه ۶۹ پر)

کہ دوازدہ کروہی دارالسلطنت لاہور است(الف) بنا برین جلوس بر تخت خلافت نمودند و سہ روز دیگر دران منزل مقام نمودہ و انعام و احسان خسروانہ بہ عموم خلایق رسانیدہ با فر فریدونی داخل لاہور شدند ۔ و بہ زیارت مخدوم شیخ ابوالحسن صاحب ولایت آنجا شرف اندوز

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ سے)

واقعہ وفات سے صرف بیس روز بعد ۔ حالانکہ احمد نگر اور جمرود کے درمیان قریباً چودہ سو میل کا فاصلہ تھا ۔ گویا ہرکاروں نے روزانہ بالاوسط ستر میل کا فاصلہ طے کیا ۔ احمد نگر سے آگرہ سات سو میل اور آگرہ سے جمرود سات سو پندرہ میل تھا ۔ دوسرے لفظوں میں دونوں بھائیوں کو آگرہ پہنچنے میں یکساں فاصلہ طے کرنا تھا ۔ شاہ عالم کے بیٹوں میں سے رفیع القدر اور خجستہ اختر ساتھ تھے ۔ معزالدین کو جو ملتان اور ٹھٹھ کا ناظم تھا ، فرمان بھیج دیا گیا تھا کہ اپنے بڑے بیٹے عزالدین کو ساتھ لے کر لاہور پہنچ جائے ۔ یکم صفر ۱۱۱۹ھ (۲۳ اپریل ۱۷۰۷ء) کو شاہ عالم راوی کو عبور کرکے لاہور پہنچ گیا ۔ (اروِن جلد اول ص ۱۸—۲۰) منعم خان نے پہلے سے دریائے سندھ ، دریائے جہلم ، دریائے چناب اور دریائے راوی پر پلوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ خافی خان کا بیان ہے کہ عالمگیر کی وفات کی خبر ۲۷ ذی‌حجہ یعنی ۲۱ مارچ کو پشاور پہنچی تھی ۔ منتخب‌اللباب جلد دوم ص ۵۸۳) اور محرم‌الحرام تک شاہ عالم نواح لاہور میں پہنچ چکا تھا اور یکم صفر کو خطبہ و سکہ کا انتظام کیا ۔

(الف) معلوم نہ ہوسکا کہ پل شاہ دولہ کون سا مقام تھا جو لاہور سے صرف بارہ کوس شمال میں تھا ۔ شاہ دولہ کی خانقاہ گجرات میں ہے ۔ لاہور سے بارہ میل کے قریب صرف کالاشاہ کاکو ہے ۔ کیا مصنف کو شاہ کاکو اور شاہ دولہ میں اشتباہ ہوا ؟

سعادت‌گردیده به خدمت شاه زعیر درویش و دیگر مردان خدا که دران مکان آسوده اند مستفید شده(الف) شامگاه داخل دولتخانه گشتند ۔ وہمون وقت بادشاه زاده معزالدین، که به پروانگی جد ماجد خود به صوبه داری دارالامان ملتان سرفراز بوده، به لاهور رسیده بشرف ملازمت پدر عالی‌قدر سعادت حاصل کرده ۔ بعده آن بادشاه عالیجاه با هر سه پسر والا گهر در باغ شالامار که فردوس روی زمین است پنج روز مقام فرموده، متوجه دارالخلافه شاه جهان آباد شد و بعد قطع منازل داخل دارالخلافه دهلی گردیده، به زیارت حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی قدس سره و حضرت شاه نظام‌الدین اولیا قدس سره بهره ور شده، و از حسن تدبیر و سر انجام معاملات خانخانان از عرض خزانه و اموال و اجناس قلعۂ مبارک حسابی فراگرفته به سمت اکبر آباد انتهاض فرمودند ۔ و بتاریخ هفتدهم شهر ربیع‌الاول سنه یکهزار و یکصد و نوزده هجری(ب) در ظاهر آگره رسیده نزدیک سموگر(۲) دایره لشکرگردید ۔ شاهزاده محمد عظیم الشان به استقبال و ملازمت مشرف گردید ۔

۳۴ ب

این وزیر صاحب تدبیر جری در اندک فرصتی خود را به شاهجهان آباد رسانیده متصدیان محمد اعظم شاه که در شاهجهان آباد بودند از ملاحظۂ او همه بدر رفته فراری و مختفی گردیدند ۔ و محمد یار خان که

(الف) ان بزرگوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا ۔

(ب) ۷ جون ۱۷۰۷ یہ تاریخ تو بداہتہ غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ۸ ربیع‌الاول جنگ کو جاجیؤ پیش آئی اور شاہ عالم اس سے کم از کم چار پانچ روز پیشتر آگرہ پہنچ گیا تھا ۔

صوبه دار و قلعه دار شاهجهان آباد بود ، باوجودیکه مرد بسیار صاحب احتیاط و از عواقب امور پر خایف بود ، نظر بر این که ایرانیه رابه سبب هم مذهبی و رابطی خاص با محمد اعظم شاه بود ، همه امرا و اقربا و رؤسای سلطنت با محمد اعظم شاه همراه(الف) لیکن به رسیدن بیباکانه این وزیر جری دلاور با آن توپخانه و فوجی سنگین جرار و از دنبال آمدن شاه عالم ، ناگزیر راهی دیگر جز این نه دید که قلعه را تسلیم نماید ـ این عزیز قلعهٔ شاهجهان آباد را ، که خزاین و اموال سلطنت هندوستان از زمان اکبر بادشاه حتی‌الآن بالتمام در این جا بود ، به تصرف درآورد ـ والحال به همت کامل و عزیمت قوی و رای صایب صاحب دولت و خزاین شد که اگر تمام سپاه هندوستان را خواهد نوکر کند ـ و هم چنان کرد که یک‌لک سوار بیشتر ترتیب داد و در زر پاشی و در داد و دهش و گرد آوری سپاه جدید از هر قوم و آسودگی لشکر قدیم جای یک ، لک می داد ، پیش ازانکه شاه عالم پاشنه کوب دنبال وی آمدند و به همان دلیری وبیباکی متوجه اکبرآباد گردید ـ در اندک فرصتی با صولت تمام به اکبر آباد رسیده ـ باوجودیکه محمد بیدار بخت بهادر بر روی دریای چنبل رسیده و محمد اعظم به گوالیار ، هیچ اندیشه و وسواسی ناکرده به پای قلعه اکبر آباد آمد ـ ۳۵ الف

باقی خان که از چیله‌های قدیم بادشاهی و معتمد قلعه دار اکبرآباد

(الف) یعنی اعظم شیعیت کی طرف مائل تھا اور تمام ایرانی اس کے معاون تھے ـ اسی طرح شاہ عالم پر بھی شیعیت کا الزام لگا ، لیکن ان الزامات کی حقیقی حیثیت واضح نہ ہوسکی ـ

بود و تا حال قلعه را به عظیم‌الشان نه داده و مستعد جنگ بود به رسیدن این دلیر دلاور که شاه عالم هم به قدم او می آمدند ، قلعه را نتوانست نگاه داشت ، گفت قلعه می دهم ، شما تنها بیائید - این اصلاً وسواسی نه کرده ، باوجودیکه او در قلعه وانه کرده غرفهٔ در باز کرده بود ، و تخته پل کشیده یک چوب شاه تیری که دو قدم برابر آن نتوان گذشت ، برای آمد و شد پیادهٔ گذاشته بود ، بر همان چوب که نمونهٔ پل صراط بود ، به جرأت قدم گذاشت ، و تنها به قلعه درآمد - و چون از بیست کروهی که متهرا باشد تاخته آمده ، و شب هنگام رسیده بود ، همانجا کمر وا کرده و چیزی خورده به خواب رفت ، تا مردمش رسیدند -

مردم را به گردآوری اموال و خزاین و مصالحهٔ توپخانهٔ قلعه گذاشته و خاطر از دروازه‌های آن جمع نموده نصف شب به ملازمت عظیم‌الشان بهادر که در شش کروهی شهر بودند ، شتافت - و ایشان را دریافت و نصایح سودمند و پندهای ارجمند معروض داشت -

۳۵ ب

و چون خبر رسیدن این و به تصرف درآوردن قلعهٔ اکبرآباد که مستحکم ترین قلاع تخت گاه بود ، به بیدار بخت بهادر به دهول پور رسید ، کمرش شکست ، گونهٔ گلگونه خیری یاس شد - بنده درآن وقت در خدمت ایشان حاضر بود - یقین آن دوربین عالی رای شد که کار از دست رفت - و همان وقت به والد ماجد خود عرضداشت کیفیت حال با کلمات یاس نوشت -

سبحان الله! آن متهور بیخبررا تا حال ازیں مقوله و به متهرا رسیدن این فوج مستقبل ، و دنبال او آمدن شاه عالم خبر نه بود (الف) و نوکران نادولتخواه مزاجدانش هنوز این معنی را بعرض او نه رسانده بودند ـ چه هر کس از آمدن ساه عالم به او می‌گفت او جان و دل باخته قرار داده ، در استهزا و استخفافس می کوشید تا آنکه بعد دو روز آن شاه عالم به اکبر آباد رسید و پیغام صلح نمود ـ و نقسیم ملک بیان نمود و او قبول نداشت جنگ مقابل سد ، چنانچه سبق ذکر یافت ـ

فی الحقیقت این همه کار های عمده و حصول سلطنت به رای و شمشیر این وزیر صاحب‌التدبیر دلاور شد ، لیکن در زمان سلطنت شاه عالم تا زنده بود ازین مقوله بر زبان نیاورد که از من هم کاری شده ـ بلکه اکثر اوقات به عرض شاه عالم می رسانید که نبوت و سلطنت محض تائید الٰهی است (۴) هیچ کس را درین امر حقی بر سلاطین نمی باشد ۳۶ الف و هر کس گمان می کند که اگر من نمی بودم سلطنت میسر نمی شد از ابلهی و نادانی است ـ این چه باسد !

این اسرار که هیچ سرو مصلحت او از من مخفی نمی بود ـ با من می‌گفت که اینکه بادشاه نشان، روی فلاح هرگز نمی بیند ازین جهت است، که چون این دود به دماغش می پیجد، منت بیحد بر بادشاه می‌گذارد ـ و قدم از جادهٔ اعتدال نوکری و آداب و مراعات بندگی، بیرون می نهد ـ

(الف) مصنف کے بعض تبصرے محل تعجب ہیں ـ اعظم شاہ کو غیب سے توکوئی خبر آ نہیں سکتی تھی ـ ذریعہ یہی تھا کہ اس کے جتنے کارکن آگرہ سے قریب تھے ، وہ ہر خبر پہنچاتے رہتے ـ بیدار بخت نے یہی کیا ـ

و مزاج سلاطین‌غیور در هیچ حال متحمل‌آن نمی‌تواند شد۔ چنانچه از مقدمات محمد بیرم خان و اکبر بادشاه، و دیگر از محامل کثیره معلوم شده باشد۔

باب نوزدهم

استمالت وبحالی امراء فریق مخالف

القصه چو از کار محمد اعظم‌شاه پرداختند و او با هردو(الف) پسرور شید کشته شد و سیومی که در سن کمتر بود هم اسیر شده ، بی اندیشهٔ مخالف جمعیت خاطر حاصل نموده، فکر کام بخش که دوردست در دکن بود و از حالتش منصور نه که عزیمتی تواند نمود ، بلکه یقین عقلا و ارباب دانش از اطوار و اوضاعش بود که درانجاهم‌خود را جمع نمی‌تواند داشت ، اکنون جمعی از عمده ها مثل امیرالامرا اسد خان و نصرت جنگ ذوالفقار خان که او هم از میدان برآمده نزد پدر که به بنگاه محمد اعظم شاه در گوالیار بود رفت ، همه را به اعزاز و دلاسا طلبید و دل نشین شاه عالم نمود که اینها صاحب خاندان کهن و رکن رکین سلطنت هندوستان و نسق ملک به ذوات اینها متعلق است ، و خدمت آبا و اجداد این دودمان عالی کرده اند ، اینها را معزز و بر سر کار باید داشت ۔ ۳۶ ب

القصه چون امر وزارت بسعی و کوشش بادشاهزاده محمد خجسته اختر جهان شاه بر ایشان مقرر شده و اختیار و مدار سلطنت به جهان شاه

(الف) بیدار بخت اور والا جاه ۔

مفوض گردید به التماس این بزرگ وکالت مطلق به امیرالامرا اسد خان تفویض شد و میر بخشی گری به ذوالفقار خان و خطاب امیرالامرا مقرر شد و بخشی‌گری دویم به میرزا شاه نواز خان صفوی قرار یافت ۔ و این بزرگ یعنی خانخانان ، آصف‌الدوله(الف) را در کچهری وکالت‌برمسند نشاند ۔ و خود مثل پیش دستان به ادب تمام زیرمسند او دور نشست و آدابی که پیش دستان به منوب عنه ، نمایند به مراتب زیاده‌تر ازان بجا آورد ۔ ، صوبه داری دکهن به امیرالامرا ذوالفقار خان مفوض داشت و نائب او داؤد خان افغان پنی و خود میربخشی حضور به استقلال تمام داشت۔ وچون مردی(ب) صاحب عقیدۂ صادق و دولتخواه سلیم النفس بود و مآل اندیش دانا بود ، اغراض نفسی خود را بر ابقا و استقامت سلطنت و نیکنامی ولی نعمت خود هرگز مقدم نمی دانست ، و همان می گفت و می کرد که به سلطنت اصلح بود ۔ چنانچه دران وقت که امرای خاندانهای عالی صاحب اعتبار زمان عالمگیری همه همراه محمد اعظم شاه و با شاه عالم جنگ کرده ، در معرض آن بودند که هر بدی که درحق آنها اندیشیده و گفته شود و دل نشین بادشاه بکند ، سزاوار آن بود ، و همان صورت می بست ، لیکن ۳۷ الف او شفیع حال همه شده به عرض بادشاه رسانید که این جماعه معذور اند ۔ وارث سلطنت هرکه برسریر سلطنت نشست این بنده ها حاضر بودند ۔ بجز این که رفاقت او نمایند دیگر جایی و راهی نه دارند بعد ازانکه

(الف) اسد خان جملةالملک ۔

(ب) یعني منعم خان خانخانان ۔

رفیق شدند و نمک آبا و اجداد خورده باشند و با دیگری از سابق حقی
و عهدی و پیمانی نه باشد ، نفاق و زبونی و خدعه را چه جهت و باعث
تواند شد - سلطنت عظیم‌الشان ہندوستان دولتی است که بیک تن و
دو تن این بارگاه سلیمانی برپا نمی تواند شد - چندین ستون عمده و
ریسمان قوی باید تا این خیمه برپا شود و قایم بماند - و این بنده ہا که
ابا عن جد از قاعدهٔ سلطنت و آداب بندگی و خدمت و نسق سلطنت و
ملکی و مالی ابنأ از آبا و اخلاف از اسلاف مستفید اند ، و خود سالها
خدمات عمده تمشیت داده ، تا اینها مصدر خدمات عمده و ذی اعتبار نه
شوند امکان نه دارد که نسق سلطنت و قوانین ملکی و مالی و سر فوجی
و سرداری بدست آید - الحق از بنده‌ہای قدیم و جدید در رکاب از ہرجا
فراهم آمده و جان فشانی نموده اند ، بقدر خدمت ہریکی به دولت عظیم و
مناصب می باید مستسعد گردند - و به کمال و منتہای آرزوی خود در
جلدوی فدویت و جان فشانی فایز شوند - لیکن این جماعت که ابا عن جد
۳۷ ب بجز نوکری امرا و بادشاہزاده ہا ہم از ہمین عالم مردم اند اکثری
در بندگی اینها می باشند ، بلکه اکثر نوکر قصباتی گری فوجداران
نموده ، و در خدمت امرا و بادشاہزادہا ہم بعضی الا ماشاء الله تعالیٰ
در مرتبهٔ بعضی خدمات می رسیده اند، اینهارا کجا رتبهٔ مراتب شناسی
امور سلطنت و دستوردانی آداب شان و شوکت و شکوه ریاست
و ملکداری و کارہای عمدهٔ بادشاہت ، و دستوراتی عمده ہای سلطنت و
آداب خدمت سلاطین ، منحصر در بزرگ زادگی و صاحب خاندان عمده
بودن است -

باب بستم

فضائل و تجمل شاه عالم بهادر

این چنین وزیری و آن چنان بادشاهی که شاه عالم بود ، جواد ، کریم، عالی همت، با مروت، مراتب شناس، باشرم چشم، عصیان بخش، از پدر و جد مراتب و دقایق سلطنت دیده ، و خود فی‌الحقیقت پنجاه سال سلطنت کرده ، زمانه را رونقی دیگر ، و اعلیٰ و ادنیٰ را درخور مرتبه ، بلکه زیاده ازان نوازش و افضالی از حالت برتر نصیب گردید ـ آن چنانکه خاص و عام را افضال و اکرام و قدر دانی هم چو عالمگیر ظل اللهی فراموش شد ـ همه رطب اللسان و تر زبان شکر احسان گردیدند ، بلکه بعضی کم حوصلگان این اسراف لطف بی پایان را از نا شکری و حسد مزاجی به افراط و بذل بیجا نکوهش می کردند و قدردانی هر فرقه و خریداری و اعزاز هر گروهی، چه از علما و فضلا ، و چه از فقرا و امرا ، کلهم و اجلهم اعلیٰ و ادنیٰ به مراتب رسید که چشم روزگار هرگزندیده ـ و درهیچ عهدی به گوش زمانه هرگز نه رسیده ـ اخلاق و کمال ذاتی او در درجه‌ای بود که بیان ازان قاصر است ـ شجاعت این بادشاه دلاور دران مرتبه عزم جزم بالیقین برین داشت که هم چو با اعظم شاه متهوری البته یکه و تنها قصد مبارزت داشت و اصلا واهمه و هراس از هیچ کس و هیچ امری

۳۸ اا

مخطور او نه بود - چار پسر این چنین را با این دولتهای عظیم و افواج
مستعد همیشه در پهلو داشته هرگز نمی دانست که موجود اند یا معدوم
و از امرای عمده هر کس با هر پسری که متوسل می شد اصلا به منع
آن نمی پرداخت - چنانچه این اضعف العباد که در تحریر این قسم
مراتب نظر به قدم بندگی واینکه در حضور عالمگیر بادشاه نیز از راه
خانه زادی و محرمیت درین امور جرأت عرض داشت ، وخود
می دیدند ، کیفیتی که معروض داشته و خود جوابی برآن بکمال فضل و
دانش نوشتهٔ اند ان شاالله تعالیٰ مذکور می نمائیم و سلاطین زاده‌ها که آبای
آنها را کشته ، ابنای آن مقتولان را با یراق و اسلحه روز و شب گرد و
پیش خود داشت - آنچه در محل نزد والده های خود می بودند جوان
و در سن رشد بودند ، همیشه با یراق ، بلکه شکار کنان تیر و تفنگ هم
با خود میداشتند ، مانعی و وسواسی اصلا نمی فرمودند - دیوانش چه
دیوان نشانی ، احسانش چه احسان بی پایانی از شاهجهان بادشاه تا
عالمگیر بادشاه هرگز به آن تجمل کسی ندیده - هفده بادشاهزادها و
۳۸ ب سلاطین زادها از ابنا و نبائر خود و ابنای اخوان در دیوانش دور
تخت می نشستند - چنانچه دست راست: محمد معزالدین جهاندار شاه مهین
پور خلافت با سه پسرخود و رفیع الشان بهادر با سه پسرخود و بیدار دل
پسر محمد بیدار بخت بهادر ، می نشستند و دست چپ : محمد عظیم‌الشان
بهادر با دو پسر خود ، و جهان شاه بهادر بایک پسر و عالی تبار پسر
محمد اعظم شاه برابر با عظیم الشان و جهان شاه - دست راست زیر دست
اینها مائل روبرو : دو پسر محمد کام بخش - هم دست راست عقب تر

از بادشاهزاده ها برابر نبایر و ابنای وارثان اقالیم ، مثل پسران اسکندر ملکدار بیجاپور ، و پسران قطب شاه والی حیدر آباد که ایستاده می بودند، جمی‌غفیر هفت هزاری و شش هزاری و پنجهزاری تا سه هزاری که در محجر نقره بالای صفه می ایستادند ، تا کجا تعداد توان کرد که همچو صف نماز در صفوف هرچهار طرف فصلی نمی‌بود ـ و از روزهای جشن از الطاف و اعطاف و شفقت تمام تبسم کنان اینهای که می نشستند یک یک را موافق مراتب، پان به دست خود و ارگجه(الف) عنایت می کرد و نوازش جواهر و خلاع عموماً می فرمودند ـ و درخانه به لباس درویشانه و غربا می بود و نمازها همیشه و همه وقت به جماعت ادا می کرد ـ و دران اصلا تخلف نمی رفت ـ اکثر اوقات در اعیاد و جمعه ها در سفر همان اسبک دیوان خود خطبهٔ فصیح می خواند ۳۹ الف و همیشه خود امامت می کرد ـ قرآن بتجویدی و قرأتی می خواند که فصحای عرب متحیر بودند و نماز تهجد هرگز ازو فوت نمی شد ـ و تمام شب به عبادت و طاعت می گذراند و اول سب مدام صحبت با درویشان و علماء و فضلاء می بود و خود افادهٔ حدیث می نمود ـ محدثی بود که در مرتبهٔ اجتهاد توان گفت ، فقیهی بود که جزئیات و کلیات و روایات و اختلافات و جرح و تعدیل جمیع مذاهب از بر داشت ـ در حقایق و معارف دقیقه ای نبود که نزد او مهمل و نا معلوم باشد ، به درجهٔ که بر اجتهادات او هیچ فقیهی را مجال انکار نمی توانست ـ

(الف) ''ارگجه'' بر وزن مضمضه : ایک خوشبو جو صندل ، گلاب ، کافور ، مشک ، عنبر سے تیار کی جاتی ہے ـ به لفظ ہندی ہے ـ نوراللغات میں اس کا اصلا ارگجا ہے ـ

کتب معتبرهٔ اہل حق و صوفیہ علیہ را ہمہ بہ تدقیق مطالعہ نمودہ و رؤس مقدمات اکثر محفوظ او بود ، بہ درجہ ای کہ بعضی از متعصبان شریرالنفس محض در حق او گمان اخلاط و تخلیط مذہب می بردند ۔ من ازو بسیار نشنیدہ ام ، حاشا کہ چنین باشد ۔ بر متتبعان محقق منصف از آفتاب روشن‌تر بود کہ درجہ و مرتبہ و ہرچہ می‌گوید، از کجا می گوید و تتبع و تحقیق و تدقیق او در چہ مرتبہ است ۔

از مراتب کمالاتش تا کجا ذکر توان کرد کہ در دفترہا تعداد و احصای آن متعذر و نامعدود است ۔

اکنون شمہ ای از مقدمۂ توجہ او بہ دکھن درکار کام بخش اجل رسیدہ آنچہ در ضمن آن رودادہ بایجاز و اختصار نقل نمودہ سخن بہ انجام رسانیم ۔

باب بست ویکم

ذکر رفتن شاہ عالم بہ حیدرآباد دکن(الف)

۳۹ پ

چون سابق بہ تحریر آمدہ کہ عالمگیر بادشاہ مغفور بہ قلیل زمانی قبل از رحلت خود محمد کام بخش را بہ بیجاپور مرخص فرمودند ۔ آن بادشاہزادہ حافظ عالم خوشنویس کہ جمیع قابلیات ظاہری بہ درجہ اتم ۱۰

(الف) پورا عنوان یہ ہے : ذکر رفتن شاہ عالم بہ حیدرآباد دکھن بہ جہت‌انفصال مہم محمد کام بخش و دیگر قضایای کہ درین رو دادہ از خیر و شر بہ مشیت قضا و قدر الٰہی جلت آلاہ ۔

داشت لیکن فی حد ذاته مجنون مزاج بود۔ چنانچه درحضور پدر هم یک ماه بر نمی آمد که محبوس و معاتب و مخاطب(الف) و مطرود نمی گردید ۔ ادای چند ازو به ظهور می آمد که تحریر آن پر رکیک است ۔ اکنون که به بیجا پور رسید و سکه و خطبهٔ سلطنت بنام خود کرد۔ سبحان‌الله ! که چیزهای غریب ازو به ظهور می آمد ۔

از سودای طبعی اعتماد بر اقوال بعضی مزوران تلبیسی که این جماعه هر بادشاهزاده را مبشر به سلطنت می نمودند و این ظالمان ایمان بباد داده حرفی نه داشتند بجز این که افترا بخدا و رسول خدا (صلعم) و اولیای اکابر امت نمایند ، که مارا خدا بزبان خود و رسول خدا (صلعم) و فلان فلان از ائمه اطهار و اولیای کبار چنین فرمودند ، بلکه با همه مستعد نصرت و مدد وکومک تو اند و ترا هیچ احتیاج فوج و لشکر نیست ۔ اگر تنها باشی و همراه حریف لشکر سلم و تور باشد ، طاقت مقابلهٔ تو ندارد تا به مقاتله چه رسد و درین هرچه عبارات رنگین ادا می نمایند ، این سفیه(ب) را یقینی بوده (که) من اگر یکه و تنها هم باشم ، بادشاه هم همین منم و درین امر از کمال جنون واقعات غریبه از خود هم نقل می کرد ۔

۳۰ الف

یکی از خبوس این بود که پسر کلان او را از همین عالم مزوری از راه خوش آمد یا از چه مر گفته باشد که این بادشاه خواهد شد ۔ این مجنون دیوانه به همین حرف واهی قاصد قتل آن بیگناه همیشه می بود

(الف) معتوب ۔
(ب) شهزاده کام بخش ۔

و از ترس عالمگیر بادشاه و به منع بعضی مردم اگر نه کشته بود ، همیشه محبوس و زندانی و در لباس فلاکتی و نکبتی که اولاد هیچ فقیری و گدایی نداشته باشد نگاه می داشت ، و حالش بدتر از کشته شدن رسانده بود و همین قسم به اندک گمان پوچ بی هیچ مستورات حرمش را نیز به عقوبتها و تعذیبهای غیر مکرر می کشت و پنهان پنهان به خانهٔ عدم می فرستاد - با نوکران و مقربان مخصوصان خود موجد ظلم و ستمی چند بر روی کار می آورد که هیچ چشمی و گوشی نه شنیده و نه دیده -

به این حال در ابتدای کار چون وارث سلطنت و ملک و نام عالمگیر بادشاه بر سرداشت رؤسای دکن از مسلمان و کافرین اجماع نمودند و صوبه داران و فوجداران و اهل خدمات آن دیار مثل سیف خان(۱) و رستم دل خان(۲) وغیره خورد و بزرگ همه به او اتفاق نموده و به سلطنتش برداشتند - میر ملنگ نام کوکهٔ(۳) خود را که دب و بنگ بی نام و ننگ محض بود ، در بیجا پور گذاشته خود متوجه حیدرآباد شد که رستم دل خان از زمان پدرش عالمگیر بادشاه و بعد واقعهٔ پدرش جانسپار خان صوبه دار آنجا بود ، بعض زمینداران عمدهٔ آنجا را تنبیه کرد و مستاصل نیز نمود - ۴۰ ب

غازی‌الدین خان بهادر فیروز جنگ که از زمان عالمگیر صاحب اعتبار و اقتدار در دکن و سرکردهٔ تورانیه و صاحب فوج بوده ، از رفاقت محمد اعظم شاه سر باز زده ، و از شاه عالم خایف ، زیرا که وقتیکه

عالمگیر بادشاه در حیدرآباد به تقریب موافقت ابوالحسن فرمانفرمای حیدرآباد ایشان را مقید نموده ، باعث آن ہمین خان فیروز جنگ بهادر بود ـ و عالمگیر بادشاه از راه ترحم و دور اندیشی محمد کام بخش را ربطی تمام به خان فیروز جنگ و تورانیه داده بودند ـ و سید اوغلان سیادت خان(م) که وکیل و کلید عقل و جمیع مهام خان فیروز جنگ بل تمام تورانیه بود ، او را معلم این بادشاہزاده کرده بودند و این را به او سپرده ـ درین وقت این بادشاہزادۂ مجذوب مزاج خان فیروزجنگ را که از شاه عالم متوہم بود و فکری برای خود در دکهن داشت ، نتوانست با خود متفق کرد ، بلکه ادای چند کرد که خان فیروزجنگ ازو متنفر بل متوہم شد ـ چه خان فیروز جنگ مرد دانای مدبر خدمت عالمگیر کرده بی چشم(الف) جهان دیده ، از مزاج روزگار واقف این سفیه را از اصل خوب شناخته بود ـ معهذا درین وقت که با این بواعث احتمال ضعیفی بود که توره انگاشته رو به این آرد و درکنار گیرد ـ ادای چند ازین سفیه به ظهور آمد که آیس مطلق گردید ـ رؤسای دکن که برین اجماع نموده بودند ہم از سفاہت و خونریزی بی محل و بی موقع و بدعهدی او این ہمه متنفر و متفرق شدند و به اماکن خودہا رفته جاہای خود را قایم ساختند ـ

۱۳ الف

القصه شاه عالم بهادر چون از کار ہندوستان خاطر جمع بکلی پرداختند و بی وسواس وارث ملک را که محمد اعظم با ابناش بود کشتند و به دست آوردند و خود بر سریر سلطنت جا ساختند ، در فکر کار

(الف) فیروز خان کی بیناقی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ـ

این که ہرچند ہیچ نبود ، اما وارث ملک بود ، متوجه شدند و از خان فیروز جنگ نیز وسواسی بخاطر داشتند و اجیت سنگھ پسر مہاراجه جسونت سنگھ وطن دار جودھپور ، و جے سنگھ نبیره زادۂ میرزا راجه جے سنگھ کچھواہه(الف) وطن دار میرتھا و انبیر اہیر و راجپوتیه خورد و بزرگ اینها نیز در نسق بندگی چنانچه باید به وضع آبا و اجداد خود بر طریق ہنجار نه بودند و واقعه طلبی در سر داستند ۔ لہذا این ہمه مراتب منظور داشته توجه دکھن اہم دانستند ۔ خانخانان با فیروز جنگ طریق مراسلات و مواسات و نصایح وا نمود و صوابدید کار او ظاہر کرد و خود واسطه شده اطمینان خاطر متوہمش نموده ۔ آن مرد بزرگ جہاندیده چشم از نیک و بد روزگار بسته ، بالفعل صلاح کار خود در ہمین دید که اگر ایشان به او نه کاوند و از سر گذشته درگذرند سلامت در انقیاد و فرمان برداری و گوشه نشینی است ۔ یک پسری که داشت که درین وقت به چین قلیچ خان بہادر مخاطب است (و) از قدیم با او موافقت نداشت و حامد خان برادرش که به رغم پسر خودسر فوجی به او مقرر نموده بود ، نیز درین وقت جدا شده به حضور آمده و رؤسای تورانیه که بزرگ او بودند نیز چون مقدمۂ کارش ضعیف دیدند دست از رفاقتش برداشتند ، لہذا باعتماد عہد و میثاق خانخانان صوبه داری احمدآبادگجرات را غنیمت دانسته قبول نمود و از دکھن برآمده روانۂ آن سمت‌گردید، و عبور از دریای نربدا نمود ۔ ہانا ہمه به حضور آمدن مضایقه (نمود) و چگونه ہم به حضور آید ؟ قطع نظر ازین وسواس،

۴۱ ب

(الف) ان کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

اعمیٰ مطلق ، حضور آمدن را چه لایق ؟ چنانچه ازان باز که نابینا شده بود دیگر به حضور عالمگیر هم نیامد - آن بادشاه عالی رای ، بزرگ تدبیر ، با مروت ، هم به شرم نوازش و هم عندالمصلحت سلطنت بسبب دولتی و ریاستی که داشت ازو بازخواست ننمود -

القصه شاه عالم بهادر با فوجی بس سنگین که این قسم فوج هیچ گاه فراهم نیامده بود و با امرای ذی شان که عمده‌های پدر را همه عمده تر نموده، با شاهزاده‌های با شان و شوکت و امامه و دبدبهٔ سلطنت متوجه دکن شدند و این وزیر صاحب تدبیر نوعی سرانجام مهام این یساقها در ابتدای سلطنت که هنوز جا نه کرده و خزاین از ملک نیامده ، رفاهیت لشکر و پرورش امرا و سرانجام توپخانه و کارخانجات که ۴۲ الف صد چند بلکه هزار چند افزون از زمان عالمگیری بود ، نمود ، اصلاً در هیچ امری بادشاه را تردد خاطر ازین مر حاصل نیامد - چون به خجسته بنیاد اورنگ آباد رسیده عازم حیدرآباد که محمد کام بخش مجذوب بالفعل درانجا بود ، شدند - نصایح سودمند و پندهای ارجمند به کام بخش نوشتند که والد ماجد به شما ملک بیجا پور تفویض نموده بود ، ما حیدرآباد نیز ضمیمهٔ آن نموده به شما تسلیم کردیم و این دو ملک عظیم که دولت فرمانروایان آنجا مشهور و نامور است و زیاده بر نصف هندوستان محصول دارند ، بی تخلل و وسواس به شما وا می‌گذاریم و شما را عزیزتر از فرزندان خود می‌داریم - زینهار قصد پرخاش و راضی به هلاک خود و خونریزی مسلمین و فساد ملک نه شوید - اگر این نصیحت به گوش دل قبول نمایید صوبه داری ملک قدیم که با شما

موافقت داشته باشد، مقرر نموده، خود از همین جا طواف مرقد خلد مکان نموده ، عازم هندوستان می شویم -

و الحق ازین پادشاه حق شناس بامروت در حق ابنای سلاطین زیاده ازین به ظهور آمد ۔ درین خدعه و تخلفی اصلا منظور نه بود ، لیکن آن طفل نادان ، خود رای ، باطل‌الخیال ، فاسد اندیشه اصلا این معنی واگوش نه کرده ادعای پرخاش بجد نمود -

۴۳ ب درین وقت از امرای بادشاهی رستم دل خان پسر جانسپار خان که صوبه دار حیدرآباد بود ، و سیف خان پسر سیف خان که صوبه دار بیجا پور بود لاعلاج همراه او بودند ۔ و از رفقای قدیمی او میر ملنگ که کوکهٔ او بود، و دیگر مردم بی نام و نشان که دو همین چند روز او آنهارا امرای بی هیچ قرار داده بود ، مجموع پانزده بیست هزار سوار ازین عالم درین وقت از مردم هندوستان با خود داشت ۔ لیکن ادنئی و اعلئی هر کس که فی‌الجمله بهره ای از شعور داشت ، دل او نه بود ، لاعلاج با او بسر می برد ۔ وزیر صایب تدبیر خانخانان به نوشتجات و تسلیات اینهمه را مستال ساخته و مهیای آمدن به حضور نموده ، حتی میر ملنگ کوکه دب و دبنگ ابلهش را نیز ۔ چون آن سفیه استشمام این معنی نمود رستم دل خان و سیف خان و میر ملنگ را یکجا به قتل رسانیده خانمان اینها را غارت نمود ۔ الحال از رؤسای کار که نامی ازو توان برد با او نه ماند و از خزاین و اموال نیز تهی دست شد ۔ ده هزار سوار با توپخانه و بعضی از مجهول زمینداران دکهن و اوباش

پریشان معاش با او بودند ـ معهذا او را داعیهٔ جنگ و محاربه در سر بود تا آنکه شاه عالم بهادر بادشاه با آن فوج ظفر موج آماده و شایسته و توپخانه و ابنا و امرای ذی شان و شوکت ده دوازده کروهی حیدرآباد رسیدند و ہر روز متصل مردم از و(الف) جدا شده این طرف می آمدند و زمینداران دکهنی قلیلی که بودند نیز برخاسته به اماکن خود رفتند ـ اکنون زیاده بر چار پنج ہزار سوار و قلیل توپخانهٔ برہم خورده ـ معهذا احشام جمله تقاضای طلب ، و جمعی که گرد و پیش او مانده ہم به توقع غارت دست آخر ـ لیکن او را ہیچ وسواسی و ہراسی به خاطر نه ـ به ہمین عزیمت جنگ و توقع فتح خود بی فوج و سپاه به گفته ہای بی معنی و بشارات لایعنی کذابی مفتری چند ، مستقیم و قایم و راسخ بود ـ چنانچه از قلعه و شهر ہم برآمده با ہمین جمعیت در سواد شهر به دو سه کروہی در میدان خیمه زد و توپخانهٔ مفلوکی که داشت بر رو چید ، که ہمگی دو توپ پنج شش سیری بود ـ

۴۳ ب

درین اوقات ہم بادشاه حق شناس ، مروت اساس ، بردبار ، تحمل شعار ، دیندار ، نصیحت و موعظت می فرمود ـ تا آنکه به تانی و تامل تمام در عرض ده دوازده روز این قدر مسافت طی نمود ، به مقابله و فاصله که خیمه اش نمودار بود ، آمده توقف فرمود ـ ہرچند دولت خواہان و باریابان حضور به عرض می رسانیدند که درو حالتی نیست ، احتیاج ندارد که خود بدولت سوار شوند ، بلکه قابلیت آن ہم

(الف) کام بخش ـ

ندارد که از بادشاہزادہہا ہم کسی به مقابله اش برآید ـ لیکن ایشان تامل و تحمل را کار فرموده رخصت به مقابله نمی دادند ـ

باب بست و دوم

دستگیر شدن و جان به جان آفرین سپردن کام بخش(الف)

تا آنکه ذوالفقار خان که به او از قدیم عنادی داشت(ب) با خانخانان

(الف) پورا عنوان یوں ہے : به مشورت ہمدیگر سوار شدن خانخانان ذوالفقار خان به عزم جنگ با کام بخش و با جمعیت ہزار سوار پریشان حال ، شکسته بال به میدان کارزار برآمدن آن شاہزادۂ دیوانه و زخمی بیشمار بر فیل افتاده ، دستگیر شدن او به دست داؤد خان افغان ہراول امیرالامراء ذوالفقار خان ـ ایک اور عنوان بھی ہے یعنی : آوردن امیرالامراء ذوالفقار خان محمد کام بخش زخمی را نزد شاہ عالم و تفقدات آن جناب در احوال‌پرسی و اظہار رقت و افسوس نمودن و جواب به آن جناب و دیگر جواب و سوال بادشاہزادہ و او به ہمدیگر ـ

(ب) ذوالفقار خان اچھا تھا یا برا ، یه بحث یہاں چھیڑنے کی ضرورت نہیں لیکن شہزادے سے اس کے عناد کا واقع یقیناً محل نظر ہے ـ البته یه کہنا چاہیے که شہزادے کو ذوالفقار خان سے عناد تھا کیونکه جنجی کے محاصرے میں ذوالفقار خان اور اس کے باپ اسد خان کو ایک مرتبه گرفتار کرنا پڑا ـ اس کی وجه سے تسخیر قلعه کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشه ہوگیا تھا ـ یه واقعه پہلے لکھا جا چکا ہے ـ

مشورت نمود و مصلحت داد که این خوار بی اعتبار را چرا عبث وسواس خاطر بر رو باید داشت - روزی به تقریب دیدن جا و مکان رخصت حاصل نموده ، با افواج خودها که همراه داشتند ، چنانچه با امیرالامراء داؤد خان افغان پنی با جمعیت شایسته و نیاجی سیندهیا مرہتہ دکھنی که از صاحب اعتباران دیار خود بود همراه، و با خانخانان شش هفت هزار سوار نوکر خانه و بنده‌های بادشاهی بود ، چنانچه برای دیدن مکان سوار شده، بر یک پشته که مقابل خیام(الف) او بود و توپ می رسید ، آمده ایستاده شدند - آن متهور بے باک نیز دران وقت زیاده بر یک هزار سوار ، آنهم آنچنان که نشان داده شد و دو سه توپ مغلوکی که بر رو داشت بر فیل سوار شده و طبل جنگ زده مقابل اینها ایستاد - جهان شاه و رفیع‌الشان از بادشاهزاده‌ها به طریق سیر و تماشا سوار شده بیک سمتی دورتر ایستاده تماشایی بودند که خانخانان و امیرالامرا که بر پشتهٔ دست چپ مقابل و متصل ایستاده بودند آمده و یکجا شده باهم مصلحت دیدند که از طرف چپ امیرالامراء ، و از پیش رو مایل به دست راست که توپخانه اش همین طرف بود ، خانخانان جرأت نموده کار این را فارغ سازند - چون فوج امیرالامراء دست چپ ایستاده بود او تنها برای مصلحت نزد خانخانان آمده بود ، گفت من می روم وقتیکه نقاره کرده حرکت نمایم شما نیز ازین طرف حرکت نمایید ، رفته به فوج خود ملحق شد - و پیشتر از وقت اول روز نیاجی سیندهیا دکھنی را فرستاده بود که راه و قابوی درآمد ملاحظه نموده نزدیک‌تر به فوج او رسیده ، بطور دکھنیان طرح جنگی انداخته او را مشغول کرده بود -

۴۴ الف

(الف) یعنی خیمه های کام بخش -

امیرالامراء که اینها طبعی او بود نقاره نه کرده ، بجهت آنکه پیش از خانخانان برسد و این مهم سهل بنام او باشد ، حرکت کرد ـ چون ازین پشته حرکت او معلوم شد و برآمده رفته بود خانخانان نیز حرکت کرد ـ امیرالامراء قدری پیشتر رسیده ـ پسرش که چند قدمی بر روی نیا جی سیندهیا پیشتر ازو بود ، به مجرد رسیدن به دست آورد که خانخانان هم از مقابله روبروی توپخانهٔ او رسید ـ چه توپخانه ؟ وچه توپ اندازی ؟ درین وقت که ما با خانخانان رسیدیم ، فیل سواری او را دیدیم که آواره و تنها می گردد و خود زخمی بیشمار بر فیل افتاده است و گاه سر بر میدارد و تیری می اندازد و چند عماری سواری زنانه عقب فیل او و بس ـ

لاجرم چون امیرالامرا ازان طرف قریب تر بود ، داؤد خان که ۴۴ ب هراول او و پیش رس بود فیل این را گرفته نزد امیرالامرا برد ـ تا آن وقت باوجود زخمهای کاری چند تیر بر همراهان پیش رسیدهٔ داؤد خان زد و باز افتاد ـ درین وقت همگی بیست نفر از سوار و پیاده گرد و پیش او نه بود ـ غیر ازان بیچاره که به حمیت نام و ننگ خود کشته شد دیگر کسی بحربه پیش نیامد ، مگر همان چند تیر که بدست خود زد ، دیگر از طرفین از دماغ کسی خون برنیامد ـ ازین مقدمه همین قدر بود و بس ـ

امیرالامرا فیل او را با آن زخمی نیم مرده افتاده نزد جهان شاه که همان طرف تماشایی بودند ، و دران ایام حل و عقد خانهٔ پدربا او

بود و امیرالامرای زمانه ساز را به تازگی ربطی با او بهم رسیده و با خانخانان سوء مزاجی شروع شده ، برده ، شادیانه نواخته متوجه لشکر و حضور بادشاه شدند ـ وقت عصر تنگی در خدمت بادشاه آمدند ـ در تسبیح خانه که قریب به محل بود پیش بادشاه رسانده همه به خانه‌های خود برگشتند ـ بادشاه خود بر سر بالین آمده تفقدی بسیار نموده ، آب دیده شدند ـ و جراحان مقرر کردند که زخمهایش بربندند و در معالجه جهد بسیار (نمایند) راضی به بستن زخمها نه شده ـ هرچند ۴۵ الف بادشاه و جهان شاه و رفیع‌الشان با او حرف می زدند ، جواب هیچ یکی نمی داد ـ همین چند کلمه گفت ـ وقتیکه بادشاه از راه شفقت فرمودند که ما نمی خواستیم شما را این چنین ببینیم ـ گفت : عنایت و کرم می فرمایند، لیکن من به این وضع اگر نمی آمدم ، شما را چه روی می نمودم ؟ جهان شاه که بر بالینش نشسته بود گفت چرا این قسم کردند ؟ گفت : ما خطا کردیم شما زینهار این چنین نخواهید کرد ـ سبحان‌الله ! از طرفین طرفه سوالی و جوابی که آخر بر جهان شاه هم همان گزشت ـ از زبان رفیع‌الشان برآمد که صاحب آخرکار شاید یک هزار سواری با صاحب مانده باشد ـ گفت خیر ! اگر کمتر از پانصد سوار هم با من می بود و رفاقت می کرد تا جاییکه به خاطر داشتم و عزیمت بود البته خود را می رسانیدم ـ دران وقت به شاه عالم گفت که یک پاره جواهری که پدر به من داده بود و پارهٔ که در دکهن بدست من آمد ، و یک صندوقچه مهر کرده برفیل خود برای شما گذاشته ام ، راه آورد من و مال شماست ، آن را طلبیده بگیرید ـ

بهان حال تا سه پهر شب بر بستر افتاده ماند و نه گذاشت که زخمهایش بربندند ـ و آه و ناله هم اصلا نه کرده ، به استقلال تمام تا آخر شب جان بجان آفرین سپرد ـ و آفرین هزار آفرین از فلک و ملک بر استقامت و دلاوری او ـ اناالله و اناالیه راجعون ـ

دران وقت مرا آن وقت تولد او و آنچه درین مابین دیده بودمهمه حاضر شده و طرفه حالتی رو داده ـ داستانش همین قدرها داشت ـ دیگر قابل تحریر این محل نبود ـ ۷۵ ب

باب بست و سوم

مراجعت شاه عالم از دکن(الف)

اکنون شمه ای از کیفیت مراجعت شاه عالم بهادر از دکهن به طرف هندوستان و رسیدن تا به لاهور تا زمان رحلت ، آنچه از امور ضروریهٔ معتدبها که قابل تحریر ابن مختصر است به تحریر می آید ـ

چون شاه عالم بهادر از مقدمهٔ محمد کام بخش بهادر(۱) به آسانی فراغ

(الف) پورا عنوان یوں ہے : مراجعت شاه عالم از دکن به طرف هندوستان از راه راجپوتانه و استماع شورش سکهان نانکیه ازانجا عازم لاهور و صوبه پنجاب شدن و بیان قضایای که تا رسیدن به لاهور در راه سانح شد ـ

حاصل نمود ، هرچند مقدمات دکهن بسیار اصلاح طلب بود ، لیکن در رای ایشان اصلح نمود که در دکهن متوقف نباید شد ـ همانا عالمگیر بادشاه که بعد فراغ تسخیر بیجاپور و حیدرآباد و دستگیر شدن سنبها برای اصلاح بعضی امور قریب‌الوقوع توقف فرمودند ـ باز مقدمه آنچنان مسلسل و مطول ضروری داد که مدت عمر قریب سی سال حرکت به طرفی دیگر مقدور نه شد(الف)ـ و همیشه ازین معنی‌متاسف بودند، اما فایده نمی داد ـ درین ضمن هم کار دکهن ، نوعی که بوقوع این هر سه کارنامهٔ عمده که گرفتن بیجا پور و حیدرآباد و دستگیری و قتل سنبها با اکثری از رؤسا و رفقایش باشد درست نشین و به نسق آمده بود و رعب و هراس در دل خورد و بزرگ آن دیار جا یافته بود نه ماند وکار ۳۶ الف از چیزی بچیزی شد و ضبط و ربط هندوستان خود بکلی ضعیف گردید ـ همیشه افسوس می خوردند و می فرمودند که نادولتخواهان برای غرض نفسهای شوم خود که امیر و سردار شوند ، مرا بازی دادند(۲) که مراد ازان روح‌الله خان(۳) و خان فیروز جنگ بود ـ

اگرچه بر جزوی و کلی این امور این اضعف‌العباد را اطلاع حاصل است و دخیل کارها بودم ، لیکن اگر قصد تحریر آن نمایم پر طولانی می شود و درین محل غرض آن نیست و مقدمه که درپیش است از دست می رود و املای بادشاه نامه می شود ـ

(الف) عالمگیر ستمبر ۱۶۸۱ میں دکن پہنچا تھا اور وہیں فروری ۱۷۰۷ میں وفات پائی ـ گولکنڈہ اور حیدرآباد ۱۵۸۶ - ۱۵۸۷ میں فتح ہوچکے تھے ـ سنبھا ۱۵۸۹ میں‌گرفتار ہوکر مارا گیا تھا ـ

بای حال شاه عالم بهادر از حیدرآباد در عین برشکال مراجعت فرموده بلا توقف راه هندوستان پیش گرفت و هیچ جا به گذاشتن برشکال نه متوقف شده اند(۴) ـ و صوبه داری دکهن به ذوالفقار خان امیرالامراء (دادند) که مدتها در دکهن کار کرده و دران ملک نامی برآورده و ایشان خود میر بخشی شدند و در رکاب ماندند و داؤد خان پنی(۵) را فی‌الحقیقت از متوطنان دکهن کردند ـ

چون از دریای نربده عبور واقع شد، یعنی از سرحد دکهن برآمدند مطمح نظر بود که‌کار راجپوتیه را که از زمان عالمگیر بادشاه فی‌الحقیقت برهم خورده بود ، به آئین شایسته نسق دهند که اعتبارات از اصلاح کار اجیت سنگه(۶) بسر مهاراجه جسونت سنگه وطن دار جودهپور که عالمگیر بادشاه تا او زنده بود ازو در خاطر داشتند که شورشی و اداهای ناهموار ازو به ظهور آمده بود بالفعل بعد او هم مدتها در تخریب آن ملک و استیصال او متوجه شده بودند ـ و در جودهپور صوبه‌دار بادشاهی می نشست ـ و اکثر ملک او در تصرف بنده‌های بادشاهی بود ـ لیکن خاربن چنانچه باید کنده نه شده بود ـ درین وقت بادشاه گردی غروری به دماغ او پیچید ، فساد پیشگی خیلی به حرکت آمده، در طریق بندگی و نوکری و انقیاد و امتثال احکام چنانچه شعار اجداد او بود تن ده نمی شد و در ملک خود از حضور بی رخصت برخاسته رفته نشسته بود ـ و دویمی جی سنگه نبیره زادهٔ راجه جی سنگه که این را نیز خطاب میرزا راجگی داده بودند(الف) ، و از اجداد او هیچ یکی شورشی

۳۶ ب

(الف) جے سنگھ دوم یا سوای جے سنگھ کے حالات اس سے پیشتر لکھے جا چکے ہیں ۔

و فساد پیشگی ہرگز ننموده بود ، بلکه مصلح مقدمات وطن داری ہمیشه می بودند ، بالفعل با اجیت ہمراه بحضور آمده ـ بعد ازو ہم زمانی بسیار در حضور بود ـ اما مقدمهٔ او چنانچه باید و توقع داشت ، نشست نه کرده و در حضور ہم اعتباریکه مقرری خاندان اینها بود نه یافت ، ہانا با محمد اعظم‌شاه رفیق شده به جنگ آمده بود ـ این قدر از نظرانداختن چه ضرور بود ـ بالفعل از رکاب برخاسته، رفته ـ درین سفر او ہم در وطن خود نشسته بود و اجیت سنگه و او که به نازگی داماد اجیت سنگه شده دست به دست ہمدیگر و یک طریق بودند ، لیکن چون تقدیر الٰہی برین رفته بود که این مقدمه چنانچه باید به اصلاح درنیاید ـ

باب بست و چہارم

شورش بنده بیراگی

بعد عبور از دریای نربده خبر رسید که جماعهٔ ضالهٔ نا نکیه مشہور به سکه که در صوبهٔ لاہور و تعلقهٔ سہرند(ب) از قدیم‌الایام توطن ۸۴ الف دارند و کفار اینها را سکه یعنی چیله ، و پیر اینها (را) گرو می‌گویند ـ چنانچه سرگروه اینها در زمان قدیم‌گرو نانک نام داشت و از نتایج او این گروہی که بالفعل بود و جمی غفیر از مردم آندیار برو اعتقاد تمام دارند و بر امر او از جان و مال فدا و راسخ اند، اجماع نموده به رواج

(الف) سرہند کے نام کی قدیم صورت ـ

کفرو ہدم اسلام در ملک شورشی و فسادی برپا کرده(۱)، با وزیر خان(۲) که فوج دار سرہند بود ، جنگ کرده ، وزیر خان را با جمعی کثیر از رفیقانش شہید نموده و سہرند را با محالات کثیر از پنجاب تا بوریه(۳) وساڈھوره و سہارن پور وغیره قصبات ہر دو طرف جمنا قتل و غارت نموده به تخریب و ویرانی عمارات مساجد و معابد مسلمین و کندن قبور بزرگان واہانت و استخفاف اسلام و مسلمین دست تطاول دراز کرده ، یوماً فیوماً نایرهٔ فساد و کفران مخاذیل در اشتعال داشت ـ و دران دیار ، بل قرب و جوار کسی نیست که انسداد شورش آن مقاہیر تواند نمود و تاب مقاومت بر روی آن فتنه تواند آورد ـ حتی آصف‌الدوله اسد خان که در شاہجہان بود واہمه ناک شده ـ و در مردم شہر رعبی و ہراسی پیدا آمده ـ لابد امری دیگر نتوانست شد غیر ازینکه خود به قدم استعجال به آن طرف متوجه شوند و با وزیر صایب‌التدبیر خانخانان مصلحت دیدند که بالفعل متوجه استیصال راجپوتیه شدن که خالی از استدادی و دشواری نیست و فتنهٔ خوابیده را بیدار کردن صلاح نمی نماید ـ به کج دار و مریز اینها را مستمال نموده ، متوجه دفع آن نایرهٔ عظیمه که در دین اسلام فساد کلی بود باید شد ـ

ازین جا این راجپوتیه ہمیشه نوکر پیشه و بنده و مطیع بودند و در زمان عالمگیر بادشاه نیز صدمهٔ عظیمی کشیده ، و ہرگز حالت و استعداد مقاومت با سلاطین ہندوستان بالقوه اینها نه بود ـ خانخانان چون به استمالت اینها پرداخت از کوته اندیشی نظر بر وقت نموده و بعض تکلیفات زیاده بر حالت و استمرار راضی به ملازمت شدند ـ

و فی‌الجمله باعث خیره سری و مآل نیندیشی اینها سرگردید که سلالهٔ اربعه یعنی هر چهار بادشاهزاده والا گهر همیشه باهم در شکست و بست‌کارهای همدیگرمی بودند وکار سلطنت باین سبب برهم خوردگیها پیدا می کرد - و خانخانان نیز درین چار موجهٔ محیط آفت سلامت کشتی آبروی خود را غنیمت می شمرد و چنانچه باید به مهام ملکی و مالی نمی توانست پرداخت(۳) و لاعلاج به وضع روزگار می ساخت - از طرف عظیم‌الشان بهادر ، که بعد به دست آمدن اختیار و مدار کارها از دست جهان شاه جمیع مهام مالی و ملکی به انفاق لاعلاجی خانخانان به ایشان مقرر شده بود ، نیز اغوا و پشت گرمی بود - چنانچه به همین سبب به وساطت ایشان ملازمت آنها مقرر شده و قرار یافت که بسر راه در سر سواری آمده با جمعیت و فوجهای خود ملازمت نموده ، همان ملازمت و همان رخصت اوطان باشد ، بسیار به آئین ناشایسته که هرگز در سلطنت هندوستان بهیچ وقتی بظهور نیامده ، و اصلاً لایق شان این دولت عظمیٰ نبوده با تکالیف شاقهٔ غیر مناسبه ، چنانچه عظیم‌الشان بهادر در جاییکه اینها نشسته بودند خود تشریف برده اینها را همراه آوردند، و هرچه گفتند و خواستند از ملک و مال قبول نمودند و دادند ، واقع شد - تفصیل این مراتب پر بی مزه و بی فایده است -

۳۸ الف

سبحان‌الله ! عظیم‌الشان باخود باین خیال که این قسم زمینداران صاحب جمعیت نامورکه به وساطت ما بیایند و با ما متفق باشند، دست آخر بکار ما می آیند - هم این معنی صورت نه بست ، و نقد وقت خفتی

به سلطنت عظمیٰ رو داد که فی‌الحقیقت اگر وا می رسیدند این خفت هم به ایشان عاید شد ـ

درین سفراز قضایای عظیم یکی این بود و دیگرعزل کارها از جهان شاه و طریق عزل کارها ازو ، و مستقل گردیدن به عظیم‌الشان باوجودیکه از ابتدا بادشاه از ایشان نا خوش و دل گران و همیشه موسوس بودند ، و در همین مراجعت از دکهن اتفاق افتاده و این چنان شد که جهان شاه بادشاهزاده تند مزاج، مستغنی‌الطبع، زود برهم زن جلدی‌بود، بسبب بعضی نوکرانش خانخانان نیز ازو بیزار و دل‌گرانی و واهمه پیدا کرده بود ـ

۴۸ ب هرچند در ابتدا موافقت بود ، چنانچه به تحریر آمده که استقرار وزارت به ایشان (به) سعی و کوشش بلکه مبالغه و جهد و یکرو کردن او بود ـ اما روزگار است ! تا هر وقت چه اقتضا کند ـ چون خانخانان از تندی ایشان چندانی مطمئن خاطر نه بود و نیز بعضی وسایط سعی در برهمزنی فیما بین داشتند ـ آهسته آهسته مزاج بادشاه را فی‌الجمله از ایشان منحرف نموده بودند ـ

و این قسم راه یافتن در مزاج شاه عالم کسی را که درستی و استقلالی داشته باشد چندان کار نداشت و ایشان هم از استغنا و تند مزاجی و باعتماد تقریبی که در مزاج پدر در ظاهر مشاهده می نمود چندان اعتباری برکارها نمی‌گذاشتند ـ و درین ایام از ادراک اختلاف مزاج بادشاه به بیدماغی پرداخته توجه به کارهای دربار کمتر می نمودند ـ و این را ناروا نمود استغنا مزاجی و بیغرضی به خود خیال

بسته بودند - و عظیم‌الشان که مدبر و به وضع روزگار آشنا ، در موافقت‌با بمقتضا دقیقه سنج ، کاردان ، جز رس ، معامله فهم بود ، و با خانخانان، چون دریافت که از جهان شاه و تندی مزاج او مطمئن نیست ، موافقت تمام پیدا کرده ، آهسته آهسته در معاملات دخلی می کرد - این معنی بیشتر باعث شوریدگی مزاج تند یک روی جهان شاه شده بود - و کارها را مطلق سست‌گذاشته تا آنکه در بین راه ایشان را آزاری بس صعب رو نداد که امید نجات کمتر بود - این حالت امتداد کشید - خانخانان و عظیم‌الشان قابو یافته عظیم‌الشان را دخیل کل کرد - و بالخاصه مزاج و طبع جبلی شاه عالم این بود که هر کرا صاحب اختیار می کرد بتمامه مصروف او بوده ، خود را اختیاری نمی گذاشت - و همین که او یکچند از حضور دور می شد ، دیگری دخل می یافت باز همین بود و همین بود و ازو نسیاً منسیا مطلق می شد - و در بادشاهزادگی همین شعار داشتند - اگر به تفاصیل آن جماعه که به این وضع رفتند و آمدند و جمی غفیر بودند به تحریر آید پر طول دارد - ۴۹ الف

بای حال چون در مقدمات ملکی و مالی و جمیع امور ، درین مدت آزار ایشان ، قبضهٔ اقتدار عظیم‌الشان قایم شد ، باز که جهان شاه فرصت یافته خواست بدستور سابق دخیل شود دخلی نتوانست یافت - و چون این چنین دید هم لاعلاج به در استغنا و بی نیازی زد ، هیچ بر سر این امر نه پیچید -

باب بست و پنجم

محاصرۀ ڈابر و فرار بیراگی

القصه چون قضایای بین راه که از اعاظم امور ضمنی دو مقدمه بود چنین شد ، بعد رخصت راجپوتیه شاه عالم بلا توقف متوجه لاہور شدند ، و در اکبرآباد و شاہجہان آباد که تخت نشین مقرری بود ، ہم توقفی نه فرمودند ، و داخل این شہرہا ہم نه شدند ۔ بہانا با لطبع ہم داخل شہر شدن و در عمارات نشستن ناخوش مزاج ایشان از قدیم بود ۔ تا آنکه به قرب تعلقۀ سہرند که گروی مفسد درانجا سر به شورش برداشته بود رسیدند ۔ آن مفسد نزدیک به مسکن موروثی خود ، ڈابر(۱) نام مکانی بود با جمعیت کثیر آنجا استقامت ورزید ۔ اگرچه مقدمۀ گرو این ہمه نداشت و امری نه بود که توہم تخلل در امور سلطنت ازان متصور باشد(الف) ، لیکن بادشاه دین پناه را چون مسموع شده بود که او به قصد استخفاف اسلام و تقویت کفر مصدر این نوع فساد شده ، بخاطر شریف ایشان ہمچو رسید که جہادی باز در ہندوستانیه کجا اتفاق خواہد افتاد و این سعادت را به نفس نفیس خود ۹۴ ب

(الف) سبحان الله : وسیع علاقه برباد ہوگیا ۔ خصوصاً مسلمان رعایا بے دریغ قتل ہوئی ۔ وسیع پیمانے پر افراتفری پھیل گئی اور مصنف کا تاثر و تقریر یه ہے که :

''امرے نه بود که تخلل در امور سلطنت ازان متصور باشد''

اختیار باید نمود - قاصد آن شدند که اگر او پایداری نماید و میسر تواند شد که به مقابله بیاید، فوزی عظیم است - چنانچه بادشاه عالمگیر را در اواخر این مرتسم ضمیر اقدس شده بود که بر قلاع خورد و بزرگ دکهن به ذات خود متوجه باید شد، لیکن این گروی مفسد را چه تاپ و توان که در برابر این چنین بادشاه ذی شوکت و شان صف آرائی تواند نمود - مفلوکی چند ملک را خالی یافته اجماع نموده غلغله برپا کردند - و مکانی قائم نموده از مدتها در تعمیر و ترتیب آن می کوشیدند - چون کوه دامن بود به بستن بعض شعب انسداد راه می شد و پشت آن کوه برفی عظیم یود - ازین معنی خاطر جمع داشت که هرگاه کار تنگ شود، بدر می تواند رفت و الا یک فوج چه خانخانان و چه امیرالامرا برای کار او کافی بود - غایت ما فی‌الباب، بنام بادشاهزاده‌ها اگر سرداری مقرر می فرمودند هیچ نبود -

بای‌حال به این مقصد و عزیمت با تمامی‌فوج و حشم و بادشاهزاده‌های اربعه تا ڈابر که روباه خانهٔ او بود تشریف آوردند - و دو سه کروهی مخیم شدند که سر لشکر و خیام تا آنجا که او بر پشته بود، رسید - و ازینکه امرا یا بادشاهزاده‌ها کسی طرح جنگ بیندازد یا اقدام نماید منع بجد فرمودند، تا اینکه خانخانان به تقریب اینکه مکان و جا را ملاحظه نموده نقشهٔ آن به عرض رساند، رخصت خواسته صبحگاهی با فوج سوار شده دورتر یک طرفی ایستاد - و چون خیام پر قریب بود که ازانجا تا پشته که او بربسته بود می نمود - بادشاهزاده‌ها محمد رفیع‌الشان و محمد جهان شاه هم سوار شده پیش خیمه‌ها تماشائی بودند -

۱۵۰

ازانجا که در مزاج خانخانان تهوری و استعجالی در کار سپاهگری
بود و همیشه همین جنگ دکن دیده و به پای قلاع گردیده، چون مقابل
به آن قلعه که او بر بسته بود رسید ، او از انجا توپ سرداد - چون
ازین طرف راه برآمد مسدود بود جمعی پیاده ازو بر قله‌های کوه
نمایان شدند - هرچند مرضی حضور درین نه بود ، رخصت حاصل نه
کرده ، لیکن خانخانان تاب دیدن آن نتوانست آورد و قدم پیش گذاشت
و جنگ توپ و تفنگ درپیوست و از شعب و معابر ، مردم لشکر
در برآمدن و خود را تا آنجا رساندن در کوشیدند - خانخانان خود
نیز پیاده شده به مشقت تمام برکوهی برآمد و ازانجا باز فرود آمد ،
تا آنکه قلل جبال راکه مردم او بیرون آمده نشسته بودند مردم فوج
۵۰ ب از هر طرف برآمده از آنها گرفتند ، مگر همان پشته که قلعچهٔ خامی بران
پشته بسته قایم نموده بود باقی ماند - مردم تا زیر آن رسیدند - و شب
برسر دست آمد - و مکان چسپیدن بآن قلعه همان یک طرف بود که مردم
خانخانان تا آنجا رسیده به طریق مورچال در پای او نشسته بودند - و از
آن طرف دیگر مطلق راه نبود - چون شب شده بود آن خرابه بجا ماند
و هم بخاطر آوردند که علی‌الصباح در روشنیٔ روز چندان کاری نیست
به آسانی بر می آیند - همانا بر روی این افواج مثل قلعهٔ بیجا پور و
حیدرآباد نتوانست ماند - لیکن این خود معلوم که از خانخانان دراصل
کار تغافلی و غفلتی و ذهولتی رفت که انسداد طریق گریز او ، که ۱۰
عقب آن پشته هم چو روباه خانها بود، نه نمود، اگرچه خالی از دشواری
نه بود که فوج رفته انسداد نماید - لیکن اگر پیشتر به فکر آن می افتاد

ممکن بود که از راه دور مردم پشت آن کوه رفته انسداد او
می نمودند ۔

و آن کافر حیله ساز مفلوک به چندین رنگ می توانست برآمد ۔
گاهی که به تجمل می پرداخت ، لباس فاخر پوشیده و جیغه بر سر زده
خود را به صورت سلاطین می آراست ۔ و گاهی که می خواست که
بدر زلد و کار بر او تنگ می شد مثل جوگیان و سناسیان ، ژنده در بر،
و عریان ، کدوی در دست ، ناشناس ، هر طرف می خواست بدری زد ۔
امشب نیز هم چنان کرد ۔ نصف شبی خود را ، شکل جوگیان کرده
و مردم خود را هم بیخبر و غافل ساخته از نظر آنها پهان ژنده پوش
سرلج پنهان بدر رفت ۔ و مردم او را گمان آنکه او در جای که بود ،
هست ۔ و قلعه را قایم داشتند و تفنگ می انداختند ۔ چون صبح شد
و مردم قصد برآمدن برآن پشته و قلعچه کردند به اندک فرصتی آن
حصار را گرفتند و در آمدند ۔ اکنون چون وا می رسند او از نصف شب
بدر زده و طاقت و مشق پیاده روی بدرجه ای داشت که ظاهراً در عرض
این دو پهر سی چهل کروه راه رفته باشد(الف) و کوه عظیم قلبی که

(الف) دوپہر کا مطلب ہے چھ گھنٹے کیونکہ ایک پہر تین گھنٹے
کا تھا ۔ کوئی کتنا ہی تیز رفتار ہو ، مگر مسلسل پانچ کوس
یا دس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پیدل چلنا اور تیس کوس
طے کیے بغیر دم نہ لینا بظاہر محال ہے اور اس مشقت کی
ضرورت بھی نہ تھی ۔ وہ قلعے سے نکل کر اور دو چار کوس
چل کر کسی پہاڑی غار میں بھی چھپ جاتا تو پتا نہیں چل
سکتا تھا ، اس لیے کہ پہاڑوں میں چپے چپے کی چھان بین کون
کرسکتا ہے ؟

معابر و شعبش بسیار تنگ ، و معلوم نه که از کدام طرف یکه و تنها به لباس فقیرانهٔ جوگیانه و سناسیانه بدرزده ـ

چون این خبر به خانخانان رسید آیس و افسرده شد و کمرش شکست ـ بهانا بی رخصب یادشاه جرأت درین امر نموده بود ، بر مرضی اقدس آگاه بود ـ دانست که ناخوشی طبع اقدس در چه درجه خواهد بود و بادشزادها و اعزهٔ هم چشم که چشم دوخته قابوی خفت او هستند و به هزار زبان گویا تا رخنه درکار او بیندازند ، همه شادان و سخنها بر زبان دارند ـ ازین مرد بزرگ غیور هوش رفت و خود را باخت و الحق هم چنان شد و چونکه این قلعه رافتح نموده و مخذول گریخته رفت ، مطابق ضابطه نقارهٔ فتح نواخته متوجه حضور شد ـ

ازانجا حکم رسید که نقاره نه نوازد و خود هم به حضور نیاید و به خانهٔ خود برود ـ هیهات ، عجب حالتی بر این مرد بزرگ رو داد که متصل اخبار می رسید که حاسدان در حضور بادشاه زبان به شماتت دراز کرده و انواع سخنهای نالایق به زبان می آرند ـ و حضرت نیز پر منحرف المزاج و آشفته اند ـ این همه سمع اصغا می شوند ـ لابد چند روزی خانه نشین شد ـ

و درین بین بی مزگیها به میان آمد ، بلکه در نسبت و رتبه فتوری عظیم راه یافت ـ چه سابق به تحریر آمده که مزاج شاه عالم بادشاه زود تمام بردار و زود تمام گرفتن بود ـ این مرد بزرگ این مراتب را خوب می دانست ـ بهرکیف بعد چندی چون سوابق خدمت و پایهٔ

وزارت اندکی درمیان بود ، در ظاهر کار فی‌الجمله اصلاحی شد و رفع حجابها گردید ـ و بدستور معهود آمد و شد به میان آمد ، لیکن این مرد غیور و دوراندیش مزاجدان ، چون قابو طلبی بادشاهزاده‌ها در حق خود دیده بود ، و هم چو امیرالامرا ذوالفقار خان دایم درکمین چشم دوخته می دانست ، نوعی دل زده و درهم شکست که فی‌الحقیقت از همان باز کمر نه بست تا به تقدیر الهی در همان چند روز بیمار و به مرض مهلک گرفتار و مبتلا گردید ـ و کیفیت کوفتش این چنین شد ـ

باب بست و ششم

ذکر شمه ای از وقایع رحلت شاه عالم

۵۲ چون محمد معظم شاه عالم بهادر شاه بادشاه عادل باذل دریا دل به عیش و عشرت و شادمانی حکمرانی و سلطنت و جهانبانی با خلق خدا با احسان و مروت کرد تقدیر نقشی دیگر خواست برانگیزد ، و روزگار رنگی تازه ریزد ـ و بهار اولاد عالمگیری به خزان سیف از روی زمین به روبد ، و منحصر در فرد واحد گرداند ـ دفعه مادهٔ حادهٔ مسمومی هم چو زهر قاتل افعی بر دل و دماغش ریخت و گویا ضربت حدید شدیدی بر مقتلش رسید که فرصت معالجت و دریافتن و تشخیص مرض بغیر از سم نه شد ـ متواتر غشی طاری مزاجش شده بتاریخ بیست و یکم

محرم سنه یک ہزار و یک صد و بیست و چہار ہجری شب دوشنبه این عالم را پدرود کرد(۱) ـ مصرعه : 1124 H

رفت تا عالمی دگر گیرد

روز اول که این غشی طاری شده بود عورات و نسوان رفته و مرده انگاشته و آواز نوحه و شیون بلند کردند ـ معزالدین جهاندار شاه و عظیم‌الشان بهادر نزد پدر ہر دو حاضر بودند ـ گویند عظیم‌الشان بهادر درین اثناء دست به طرف بالش سر بادشاه دراز کرده چیزی می جست که کتاری یعنی جمدهر مرصع آبدار که در زیر چادر و توشک پلنگ بادشه ہمیشه می بود این وقت نیز در زیر بالش سر بود ہمان به دستش افتاده خواست تماشای جواہر و جوہر فولادش نماید ، از غلاف کشیده ، معزالدین جهاندار شاه نظر بر وقت و قابو نموده و بدگمانی از طرف برادر به خاطر آورده(۲) و خود را بی یراق محض دیده به وضعی سراسیمه و بی حواس که کفش در پا نه کرده بریسمان خیمه سرش رسیده و دستار از سرش بر زمین افتاده خود متوجه برداشتن این ہم نه شده ، خدمتگاری برداشته بر سرش گذاشت و کفش در بین راه پیش آورد ـ به این شکل از آنجا برآمده متوجه خانهٔ خود شد ـ ۵۲ ب

از اتفاقات ، من نیز از استماع این ہنگامه متوجه دربار بودم ـ در راه دیدم که این بزرگ با معدودی چند بر فیل خود سوار به استعجال و اضطراب می رود ـ من خود را کناره کشیدم تا دوچار نه شوم که مرا ربط بالفعل با عظیم الشان بود ـ او مرا دیده و شناخته

یساولی فرستاد که کجا می روید ؟ آنجا کار تمام شد ، همراه من بیائید ۔ مرا خود معاملت به دربار و شاه عظیم‌الشان بود ۔ تا در دولت خانه بادشاہی رسیدم ۔ در چوکی خانه باتفاق مهابت خان خلف عمدة‌الملک خانخانان که بخشی سیوم بود ، نشستم ۔ و چوکی خانهٔ امیرالامراء هم به آن پیوسته بود و خود هم در چوکی خانه می بود ۔ روزی که واقعهٔ بادشاه شد بچوکی خانهٔ امیرالامراء عندالطلب نزد او بودم ۔ میرزا شاه نواز خان صفوی نیز آنجا بود ۔ چون سابق میان شاه عظیم‌الشان وامیرالامراء ایشان قصد موافقت داشتم، وشیخ قدرت‌الله(الف) رابالضرور واسطه کرده بودم که او برهمزن این قسم مقدمات بود، چنانچه آخر کرد، خصوص در حق من که ماجراهاست ۔ امیرالامرا گفت که نبیرهٔ خود میرعنایت‌الله را که از سابق واسطهٔ سخن می شد، نزد عظیم‌الشان به فرسنید که از طرف من عرض کند که مرا چه حکم می شود ۔ فرستادم ۔ ۵۳ الف ازانجا جواب در کمال بی‌نیازی و کم داشت ۔ عموماً نی از صدی تاہفت ہزاری شیخ بخط خود نوشتند که چون بندگان بادشاہی غیر ازین

(الف) شیخ قدرت‌الله اله آباد کا تھا اور عظیم‌الشان کا معتمد علیه کارنده بن گیا تھا ۔ اسی نے امیرالامرا ذوالفقار خان کی عرضداشت کے جواب میں عظیم‌الشان کی طرف سے بے‌روایانه جواب لکھا تھا ، جسے امیرالامرا نے اپنے لیے باعث ہتک سمجھا اور وہ عظیم‌الشان کے پاس جانے کے بجائے جہاندار شاہ کے پاس پہنچ گیا ۔ یه واقعه عظیم‌الشان کی ناکامی کا ایک اہم سبب بن گیا ، جیسا که آئنده حالات سے واضح ہوگا ۔ قدرت‌الله کو فرخ سیر کے عہد میں موت کی سزا دی گئی ۔ (اروِن جلد اول ص ۱۶۰ حاشیه) ۔

درگاه ملجای نه دارند ، و همه رجوع اند شما نیز بخاطر جمع به ملازمت حضور بیائید ـ چون این نوشته به امیرالامراء رسیده ، اشک در چشم گرداند و گفت شما صحبت و احوال را دیدید ؟ الحال هرچه خدا خواسته است، می شود ـ هیهات ! یک خطای این چنین به اطوار سلطنت نا آشنا آبش در هست و بود کار می زند ـ

چو خیره شود مرد را روزگار
همه آن کند کش نیاید بکار

القصه امیرالامرا همان وقت از چوکی خانهٔ خود رفته ، اسباب و اشیای خود همه به خاطر جمع گرفته ، نزد معزالدین رفت ـ

از اتفاقات طرح جا و مکان خیمه‌ها هم چو افتاده بود : دولت خانهٔ شاه عالم کنار دریا از شهر به فاصلهٔ بسیار بعید ، خانهٔ شاه عظیم الشان آن طرف خیمهٔ بادشاه کنار دریا و هرسه بادشاهزاده خصوص معزالدین به شهر پیوسته و رفیع الشان و جهان شاه هم همین طرفها نزدیک بهم ـ اکثر در حویلی‌های شهر با بار و بنه و مردم محل می بودند ـ ازانجا که سابق بسبب اقتدار و اختیار ملکی و مالی ، اخوان ثلثه را با عظیم‌الشان نقار و عناد قوی بود، و باهم اتفاق داشتند تا ازو ایمن توانند بود ، درین وقت امیرالامراء نیز که با عظیم ایشان بر مقدمات وزارت و طرفداری خانخانان و مهابت خان برهم خوردگی عظیم (داشت) و از همان وقت گاهی توسل به رفیع‌الشان و گاهی به جهان شاه می بود ، اما با رفیع‌الشان عهد قایم داشت ، اکنون آمده

شیرازه را محکم تر کرد ـ و ہمه جا به قسم و عهد و تقسیم ملک و مال اتفاق والتیام داد ـ

شاه عظیم‌الشان که خود صاحب خزانهٔ عمده ، و بیشتر عمده های سلطنت دران وقت باایشان در اظهار اتفاق و فوج خانگی خود نیز از مردم قدیم آن قدر که ہر سه اگر متفق شوند بقدر نصف آن نمی‌تواند شد ـ به این قدرت و قوت دولت خانهٔ بادشاہی را با خزاین و تخت و اموال و توپخانه متصرف شد وکسی را مجال معارضه نه شد ـ با این ہمه مال و منال و قدرت و استقلال از خیمه‌گاه خود برآمده آن را و دولت خانهٔ بادشاہی را پس پشت داده در میدان خیمهٔ جنگ زده و توپخانه و توپ تربیت چیدند و مردم جا بجای خود مورچال مقرر نمودند و درین که خود به جنگ اقدام نمایند و سبقت کنند مصلحت بینان‌صلاح نه دیدند ـ ہمانجا به خاطر رسید که اینها بی خزانه و کم جمعیت اند ـ مردم بادشاہی قلبلی که رفته اند بلکه نوکران قدیم خود شان از تنگ دستی و طمع مال و مناصب ہمه خود برخاسته می آیند و از ما خود یوماً فیوماً استقلال می افزاید ـ مارا استعجال چیست !

سبحان‌الله ! بعد تجربات آنچه با بصیرت ادراک ملاحظه شد که ہیچ امری بی تهیهٔ اسباب اگرچه امکان وقوع نه دارد ، لیکن درین قسم امور اسبابی که یقین بران حاصل می نماید و عقل دران وقت حکم قطعی بران می‌کند اصلا بوقت کار سبب و علت نمی شود ، و به کار نمی آید ـ بلکه ہمان اسباب موجب خرابی دران کار می‌گردد و علت می‌کند تقدیر الهی

۵۳ الف

آنچه مقدر نموده و بهان وقت انقلابی رو می دہد که ہمه اسباب وقوع آن تقدیر می شود ـ این نکتهٔ بعد وقوع است که عقلاً بعد صورت گرفتن مقدمه می فرمایند که در فلان جا غلط رفت ـ اگر چنین نمی بودی چنان نمی شدی ـ تقدیر جمیع عقول و ارادات و اسباب و زمان و مکان و نقوش و قلوب را بر بهان می‌آورد و می دارد که شدنی است کوشش در مخالفت آن اصلا سودی نمی دہد ، بل مخطور نمی شود و میسر نمی آید ـ

باب بست و هفتم

جنگ و کشته شدن عظیم‌الشان

القصه چون شاه عظیم‌الشان جا قائم نمودند و بر تخت سلطنت جلوس فرمودند ـ اخوان ثلثه باتفاق و صلاح دید امیرالامرا توپخانه از قلعه لاہورگرفته و مصالح جنگ مهیا نموده از سه طرف باہم پیوسته به مقابله برخاستند ـ و شهر را پس پشت داده به تصرف خود درآوردند ـ بهانا از قدیم متصل شهر فرود آمده بودند و شبی که واقعهٔ شاه عالم شد و امیرالامرا از مکان خود برخاسته نزد معزالدین رفت ، و مهابت خان که در زمان خانخانان ما در پهلوی ایشان جا داشتیم چون معزالدین و امیرالامرا را با ایشان عناد قوی بود ، و یقین بود که ایشان را مهلت نخواہد داد ـ به استعجال تمام نظر به اسباب و اموال ہم‌نه‌کرده بلا توقف

وقت شب نزدیک به عظیم‌الشان رفتند و لشکرگاه که از خیمه و چیز یافته بودند دران میدانی مسطح شد - اوباش هرزه معاش و بهادران بی درنگ با طبل و زنگ جوق جوق در خرابها درآمده آتش می زدند -

ما چون خیمه و باربردار و سواری مهیا نه داشتیم ، خانه ساخته بخاطر جمع نشسته بودیم - و بهیچ نوع حرکت با قبیله مقدور نه بود - بعض مستورات قبیله درخانهٔ ما بودند اینها را بهر طریق بشهر فرستادیم - و ناموس و اسباب خود نتوانستیم فرستاد ، بها نجا از راه بهم که تا آنجا درین وقت سالم برسد خاطرجمع نه بود زیرا که میان لشکر معزالدین و رفیع‌القدر بایستی گذشت تا بشهر برسند -

معهذا ما را درین آخر بسبب ربط مهابت خان و خانخانان بعد زد و خورد بسیار با شیخ قدرت‌الله و عظیم‌الشان اکنون ربطی بهم رسیده، و متوجه احوال ما و خان نورچشم شده - خدمات بیرونی فرموده و در مناصب اضافها و رجحان عقل نیز باوجود اینهمه همین طرف - پس ما را بهر طریق رفیق عظیم‌الشان شدن ضرور ، و شهر بدست آن هرسه ، فرستادن قبیله و ناموس دران شهر چگونه درست آید ؟ ناگزیر چار پنج روز در همان صحرای پرآفت ماندیم تا آنکه برای بردن شاه نواز خان و حمیدالدین خان وغیره ، که در اماکن خود منتظر طلب ایشان نشسته بودند ، و با شاه عظیم‌الشان از سابق زبانی داشتند ، باربردار و فوج شاه عظیم‌الشان آمد - ما را نیز سواری و باربردار داده ازین جا برداشته در لشکر عظیم‌الشان بردند - نزدیک بجاییکه مهابت خان

۵۵ ال

و حمیدالدین خان وغیره نورسیده‌ها فرود آمده بودند یک محوطهٔ خراب بی سایه بدست ما آمد ـ و قبیله و اسباب در انجا گذاشته ـ

ما در خدمت عظیم‌الشان همه وقت حاضر می بودم ـ عنایت بسیار می فرمود ـ صلاح کار جنگ و جمیع امور اکثر اوقات بلکه همیشه می پرسیدند ـ منصب و خطاب و دولت و خدمت آنچه از منتهای نوکری و آرزو باشد همه مقرر و محرر و موعود و مسجل فرموده بود ـ خان نورچشم که فرستادگی ایشان با جمعیت خانگی شایسته در کوه به تنبیه گروی مقهور رفته بود ، فرمانی به استعجال تمام به او نوشتند که مبلغی کلی به من میدادند که برای جمعیتی که همراه هوشدار خان خواهد رسید بگیر ـ قبول نه کردم که پاسبانی مبلغی کلی از من نمی آید ـ هرگاه او برسد مرحمت خواهد شد ـ

روزیکه عظیم‌الشان جلوس برتخت سلطنت فرمودند و مناصب و خدمات به مردم مقرر شد ما را پنج هزار پنجهزاری سوار و خطاب اعظم‌خانی(الف) مقرر نموده تسلیم فرموده لیکن من عذر خواستم که ان‌شاءالله تعالی روزیکه ۵۵ ب به فتح و فیروزی جلوس می فرمایند ، نذر کرده ام که تسلیم منصب میکنم نه خلعت گرفتم و نه تسلیم منصب کردم ـ نه از راه دیگر بلکه درپیش من الحال به مشاهدهٔ این اوضاع و علامات عدم استقرار سلطنت بر ایشان درنظر تدقیق از بدیهیات اولی شده بود ـ در ریعان بهار باد سمومی وزیدن گرفت ـ ظهور و آثار اثار معلوم نظر بر دهقان پیر شد ـ

(الف) یہ ارادت خان کے دادا کا خطاب تھا ـ

القصه بتاریخ ...... (الف)چون شاه عظیم‌الشان طرح توپخانه و جنگ مورچال انداختند ـ و اخوان ثلثه از سه‌طرف به مقابله بل‌محاصره پرداختند، و جنگ توپ و تفنگ درگرفت ـ ارباب فراست و جنگ دیدگان را این طرح بسیار ناپسند آمد ـ بهانا مردم این فوج غالب که در نظر داشتند که به مجرد مقابله ، آنهارا چه وجود است ، بر می داریم ـ الحال خود را حصاری و آنها را محاصر و ژنده غالب یافتند ـ تفاوت قلوب از یکی به هزار رسید ، و رؤسا شروع کردند ، و چشمک زنی ها گرم گشت ـ اهل مورچال اظهار اضطراب و کومک طلبی ، بلکه بعضی گذاشتن جا شروع کردند ـ از توپخانه بادشاهی که مبلغ کلی داده و از خود کرده بودند سستی بلکه نفاق ظاهر شدن گرفت ـ چنانچه توپخانه خانگی خود هم رنگ آنها گرفت ـ معهذا رای که قرار یافته بود که به مبلغ همه را می‌خریم، گویا این وقت آنهم فراموش شد ـ اکنون در دادن مبلغ به قدیم و جدید تنگی و خست در پیش کردند ـ فی نفر و اسپ یکصد روپیه به هزار مشقت مقرر ماند ـ الحال برای یکصد روپیهٔ موهوم ضامنی و تعهد کیست که نوکری قدیم خود را گذاشته بیاید ؟ ٥٦

بای حال از اول کار علامات ردیه بظهور آمدن‌گرفت ـ ارباب رای و صاحب اعتباران که مصدر کار بودند همه مضطر و واهی

(الف) متن میں تاریخ کی جگہ خالی تھی ـ غالباً مصنف نے بعض تاریخیں اس خیال سے لکھی ہی نہ تھیں کہ اطمینان سے تحقیق کر کے لکھے گا ـ ظاہر ہے کہ ہر واقعہ انسان کو بہ تعیین تاریخ یاد نہیں رہ سکتا ـ مختلف تاریخی کتابوں کے تتبع سے معلوم ہوا کہ تاریخ یکم صفر ۱۱۲۴ء مطابق ۲۸ فروری ۱۷۱۲ء تھی ـ

کوشیدند ۔ اگرچه کار آزموده وجنگ دیده سردار بوده صاحب عالی در اینها کمتر ، بلکه نه بود ۔ معهذا اینها هم مضطرب و خود باخته ۔ از تاریخ(الف) که شروع بجنگ توپخانه همگی پنج روز کشید ۔ جهاندار شاه و رفیع الشان و جهان شاه هر سه اول صبح سوار شده از سه طرف باهم پیوسته می آمدند ، و توپخانه در پیش رو داشتند ۔ اگرچه جنگ توپ و توپخانه می شد اما دایره تنگ تر می نمودند ۔ و مردم این طرف هر روز سست تر و دل باخته تر می گردیدند ۔ محض قدرت کاملهٔ الٰهی بود و بس ۔ تا آنکه روز پنجم که عظیم‌الشان خود سوار شده ایستاد و محمد کریم(ب) که هراول بود هم همراه ۔ همانا اگر دو فوج می کردند توهم بود که بر یکی که کار افتد ، چون آنها سه فوج اند دیگری بکومک او نتواند رسید و یکی از انها درمیان این دو فوج حایل شود، و خود نیز به هیئت مجموعی بریک فوج نمی توانستند زد ، که دو فوج سنگین دلیر غالب در پهلو مستعد ۔ همین قسم تخته بند حیرانی و دل باختگی بودند تا روز پنجم که تاریخ(ج) بود کار بجای رسید که توپخانه این طرف ۵۶ ب همه معطل شد ، و افواج از تلاش و سخن شنوی باز ماند ۔ توپهای بی آدم و مصالح در صحرا افتاده و سرنگون ۔ سرداران فیل سوار با معدودی چند سرگردان ۔ چنانچه سلیمان خان افغان به مقابلهٔ فوج

(الف) یہ جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی ۔ یہاں بھی یکم صفر ۱۱۲۴ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۷۱۲ء ہی سمجھنی چاہیے ۔

(ب) عظیم‌الشان کا بڑا بیٹا ۔

(ج) تاریخ متن میں درج نہیں لیکن معلوم ہے کہ یہ ۵ صفر ۱۱۲۴ھ مطابق ۴ مارچ ۱۷۱۲ء تھی ۔

جہان شاہ بود - دیوانہ گانہ در آمد - اما، ہیچ کس رفاقت و پشت داری او نہ کرد - و با تنی چند کاری ساختہ بجای نہ رسیدہ ، کشتہ شد - دیگر در ہیچ کس از رؤساء حس و حرکت نماید - جہان شاہ مقابل عظیم‌الشان آہستہ آہستہ بے مانع و مزاحم روانہ شد - شاہ شہید ، دلاور ، اشجع ، غیور چون صحبت این چنین دید ، ہرچند ہنوز ہم فرصت بود کہ اگر بر اسپ سوار شدہ براہی می رفت امکان برآمدن داشت - لیکن آن صاحب نام و ننگ ، عالی ہمت تنہا بہ مقابلۂ جہان شاہ آمد -

معلوم ، این آمدن بہ پای اجل دیدہ و دانستہ بود - فیلبان کشتہ شد - از پیادہ و سوار گرد و پیش او کسی نہ ماند - فیل بی فیلبان ، و خود نیز زخمہای تیر و تفنگ بسیار برداشتہ ، در عماری غلطیدہ فیل آوارہ‌گرد تا آنکہ چہار پنج گھڑی روز ماندہ‌کار تمام شد(۱)-

سلطان محمد کریم دران ہرج و مرج از فیل خود را انداختہ ، رفیقی اسپ باو دادہ ، درین وقت خود زندہ از عرصہ بہ طرفی بیرون رفت - تا آخر ظاہر شد(۲) -

از اتفاقات در وقتیکہ معزالدین و جہان شاہ و رفیع الشان بہ جنگ مقابل شدند بہ سمتی کہ دران خرابہ ناموس و عیال و اسباب خودگذاشتہ بودیم طرف دریا جہان شاہ ہمان طرف نزدیک بہ آن خرابہ ایستادہ طرح جنگ انداختہ بود - چون مقدمۂ زد و خورد بہ این جارسید ، و فیل عظیم‌الشان و محمدکریم آوارہ‌گرد شد ، چون قبایل مہابت خان(الف) و حمیدالدین خان و خان زمان(ب) آنروی دریا گذشتہ در مکانی ۵۵ الف

(الف) منعم خان خانخانان بہادر شاہی کا بڑا بیٹا -

(ب) منعم خان خانخانان کا چھوٹا بیٹا -

محفوظ بود ما بنا بر رفاقت عظیم‌الشان قبیله ها نجا داشته بودیم و
قبیلهٔ خان زمان هم ازین روی آب به من گفت هنوز افواج همان جا پیچیده
اند ، اگر ناموس رابرآورده تا دریا برسانیدکشتی ما حاضر است ـ ناموس
که از دریا گذشت دیگر وسواسی نیست ، درین وقت با خان زمان
صد و پنجاه کس هم همراه است ـ چون این خرابه بر سر راه فوج بود
بخاطر رسید که کشتی مهیا و جا نزدیک ، ناموس رابابید رسانید ـ دو
پالکی زنانه اہل خانه وصبیه خود را سوار کرده برآوردیم ـ و چهار
ہزار و کسری اشرفی و جنس طلا و مینا پاندان وغیره چند قطعه و
صندوقچهٔ جواہر و پوشاک اہل خانه ، و آنچه برای صبیه گذاشته بود
درین پالکی همراه ناموس برداشته شد ـ و دیگر جمیع اشیاء و اسباب
توشه خانه وغیره تمام جا بجا گذاشته بودیم ـ ازگردشهای زمانه اکنون
پالکیهای زنانه تایک جدول آب باریکی هست که از دریا جدا شده
۵۷ ب به فاصلهٔ یک پرتاب تیر بیش نه مانده که فیلهای آواره‌گرد عظیم‌الشان
و محمدکریم را درین‌گردشها روبه همین طرف‌که ما می رفتیم اتفاق افتاد ـ

من با خان زمان یک دو جریبی از سواریها پیشترمی رفتیم که نوکری
فریاد کرد که کجا می روی؟ ناموس رفت ـ چون نگاه کردم فوجیکه درانجا
سواریهای زنانهٔ من بود ، رسیده ـ لاعلاج تنها برگشتم ـ چون فوج رسیده
بود خان زمان به رفاقت من با مردم خود نتوانست رسیده ـ من و
فرزند زادهٔ من میر عنایت‌الله دو تن برگشتیم ـ وقتی بر سر سواری زنانهٔ
خود رسیدیم که مغلیهٔ غارت‌گر برآنها ریخته غارت می کردند ـ از اسپ
جستم و دست اہلیه و صبیهٔ خود گرفته در ہمان آب تا کمر اینها را در

زیر چادری انداختم و خود که مسلح بودم ہمانجا نشستم ـ چون اینها را کاری بجنگ و قتل نه بود غارت می کردند ـ ہرچه بود حتی غلاف پالکیها را ہم برداشته روانه شدند ـ

ہمین جا سلطان محمد کریم نزدیک نما خود را انداخته اسپ فقیری سوار شد ـ دیدیم که بدر رفت ـ چون غارت گران که سبیلی بود رفتند و فوج گذشت نوکران ما که در گوشه و کنار رفته از دور می دیدند حاضر شدند ـ بر ہمان پالکیها پرده کرده ناموس را باز در ہمان خرابه‌ها که متصل بود، آوردیم ـ آنجا ہم ہرچه بود به غارت رفته حتیٰ چیزی برای فرش نه بود ـ غیر از یک چادر در آب تر شده دیگر ہیچ چیز نبود ـ ۵۸ الف
شکر خدا بر زندگی و ماندن ناموس بجا آورده شب ہمانجا بسر بردیم ، چه الحال ہنگامه زد و خورد از میان رفته ، و وقت شب ہمه بجای خود متمکن شدند ـ چون پاسی از شب بگذشت یک صد و سی بیت از مثنوی و یک غزل گفتم ـ

باب بست و هشتم

بر سرکار آمدن و عازم مقتل شدن جهان شاه

القصه چون جهان شاه نزدیک به ہمان خرابهٔ ما مخیم شده بود صباحش خبر به ایشان رسید ـ سواری زنانه و باربردار ، ہرچند باری نه مانده بود ، ہمه فرستادند ـ و فرمودند نزدیک به دولت خانهٔ ما

فرود آید - چون سابقه ربط تام و تمام و شناسائی بخوبی مرا در خدمت ایشان بود ، و درمیان به سبب خانخانان و بعضی دیگر از اسباب از ایشان قطع آمد و شد نموده توسل به عظیم‌الشان گرفته بودم، و در ظاہر دل گرانیها بود ، لیکن رابطۂ سابق نوعی درست نشین نشسته بود که ایشان را گوشۂ خاطر و توجه خاصی و اعتماد کارکرد با من بود ، بدرجه ای که دران حرکت و آزادگی ہم که با عظیم‌الشان مربوط شدم مرا معذور داشته بود و گفته که بمقتضای وقت بالفعل ہم چنین است - ما شما را معذور می داریم - ہمانا خود مستقیم‌المزاج و معقول فہم بود -

بای حال چون رفتم در جاییکه تنہا در مکان تنگی زیر یک شامیانه نشسته بود ، نزدیک به محل ملازمت کردم ہمین که مرا دید گفت : ''بیائید اعظم خان ما خوش آمدید - مشتاق بودیم'' - خلعتی که خود دران روز در دیوان پوشیده بود تمام با پنج پارچه به من داد - و تسلیم منصب شش ہزاری شش ہزار سوار فرمود وگفت این یک زینه برای آن گذاشته ام که روز تخت نشینی بہمه رعایت خواہد شد - آن روز بی ہیچ نمانید - ہمانا این بزرگ مثل دیگران بر تخت نشسته بود - نزدیک به دولت خانۂ ایشان پہلوی لطف‌الله خان صادق(۱) که مدار علیه جمیع مقدمات ایشان بود با قبیله جا کردیم -

۵۸ ب

مقدمۂ ایشان از تقدیر الٰہی برین گونه صورت داد که چون امیرالامرا واسطةالعقد النیام اخوان ثلثه شده بقتل عظیم‌الشان پرداختند، و فی‌الحقیقت کار از دست جہان شاه برآمده بود که به مقابلۂ عظیم‌الشان

آمد ـ و او در فوج این کشته شد ـ نعش او را جهان شاه مهر کرده
نزد معزالدین فرستاده(الف) ـ الحال آنچه قرار و مدار بود که جمیع
اموال و اجناس و خزاین هرچه بیابند بالمناصفه بهم تقسیم یابد ـ
و امیرالامرا بر این عهد و قرارداشت به قرآن و هر قسمی که اشد باشد
به میان آورده بود ـ جهان شاه مرد صادق‌القول ، راسخ ، حق شناس ،
ساده دل بود ـ اعتماد کلی بر عهد این عزیز داشت ـ لهذا روزیکه
فتح کرد اموال و خزاین همه جا از بادشاهی و چه از عظیم‌الشان که
چیزی کثیر بود و جا بجا ، جهان شاه اعتماد کرد و غافل شد و خطا
کرد ـ خزاین و اموال را در تصرف خود نیاورد و مردم خود هم ۵۹ الف
نه‌گذاشت‌ـ براعتماد عهد و قول و قسم امیرالامرا همه به اختیار او داد ـ
و او بالتمام همان وقت در تصرف و ضبط خود یعنی معزالدین در آورد ـ
و او را مرتسم خاطر همین بود که معزالدین را بادشاه کند ، و با
جهان شاه و رفیع‌الشان که با او سخت پیمان از قدیم داشت ، چنانچه
مذکور خواهد شد ، خدعه و مکر کند ـ همانا معزالدین را مضغهٔ گوشت
بی حرکتی تصور نموده خود را سلطان می دانست ـ و اگر از اینها
کسی به سلطنت می نشست از مزاج اینها اقتدار خود به این درجه
احتمال نه داشت و ربطی دیگر آنکه ایشان ، همسرش را نی مغینه از جنس

(الف) اوراق تاریخ یہ بتاتے ہیں کہ عظیم‌الشان کی نعش مل نہ سکی ـ
اغلب ہے مصنف کی شنید ہو ، دید یا تحقیق نہ ہو ـ

پہان لال کنور(الف) معشوقۂ معزالدین داشتند ـ و میان این ہر دو مشاہدہ و خلطه تمام شده بود ـ چنانچه در وقت سلطنت شب و روز در یک مجلس می نشستند و شراب می خوردند باہم ـ

القصه جہان شاه فردا تقاضای خزاین و اموال موعود معہود نمود ـ چون او را دفعیه وقت در نظر بود ، و جہان شاه را ہم مفلس و لشکر او را بسیارگرسنه و تقاضائی دیده و خدعه خود درخاطر داشت؛ الحال چه ممکن که مبلغی به او دہد که تا لشکر بر او جمع شود ـ این تدبیر را بسیار مغتنم دانسته در جواب خزاین شروع به حیله و حوزله نمود ـ چه می دانست که لشکر ایشان تاب سه روز نمی تواند آورد ـ سبحان‌الله ! ہمین تدبیر در کار عظیم‌الشان اندیشیده بود ـ لیکن چون تقدیر نه بود آنجا موافقت نه کرد و این جا درست نشین شد ـ ۵۰ ب

درین ایام لیت و لعل ہم امیرالامرا بخانۂ جہان شاه آمد و شد نیز می نمود ـ چنانچه ہرگاه خدعۂ او معلوم شد آن روز که او آمد که باز نه خواہد آمد ـ دولتخواہان به عرض جہان شاه رساندند که این

(الف) لال کنور ، جو جہاندار شاہ کی بربادی اور موت کا باعث بنی ، مغنیہ تھی ـ کہتے ہیں کہ وہ خصوصیت خان کی بیٹی تھی ، جو تان سین کے اخلاف میں سے تھا ـ اس نے جہاندار شاہ کے مختصر عہد میں جو حرکتیں کیں وہ آئندہ بیان ہوں گی ـ مصنف کے بیان سے ظاہر ہے کہ ذوالفقار خان کو بھی رانی جیتو نام ایک مغنیہ سے ویسا ہی تعلق تھا جیسا جہاندار کو لال کنور سے تھا ـ

به قابو آمده ، و بار دیگر نخواهد آمد و سلطنت منحصر در قتل و یا قید این است ۔ امر شود که این را قتل یا مقید نمائیم ۔ آن غیور بلند نظر حق پرست گفت که این ننگ و عار را اختیار نمی کنم که عندالله به تخلف وعده و عهد عاصی شوم ، و عندالناس به زبونی قدرت و مکر و فریب نامور ۔ اگر نصیب من هست این را بسته می آریم ، و الا کشتن و قید کردن این هم چه فایده خواهد داد ؟ همان وقت به امیرالامرا گفت که مردم در حق شما چنین می اندیشند ۔ و اهل خانهٔ شما هم یعنی رانی جیتو متردد و موسوس خواهند بود که شما را کشتیم یا قید کردیم ۔ روز کمتر مانده است زود برخیزید و بخانهٔ خود بروید ۔ و او را بزور برداشت و بخانه او فرستاد (الف) ۔ او چون از هم چو تله جست ، و این

(الف) اروِن نے مختلف مآخذ کی بنا پر لکھا ہے کہ جب رفیع‌الشان اور جہان شاہ نے قرارداد کے مطابق عظیم‌الشان کے مال غنیمت میں سے اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کیا تو ذوالفقار خان اس مطالبے کو ٹالتا اور لیت و لعل کرتا رہا ۔ ایک روز وہ رفیع‌الشان سے ملا اور ٹال مٹول کی باتیں کہیں ۔ دوسرے روز جہان شاہ سے ملا ۔ رستم دل خان اور مخلص خان دونوں نے جہان شاہ سے کہا کہ فتنے کی جڑ ذوالفقار خان ہے ، پہلے اس کا فیصلہ کردینا مناسب ہے ۔ پھر کام سہل ہوجائے گا ۔ جہان شاہ اس پر راضی نہ ہوا اور کہا :

دشمن چه کند چو مهربان باشد دوست

نیز ذوالفقار خان کے لجاجت آمیز انداز و طریق سے اطمینان ہوگیا کہ وہ دلی خیرخواہ ہے ۔ جہان شاہ کے ایک ممتاز رفیق کا اشارہ پاکر ذوالفقار خان نے اجازت چاہی نیز عرض کیا کہ دو آدمی بھیج دیے جائیں تاکہ وہ روپیہ اور فوجی سامان میں سے حصہ لے آئیں ۔ قیام‌گاہ پر پہنچ کر ذوالفقار خان نے صاف انکار کر دیا ، ساتھ ہی روپیہ اور سامان جہاندار شاہ کے پاس بھیج دیا ۔ (جلد اول ص ۱۷۸–۱۷۹) ۔

. الف چنین ریسمانی پاره کرد ، دیگر چه ممکن که به این طرف رو کند ـ الحق اگرچه این بادشاهزاده غیور دین پرور جوانمرد داد مروت و فتوت داد ، لیکن امر سلطنت متحمل این قسم حرکات اصلا نمی تواند شد ـ الدنیا زور لایحصلها الا بالزور "دزد اگر خفة را بیدار کند گردن خود ببرد" ـ حسنات وسیآت اضداد اند دریک محل جمع نمی‌شوند ـ اصل بنای کاریکه اسأت باشد و مدار علیه و موقوف علیه او بود یقین که حسنات مزیل او خواهد بود

بپای خود عازم مقتل شدن جهان شاه (الف)

القصه چون امیرالامرا تصریح کرد و جواب صاف داد ، جهان شاه غیور طبل جنگ زده از جائیکه خیمه داشت برخاسته به جنگ مقابل آمد ـ آن روز عجب فوجی آراسته و توپخانه پیراسته و مردم یکدل داشت و رعب و هیبت او در دل فوج مقابل غالب و دلنشین بزرگ و کوچک بود ـ همانا کار او و شجاعت او در جنگ محمد عظیم‌الشان دیده بودند ـ از تقدیرات الٰهی آن شب آتش در توپخانه او افتاد که بان و باروت همه هرچه اسباب بود بالتمام سوخت و توپخانه مطلق بیکار و معطل

(الف) پورا عنوان یوں ہے : خواہ نخواہ بپای خود عازم مقتل شدن یعنی جهان شاه غیور را به عزم سرجنگ آن محیل غدار اعنی امیرالامرای مکار و محاربه جهاندارشاه معزالدین‌سوار شدن و به یک صدمهٔ یورش مردانه اش گریختن معزالدین و غارت شدن بنگاه او و جهان شاه را در تعاقب او بی احتیاطانه تاختن و به تقدیر الٰهی بعد از فتح و فیروزی بر دم فوج امیرالامرا آمدن و بگولهٔ بندوق قضائی از تخت سلطنت و از حوضهٔ فیل بر تختهٔ تابوت خوابیدن و معزالدین گریخته و شکست خورده را بی شریک و سهیم بر سریر سلطنت ہندوستان بادشاه شدن ـ

۶۰، گردید(الف) ۔ چنانچه این معنی را راجی خان مانکپوری(ب) که سرانجام بعض توپخانه معزالدین به او تعلق داشت ، و مردی پاجی ، خلف مزاج ، پست فطرت، ہرزه گو بود، از ادنیای نوکری خانخانان درینجا آخرہا مرتبهٔ شش ہزاری رسیده بود ، راست یا دروغ ادعای این می کرد که من مبلغی داده مردم گماشتم که آتش در توپخانهٔ او انداختند ۔ چنانچه ہمین معنی بیشتر موجب اعتبار او پیش معزالدین شد ، و باعث پیش آمد او گردید ۔

ہمان شب رستم دل خان و مخلص خان دران نزدیکی کارخانه باروت بادشاہی بودند شباشب دویده ازانجا قدری باروت آوردند ۔

درین وقت نوکران گرسنهٔ جہان شاه ہمه شروع به تقاضای شدید و بی‌مزه‌گی و بہانه جوئی نمودند ۔ رنگ سپاه و فوج برگردید ۔ ہمین لطف‌الله خان و جانی خان و رستم دل خان و مخلص خان با معدودی در سعی و کوشش بودند ۔ باقی مردم دیگر را دلہا دگرگون شدن گرفت ۔ چون جہان شاه این معنی استنباط نموده چاره جزاین نه دید که بتاریخ بیستم صفر روز دوشنبه سنه یک ہزار و یک صد و بیست و چہار

(الف) ارون نے دوسرے مآخذ کی بناء پر جو کچھ لکھا ہے اُس سے اِس بیان کی توثیق ہوتی ہے۔

(ب) راجے محمد خان مانکپوری پہلے پہل منعم خان خانخانان کے ماتحت ملازم ہوا تھا ۔ لاہور میں جہان شاہ کے مخزن باروت کو نذر آتش کرنے کا دعویٰ پیش کر کے وہ جہاندار شاہ کا میرآتش مقرر ہو گیا اور راجے خان بہادر دلاور جنگ کا خطاب پایا ۔ (جلد اول ص ۲۰۸ حاشیه)

1124 ہجری(۲) اول صبح سوار شده مقابل ایستاد و از طرفین جنگ توپخانه شروع شد - تا دوپهر روز در توپخانه توزوکی نه ماند ، و نه مردم مجتمع ماندند - قریب نصف‌النهار نصف فوج به بهانهٔ آب دادن اسپان و

۶۱ الف خیمہ بنگاه بدر رفتند - چون جهان شاه تاکید بسیاری نمود و فایده نه کرد خبر جعلی تراشید که امیرالامرا به گلهٔ توپ پرید و کشته شد ، شادیانه بنوازند که غنیم الحال در فکر گریختن است ، مستعد باید شد - درین افواه مردم رفته اکثری برای مبارکباد برگشتند ، و فی‌الجمله جمعیتی شد - جانی خان و رستم دل خان و مخلص خان را از یک طرف و لطف‌الله خان وغیره را برطرف پیشروی خود گفت اسپ برانید - و خود نیز دنبال اینها حرکت کرد - از یک پہر روز کمتر خواہد بود - اینها خود عقب نگاه نه کرده سمت معین داشته ہم چو پیش اوفتادند که در نظر ما نه بودند و وقتیکه خود حرکت کرد اکنون با این پنج ہزار سوار نخواہد بود - چون فیل راند فوج از راست و چپ نوعی روانه شد که راه دوازده جریب را ہمه از پیش فیل و بیشتری عقب فیل و نفس نفیس از فیل دورتر و عقب‌تر جانی خان وغیره پیش رفته‌ہا - درین وقت که امیرالامرا با قلیلی سواره در میدان ایستاده و معزالدین در خیمهٔ خود رفته و رستم دل خانی و جانی خان و مخلص خان سوی خیمه‌گاه و بنگاه او رفتند- او آمدنی این فوج شنیده به استعجال و اضطراب تنها سواره از انجا برآمده ، خود را نا شناس به امیرلامرا رساند - و این عزیزان در خیمهٔ او مشغول به غارت و تاراج شدند - چنانچه زیور و لباس اہل حرم که ناموس شاه عالم مغفور ہم دران بود از سر و بر کشیدند - چنانچه آخر به ہمین سبب به قتل رسیدند -

اکنون که جهان شاه مقابل به امیرالامرا آمد زیاده ۶۱ ب
سی صد چهار صد کس سوار گرد و پیش او نه بودند - درین وقت
ع‌الشان که در ظاهر ممد و رفیق معزالدین بود ، و هر دو سر
نظرقابوی وقت با فوجی‌آراسته از عقب جهان شاه نمایان شد- جمعی‌برق
.از پیاده از طرف امیرالامرا بر دم جهان شاه آمدند - متوقف شد بان
تفنگ بسیاری برین زدند - دربن وقت پیش فیل او احدی نه ماند ،
در پهلو دورتر شتافتند - پنجابی ، صدی حیرت زده و حواس باخته
نده باشد که تفنگی از قضا بر مقتل جهان شاه رسید و افتاد(۳) و
اطان فرخنده اختر پسرش که یوسف مصر شان و شوکت و حسن و
ال بود - (با) تیر و شمشیر از حوضهٔ فیل برآمده جنگ می کرد
او هم کشته شد(۴) -

عزیزان مرده کش که در اطراف و جوانب سیار و غارتگر
ردند ، مردهٔ جهان شاه را نزد امیرالامرا آوردند و شادیانهٔ فتح
واختند - این چنین جوان اشجع ، غیور ، متهور ، صالح ، صادق‌الوعد،
دبر ، جواد چون تقدیر موافقت نه کرد ، هرچه اندیشید و کرد همه
نیجهٔ برعکس داد - تهیهٔ اسباب که نزد خود علت و باعث فتح خیال
کرده بود ، همه منقلب شد - اسبابی چند همان وقت خلق گردید که
ختیار تخته بند تقدیر گردانید - اینها حرف و حکایت و خیالات و
کتهٔ بعد وقوع است که مردم تخطیه می گیرند که چنان نه کرد
تا چنین شد - اگر آنچنان کردی البته چنین شدی - الحق اگر شدی ، ۶۲ الف
ممکن که شدی - اما شدن به اختیار کیست ؟ حواس وقوای و تدبیر و

آرا و عقل و رفقاء همه بمقتضای تقدیر صورت می بندد ـ اگرچه هرچه می شود بنظم و نسق اسباب است ، لیکن اسباب که اختیاری نیست ـ چون باشد نیست پهان اسباب عقلا باستحسان آن متفق اند سبب بدی و مضرت او میگردد ـ یفعل‌الله ما یشاء و یحکم ما یرید ـ

چون روز عمر این آفتاب سپهر سلطنت وقت شام بشام رسید ، و شب برسر دست آمد ـ و الحال نماند غیر از معزالدین و رفیع‌الشان ـ این بادشاهزاده صاحب کمال ، عالم ، حافظ ، متوکل ، بامروت ، بر عهد و میثاق امیرالامرا اعتماد کامل داشت ـ همانا در زمان سلطنت والد ماجد این عزیز را از بی آبروئی و خفت بل هلاکت با خانخانان معارضه نموده شب و روز ساعی بود و محفوظ می داشت ، و قسمهای مؤکده به خدا و رسول و ایمهٔ معصومین عهدهای بجد بود ـ رفیع‌الشان عمو صاحبش می گفت ـ دستار با او آلش کرده بود ـ به خاطر داشت که الحال چون وقت‌کار منحصردر فرد واحد مانده، و واهمهٔ دیگرهمه از میان رفته برای او درین وقت کاری می سازد ـ و ایفا به عهد و قسم می نماید ـ معهذا این تدبیر صحیح اندیشیده بود بلکه از دانائی درین وقت رفاقت و موافقت اخذ نموده بود که چون کم استطاعت و کم جمعیت بود از نوکران بادشاهی هم کسی با او رفیق نه ـ نقش خیال بسته بود که ۶۲ ب هرگاه میان اخوان زد و خورد به انجام رسد و یکی مظفر و منصور شود ، آن یک تن که دران وقت از جنگ فراغ حاصل نموده ، لشکرش متفرق و پریشان خود غافل ، همین وقت با جمعیت و آراستگی که با فوج تماشائی گوشهٔ بساط بوده ، خود را بر او باید زدکه به اندک حرکتی

کارش تمام می شود(ء) ـ الحق در حالت بی استطاعتی با او بد نه نموده بودند ـ اما در موافقت تقدیر با تدبیر کسی را چه اختیار ؟

باب بست و نهم(الف)

به مردانگی رستمانه جان باختن رفیع‌الشان

همان وقت اول شب که کار جهان شاه به آخر رسید ، و با رفقای خود که هیچ مرد بکار شرم داری درمیان آنها نه بود و دودمان صاحبقرانی انتساب او یا غرضی این که مثل خوش آمد تاریخ نویسان با مخالف او موافقتی و غرضی باشد ، یا عنادی که در معاملت با نفس بد باید پرداخت 'حاشا وکلا وکفیٰ بالله شهیداً'، خداوند ما بود ـ هر چه با ما کرد ، خوب کرد ـ اما یکی آنکه از اوصاف و احوال و طریق سلطنت و فرماندهی و اطوار و اقوال و افعال و معاش با صغار و کبار، و کردار نوشتن او ضرور ـ چون همه آن چنان سی شد محرر چه نویسد ! دیگر آنکه چون سلطنت عالمگیر بادشاه غیور، عابد ، عادل، مروج دین، حق پرست ، اشجع ، اعقل که پنجاه سال در حجر عنایت او تربیت یافته بودیم ، و این رسوائی دران سلطنت دیده شد ، و در اولاد هم چو کسی ۶۳ ا

(الف) پورا عنوان یوں ہے : با لشکر و فوج تازه زور خود عزیمت یورش همان وقت شب نمودن رفیع‌الشان بهادر و بسبب مخالفت و پهلو دزدیٔ رفقای نابکار قابوچی نمک حرام پیش نه رفتن آن عزم و علی‌الصباح روز دوم به تنهائی معرکه آرای رزم شدن آن غیور بمقابلهٔ یک عالم دشمن و به مرادنگی رستمانه به نفس نفیس خود به شمشیر جنگی جان باختن و علم بلند نامی آبا و اجداد به اوج مهرو ماه بر افراختن رحمةالله علیه ـ

این چنین عزیزی ہمہ مخالف او بر ہمان سریر سلطنت متمکن شود ، و برآن تخت او نشستہ و آن چنان‌کار کردہ بود ، چگویم کہ برآن تخت چار قب بہ این وضع جلوس فرماید :

کہ دیدہ ایم برین تخت بادشاہی را

و کار خود را و کار سلطنت را بہ این وضع در اندک (مدت) بہ انجام بد رساند ـ دل سوختگیہا ہمہ کلمات واقعی بزر می آرد ـ چنانچہ جمعی از محبان و شیعہ اہل بیت از فرط محبت خود در جناب ائمہ ہدی تا خروج بہ سیف فرمایند ، و مخالفان را از میان بردارند ـ بہ این نیت چہ قسم کلمات جگرسوز معروض می داشتند ـ و کریمان را بہ استحسان فرا می گرفتند ـ حیف و افسوس است در نفس خود ، عبرتی و انتباہی برای سامعین، والا خانمان ما و سر و جان ما اگر فدای ہر کہ برین تخت جلوس فرماید دران نہ باشد ، و دران مضایقہ رود از بندہ ہای بدکردار نمک حرام معاذاللہ خواہیم بود ـ و این در دودمان ما ننگ و عار است ـ

باب سوم

عہد فضیحت آغاز و رسوائی انجام جہاندار شاہ(الف)

چون معزالدین جہاندار شاہ بزور و خدعۂ امیرالامرا ذوالفقار خان از کار اخوان ثلاثہ فراغ حاصل نمود ، بی وسواس اندیشۂ شریک و

(الف) پورا عنوان یوں ہے : ذکر اوضاع و اطوار سلطنت فضیحت آغاز رسوائی انجام محمد معزالدین جہاندار شاہ و بیان تسلط و اقتدار معشوقش لال کنور و برادران او و اقربای او و شرح ظلم و ستمہای ناہنجار امیرالامرا ذوالفقار خان و کوکلتاش خان خدا بیزار خلق‌آزار بہ‌غرورچند روزہ‌دولت‌ناپایدار و اقبال‌مستعار۔

سهیم بر تخت سلطنت متمکن گردید ، تمام وضع روزگار برگشت۔ زیرا که او فی حد ذاته مرد غافل، و تن پرور، آرام طلب، بیخرد از مراتب سلطنت مطلق نا آگاه بود ۔ و دنأت و اوصاف رذیله ، که سلاطین را نباید ، و در اجداد ایشان نیامده ، بسیار داشت۔ تمام سلطنت موروثی هندوستان در شریک مغنیه به هرزه‌کاری کرد ۔ دل خانه زادان این دودمان کباب بود ۔ اقوام و قبایل و عشایر آن مغنیه را تسلط تمام در سلطنت پیدا آمد ۔ و مناصب عمده و خطابهای عالی مرتبه بآن خواننده‌های گدا مسلم شد ۔ جاگیرهای آنقدر جید از خالصه انتخاب می بردند ، و حکمی می‌گرفتند ۔ و دو کرور روپیه در سالی اخراجات و متصب آن مغنیه ، سوای پوشاک و اساسهٔ دولت قرار یافت ۔ در سواری رتهه بادشاه هم اکثری دران می بودند ۔ سیر بازار و چاندنی چوک و خرید اجناس از رزاین و جواهر و پارچه و سبزی و ترکاری تا خیار و کدو می بخریدند ۔

و باین تقریب با زهره نام کنجڑی که زن تره فروش باشد لال کنور معشوقهٔ بادشاه را نسبت دوگانگی بهم رسید ۔ و آن کنجڑی قحبه نیز بمنصب عمده و جاگیرهای فراخور آن سرافراز شده ، برای خویشان و اقربای خود مناصب و جاگیرهای فراخور آن سرافراز شده ، برای خویشان و اقربای خود مناصب و جاگیرهای سیر حاصل گرفته کمر به سهم سازی مردم بست ۔ و عمده های حریص دنیا دوست دست از نام و ناموس خود برداشته ، به امید مربی گری آن قحبه از صبح تا شام بر دو کانش هجوم پالکی نشینان زیاده بر دربار بادشاهی قایم می شد که راه

۶۴ الف

آمد و شد مسدود بود - و اکثری ازینها ، چون قنجق بالطبع فیاض بود ، کامیاب مطالب هم می شدند - و این کوچه گردی بادشاه با معشوقهٔ دلربای خودبه درجه ای رسیده بودکه شبی که روزش به نهاری خوردن، از قلعه به نخاس که زیاده بردو کروه مسافت است ، دریک رتهٔ نشسته رفتند، و نهاری از بهٹیاری نخاس که مشهور بود، و زہرهٔ مذکوره معرف آن شده ، خوردند ، و مبلغی نمایانی بایک ده انعام نموده و تمام روز در سر باغهای آن طرف گذرانیده و نصف شب ہر دو مست شراب و بیخبر فرود آمده به خانه در آمدند ، و ایشان مست لا یعقل ہمانجا افتاده ماندند - رتهٔ بان که ہم ہم پیاله بادشاه و بی‌بی بود غور و تفحص درون رتهٔ نه کرده رتهٔ را با ایشان در گاوخانه برده که نزد عیدگاه کهنه و از قلعه مسافت یک کروه جریبی است - آخرہای شب قریب به سحر که به تفحص افتادند که بادشاه چه شد - و به گفتهٔ بی‌بی لال کنور که گفت شاید در رتهٔ مست افتاده بود رتهٔ بان برده باشد - مردم دویدند و ایشان را ہمان قسم لایشعر در رتهٔ یافته به قلعه آوردند - و قلعه دار و ناظر بعد از تحقیق حال داخل محل نمودند - بازاریانه در عین چاندنی چوک شهر دہلی می کردند - زن و دختر ہنود محله و اہل حرفه را انتخاب می زدند (۱) ، و ہفته ہفته مقرر شده بود که بادشاه و لال کنور زیر یک چادر عریان شده در چشمه که نزدیک مزار چراغ دہلی است غسل میکردند تا ازو پسری شود(۲) گویا ہفتهٔ اخیر ہمان بود که کارش آخر شد و به خون خود غسل کرد - با زینت‌النسا بیگم دختر عالمگیر بادشاه عمهٔ بزرگ جهاندار شاه آن مغنیه سلوکی کرد و کلمات چند گفت که ہیچ رذیلی با ہیچ ادنی بتر از خودی نه کند -

ظاہرا سلام و تسلیم و تواضع از ایشان دریغ داشته بود۔ بلکه می‌خواست ایشان این سلوکها با او نمایند۔ آخر جهاندار شاه را گفت ترا نمی‌گذارم که بخانهٔ این چنین و چنان بنشینی و طعام خوری ۔ دستش گرفت و نه گذاشت که ساعتی به نشیند ۔ و بیگم طعام ، که برای برادر زاده از راه شفقت و محبت تیار کرده و می خواست با همدیگر بخورند، نخورد ۔ و ایشان بدولت در تسلی آن مغنیه که دین و دنیا در عقبش باخته بودند چنانچه عمهٔ بزرگوار می شنید فرمودند که جانی بلای شما آزرده شود ، این را خرافت دریافته و خرف شده که شما را نشناخته ۔ بیگم بیچاره می شنید و حیران قدرت الٰهی بوده دم در کشیده ، تماشا می کرد(۳) ۔ ۶۵ الف

ازین مهملات تا کجا شرح توان داد که اوضاع سلطنت و احوال عالم از همین قدر هم ظاهر می تواند شد ۔ دیگر رسوائیهای فاحش که قابل ذکر نیست ۔

امیرالامرای ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ ، که بادشاه نشان بل بادشاه آفرین شد ، هیولای صورت انسانی ناگرفته به دست هم چو شعبده بازی افتاده ، فرعون و شداد را هر درش بار آستان بوس نه ماند۔ خاندانها را در پی برافگندن شده ، احداث بدعت قتل امرا و حبس و غل و زنجیر و تنبیهات شدیده و خفتها و رسوائیها و غارت خانمانها ، با هر که گمان مبلغی بود آن بدعت و مظلمه که در هیچ عهدی نه بود بنای قائمی گذاشت ۔ و این سنت سئیه ازو ماند ، و این مرض مزمنه مسریه را او ایجاد کرد و بانی او شد ۔ مناصب خود به افراط و تفریط

قلیل و کثیر برای بعض مردم عزیز ہم گاہی می شد - اما جاگیر اصلا نه بود - طبع خورد و بزرگ ، مؤثر و محقر ، نزدیک و دور ، آشنا و بیگانه ہمه متنفر و بدگو و بدخواه شد - در قلوب خلایق تنفری و وحشتی راه یافت که فقرا و اہل حرفه و کافر و مسلمان ہر که بود بد دعا و زوال سلطنت او و دولت این را (از) خدا به عجز و الحاح شبا نروزان مسئلت می نمودند - تیر آه بسیاری به فلک شد - آنچه شد : ۶۵ ب

نیم شبی آه کند پیر زال
دولت صد ساله کند پایمال

کوکلتاش خان که خان جهان بہادر(م) شده بود ، چون از طفلی با بادشاه بزرگ شده و زن و دختر و ہمه خانمانش تاحال مخلوط و مربوط قدیمی بودند - و توقع وعده وزارت داشتند اکنون به عناد و برانداختن امیرالامرا به اجماع ہمه قدیمیہا کمر بستند - تا بحدیکه اضلاع قرار یافت - اقربای قریب و بعیدهٔ او ہمه به مناصب عمده صاحب اقتدار و اختیار شدند - جمی غفیر که از سلوک و رعونت امیرالامرا دل تنگ بودند با او آشکارا پیوستند - و او برای انها رغماً لانف ابی ذر مناصب عمده مقرر کرد و دلنشین بادشاه بانحای کثیره کرده بودند که امیرالامرا با زنده و مزور و صاحب داعیه است ، با خون سلاطین دست آلوده چند روزی بیش شما را نمی گذارد که سلطنت بکنید - اگر خود نتوانست داعیه می نماید و عالی تبار یا دیگری را دست نشان خود می کند - آن عزیز بی تمیز معرا از عقل و شعور ضعیف القلب ، قوی‌الواہمه ، وسواس عظیمی و واہمهٔ جسیمی پیدا کرد - نه دفع آن

می توانست کرد و نه حفظ اظهار آن - این قسم اعمال که از
کوکلتاش خان می‌آمد خفا و پرده نه مانده بود لاعلاج بر دو منتظروقت
و قابو بودند - درین ضمن عالمی خراب و پایمال شد - رستم‌دل خان
و مخلص خان(۵) وغیره که به رسوائی کشته شدند ، خود شدند - اما
امیرالامرا به عناد سابق خود جمی غفیر را بی آبرو و زندانی و موعود
بر قتل نموده داشت - مثل مهابت خان پسر جملة‌الملک خانخانان مرحوم
و حمیدالدین خان بهادر وغیره جمعی بسیاری را زندانی داشت -

باب سی و یکم

احوال مصنف

چون حق تعالی مآل کار امیرالامرا این چنین مقدر داشت در طبع
و مزاج و عقل و شعور او همه منقلب‌گردیده، با هر کس ادنی غباری از
ازمنهٔ سابق در خاطر داشت درین وقت متوجه انتقام تمام گردید -
چنانچه خانمان خانخانان به خاک سیاه برابر کرد - پسرانش را محبوس و
موعود منتظرالقتل داشت - من که در زمان رفاقت محمد بیدار بخت مرحوم
با این مرد به مخالفت غالب پرداخته بودم و در زمان سلطنت شاه عالم
آن قسم اتحادی و شریک مصلحتی با خانخانان متفق و مشهور بودم
و در باب این عزیز مکرر این حرفها به شاه عالم رسانده و در شکست کار
آن بنا بر اتفاق و اخلاص خانخانان مکرر کوشیده و دست آخر بر رغم او

با عظیم‌الشان رفیق شده و بعد از ایشان ہم با جہان شاہ ہمراہ گشت ۔ از مزاج منتقم ہم چو کسی شتر کینه اصلا امید نجات و توقع حیات نه بود ۔ معہذا در سلطنت شاہ عالم که عظیم‌الشان صاحب اقتدار بود ۔ با ایشان متفق بودم ۔ (با) معزالدین و کوکلتاش خان ہم مخالفت‌ہا کرده بودم ۔ کشته شدن خود را یقین داشتم ۔ چنانچه ہرگاه اسم فقیر حضور معزالدین مذکور شد اشارهٔ قتل به دست خود نموده، لیکن معلوم نه شد که من جانب‌الله چه امری میسر آمده که طبع آن عزیز ہرچند مائل به قتل من بود ، اما دست و زبان او را قدرت اقدام برین نه شد ۔ چنانچه سه روز بعد کشته شدن جہان شاه و سلطنت معزالدین گفتم که پنہان در شہر لاہور تا چند می توانم ماند ! به امیرالامرا رقعه نوشتم و رباعی چند املا کردم که نقلش این است :

۶۶ ب

اجداد مرا به خاندان عالی
بوده است توسل ، ز غرضہا خالی
من آل علی تو ذوالفقار حیدر
دریاب که جزتو کس نه دارم والی

شرمنده ام از گنه که کردم کم و بیش
بر درگہت آمدم سرافگنده به پیش
امروز بجای جد و عمم چو توئی
شرمنده مکن میان بیگانه و خویش

گر من بدم و ز ہرچه گوئی بدتر
از تست چو نام خاندانم بر سر
امروز تو سرگروه آن ناموسی
بر من منگر ، سوی بزرگان بنگر

به وساطت نبیرهٔ خود میر عنایت‌الله که سابق با او شناسائی بسیاری
داشت ، چنانچه واسطهٔ سخن میان او و عظیم‌الشان مرحوم اکثری
می شد ، فرستادم - رقعه مطلب دانسته و شناخته نگاه نه کرد، و التفاتی
و جوابی نه داد - ثانیاً رباعیها به وساطت نوازش خان رومی بن ٦٧ الف
اسلام خان حسین پاشای(الف) خسرپورهٔ ایشان که صبیهٔ اسلام خان
در خانهٔ ایشان است ، فرستادم - مطالعه کرد و متوجه گردید - گویا
نقش زبان بندی و دل آشنائی برکرده به او نمودم که نقش درست نشین
شد - به او گفت ایشان را خود رفته بیارید - مصحوب نوازش خان
در جواب طلب پیغام کردم که شما مردم عزیز را به دلاسا
و مواسا طلبیده آخر یا به قتل یا حبس و زنجیر و خفت رساندید - اگر
با من خفت درنظر دارید به فرمائید تا خود کفنی در برکرده سروپا برهنه
پیش شما بیایم که چون یراق وا کردم و به عریانی برآمدم باز خفتی نمی
ماند و اگر قصد قتل است از همین جا به آبرو سر بریده بطلبید، بلکه خود
بریده به فرستم که مردن بر خود گوارا دارم و مصمم نموده ام که
زنهار خدعه نه نمایند که من آمادهٔ مردنم ، نه مثل دیگران تن
به خفت دادن - در مواجهه باز چه رو دهد - قسم خورد و عهد مؤکد
(کرد) - از سیمای کار نیز ارادهٔ او خوب دریافتم - برای ملاقاتش
در خلوت که تنها بود ، رفتم - و به وضع همیشگی که خنجری در کمر
داشتم - او نیز بهمان وضع همیشگی به تعظیم وکشاده جبین و چشم آشنا
ملاقات سبقت در سلام و برخاسته از مسند پائین آمده ، بغل‌گیری

(الف) اسلام خان رومی اور اس کے بیٹے افراسیاب خان مخاطب
به نوازش خان کے حالات بیشتر بیان ہوچکے ہیں -

کرده دست‌گرفته به طریق معهود که از زمان عالمگیر بادشاه از ابتدای
سن و دولت خود داشت نزدیک‌تر به خود نشانده و گله‌های دوستانه
تند کرد - من هم آنچه براستی بود بی محابا صرفه درگفتن همان الفاظ دیدم - ۶۷ الف
وسواسی نه کردم - راستی‌ها را حق تعالیٰ در دلش اثر داد و پسندیده،
به توجه تمام رخصت کرد - و همان روز پیش بادشاه رفته خون مرا
درخواست - اوگفت برای خاطر شما جان او بخشیدم ، اما نوکر نمی‌کنم -
ما کی توقع نوکری بخود گمان داشتم ؟ جان بسلامت بردن غنیمت
عظیمی بود - اگرچه امیرالامرا جان بخشی کرد، اما از ما عهد ستانید که
با بادشاه سوای او بهیچ کس راهی و ربطی نه کنیم و حرف نه زنیم
و با کوکلتاش خان و مغنیه(الف) وغیره هیچ راهی بهم نه رسانیم ،
زیرا که از سن وسواس داشت ، بسیار از آرای من خایف بود -
بسیار چه میان ما و او در همراهی محمد بیدار بخت مرحوم و در سلطنت
شاه عالم به طرفداری خانخانان و مهابت خان و توسل به عظیم‌الشان
معاملات عظیمه رفته بود - اکنون ما را نیز آن غرض و مطلب که
با او در این قسم وقت که وجود بادشاهی درمیان نیست ، و اقتدار و
صولت او مافوق تقریر و تحریر ، معارضه نمائیم و کشتی بگیریم دل و
دماغی نه مانده بود و کو بادشاهی که این قسم معاملات وابسته
به ذات سلطان است - درین نه ماه که معزالدین در بطن سلطنت ،
هم چو اجنه لا بل جنه زندگی کرد اصلا خطره وارادۀ نوکری و تلاش
نه نموده و خانه نشین بودیم که سلطنتی و بادشاهی درمیان نه بود -

(الف) لال کنور -

برای دفع مضرت که ملاقات فرعون و شداد نموده با شیم ، گاه گاهی امیرالامرا را می دیدیم ـ و ہرگاه ملاقات می شد چون جواسیس القلوب و سیما شناس و مزاجدان طبایع روزگار بود ، به اعتماد تمام مصلحت‌ہای عمدۂ سلطنت از من می پرسید ـ و بمقتضای ''المستشار مؤتمن'' رای صحیح نموده می شد ـ و از کمال فراست مرہون این امر می بود ، وسواسی اصلا نمی کرد ـ

باید دانست که اصل بنای این تحریر بیان احوال خود است که آنچه در زمان ممتد تحریر این کلمات عالیات گذشته به طریق یاد باد قلم بند داشته باشم ، نه تحریر بادشاه نامه و احوال سلاطین و امرا و ملوک منظور نظراست ـ در ضمن بیان حال خود آنچه احوال سلاطین که رفاقت آنہا اتفاق افتاده بود ، نوشتن ضرور شد ، بفارسی بیساختہ و عبارات منشیانه بی تکلف چنانچه در مکتوب احوال سرگزشت به کسی نوشتہ می شود ہ نوشتیم ـ اغلب که (بر) متفحصان اسرار کار اکثر دقایق و بواعث برہم خوردگی و درست نشینی مبرہن و ہویدا گردد ـ چه کمتر محرر احوالی شریک مصلحت سلاطین می باشد ـ و این فقیر ہمه جا و ہمه وقت دست درکار و صاحب اعتبار و مشیر و مستشار بوده و الحمدلله علی ذالک ـ

باب سی و دوم

حرکت فرخ سیر از بنگاله

القصه در عین این صولت و شان و شوکت دعوی انا ولا غیری از قدرت عجیبهٔ قادر مطلق یک مرتبه نوائی از عالم غیب و صدائی از پرده لاریب بگوش زمان و زمانیان و انس و جان در دادند که نونهال گلشن دولت و اقبال شاهزاده فرخ سیر خلف عظیم الشان بهادر شهید که به طلب والد ماجد خود از بنگاله تا صوبهٔ بهار رسیده بود که خبر شهادت والد و اعمام شنید ـ با هر جمعیتی و حالتی که داشت نهانا نه قصد جنگ بلکه برای ملازمت جد و پدر(۱) جریده از بنگاله عازم حضور شده بود ـ آن چراغ دودهٔ صاحبقرانی و مفخر عزایم اولاد گورگانی عزیمت مصمم نمود که یک مرتبه خود را می رسانم و مقابله می نمایم تا خواست الٰهی چه باشد ـ

چون تقدیر ایزدی امری عظیم از پردهٔ غیب خواهد بر منصهٔ ظهور آرد ، کامل همتی را بر عزیمتی برگمارد ـ چون خبر قصد این عزیمت ازان

(الف) پورا عنون یوں ہے : ذکر بحضور رسیدن خبر خروج و حرکت شاہزادہ ظفر قرین محمد فرخ سیر از بنگالہ به عزم انتقام و دعوای خون پدر و خواہش سریر و افسر اجداد والا گہر ـ

والا ہمت به سمع معزالدین رسید و امیرالامرا شنید ، اگرچه از غرور غفلت در ظاہر اعتقادی و اعتنایی بران نه کردند ، اما طرفه رعبی و ہراسی و تغیر حالتی در قلوب و سپاہیا پیدا آمد ۔ خلق جہان حتی نوکران عمدۂ اینها ہم دست دعا برای اقبال این نونهال چمن سلطنت یعنی محمد فرخ سیر بهادر سراپا کمال برداشتند ۔ امیرالامرا تا اقبال با او بود ، ہرچه می دید ، درست می دید ۔ در لاہور به جهاندار شاه گفته بود که در شاہجہان آباد بیش از یک ہفته توقف نه باید فرمود ، و متوجه اکبرآباد باید شد ۔ و براین امر اصرار بسیاری می نمود که ہنوز بنای کار استقامت نه گرفته ، و رعب سلطنت در نفوس خلایق متمکن نه شده ، فرصت نه باید داد که اجماع شود و مقدمه تقویت گیرد ، لیکن :

چو تیره شود مرد را روزگار
ہمه آن کند ،کش نیاید بکار

بعد ازانکه از لاہور به شاہجہان آباد رسیدند ـ و آن بادشاه از مآل نا آگاه غلط راه به عیش و عشرت در عمارات و سیر باغات شب و روز مست و مشغول گردید ، کوکلتاش خان با رفقای خود که تصرف در مزاج او از قدیم داشتند دل نشین نمودند که این ہمه بازیگری امیرالامراست ـ فرخ سیر را طلبیده با شما خدعه درنظر دارد که شما را بیرون برآورده بسته به او خواہد داد که قاتل پدرش ہستند ـ گویا فالی زدند و اختر درگذر بود :

بسا فالے که از بازیچه برخواست
چو اختر می‌گذشت آن فال شد راست

این ابلهان خانه برانداز ، و آن مغنیۀ بد آواز آن بادشاه بیخبر را به لهو و لعب انداخته این واہمه در دلش انداختند ، و کار او را خراب ساختند ـ چنانچه علیٰ رؤس الاشهاد می گفت که محمد عظیم(الف) را من نه کشته ام امیرالامرا کشته ـ الحال به مقابلۀ محمد فرخ سیر ہم او برود ـ مرا چه کار است ؟ بادشاہی که از واہمه این قسم حرفی ازو سرزند ، دیگر ہمه مقدماتش ازین قیاس باید کرد ـ

چون این قسم مقدمات به میان آمد ، امیرالامرا از دل زدگی وہم از غفلت (و) غرور چندانی متوجه این مقدمه نه شد ـ و قضا چشم بینش او را ہم بسته به عیش و عشرت بازی داد ـ و سید عبدالله خان بارہه که او و برادرش سید حسین علی خان در جنگ شاه عالم با اعظم شاه مصدر تلاش نمایان شده بود ـ و بعد سلطنت شاه عالم با معزالدین و بعض عمده ہا برہمی به میان آمده ـ و عظیم‌الشان عبدالله خان را صوبه داری الهآباد و حسین علی خان را صوبه داری بهار مقرر نموده ، و از اخلاصمندان خود شناخته درین ہرج و مرج سلطنت عبدالله خان برای حفاظت ملک و نگاہداشت جمعیت مبلغی معتد بها از خزانۀ بادشاہی بالضرور به تصرف درآورده بود ـ و دران ہنگام با راجی خان مانکپوری که احوالش سابق به تفصیل گذشته ، او را از

(الف) عظیم‌الشان ، فرخ سیر کا والد ـ

تغیر سید عبداللہ صوبہ دار الہ آباد کردند ۔ و او یکی(الف) از برادران خود را نایب کردہ بہ الہ آباد فرستاد ۔ تا صوبہ را متصرف شود ۔ چون با فوج عبداللہ خان او را جنگ واقع شد، شکست خوردہ رفت(ب) ۔ و ازان طرف خبر بود کہ محمد فرخ سیر رسید ۔ امیرالامرا تمہیدی

(الف) اس کا نام سید عبدالغفار تھا ۔ حسن علی خان یعنی عبداللہ خان الہ آباد سے جون پور گیا تاکہ وہاں کی افراتفری ختم کرے اس میں کامیابی نہ ہوئی ۔ اس اثنا میں اس کے سپاہیوں کی تنخواہیں چڑھ گئیں اور وہ آمادۂ فساد ہوگئے ۔ عبداللہ خان نے وعدہ کرلیا کہ الہ آباد پہنچتے ہی روپیہ دے دیا جائے گا ۔ وہ الہ‌آباد پہنچا تو شاہ عالم کے مرنے کی خبر ملی ۔
خوش نصیبی سے چند روز پیشتر مرشد قلی خان دیوان بنگال کی طرف سے اس کا داماد شجاع الدین شجاع الدولہ ایک کروڑ روپے لے کر دہلی جاتا ہوا الہ‌آباد پہنچا تھا اور تذبذب میں تھا کہ کیا کرے ۔ عبداللہ خان نے اسے مشورہ دیا کہ اتنی بڑی رقم پاس رکھنا خالی از خطرہ نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ رقم قلعے میں پہنچا دی جائے ۔ شجاع الدولہ نے بھی کیا ، عبداللہ خان نے رقم قبضے میں آتے ہی سپاہیوں کی تنخواہیں دے دیں اور تمام حالات جہاندار شاہ کو لکھ بھیجے ۔ ابھی کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ سید راجے خان مانک پوری کی طرف سے عبدالغفار بہ حیثیت نائب ناظم چھ سات ہزار فوج کے ساتھ کڑہ مانک پور پہنچ گیا ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ عبداللہ خان کو الہ‌آباد کی نظامت سے ہٹا دیا گیا ، غالباً اس خیال سے کہ وہ عظیم الشان کا آدمی ہوگا ۔

(ب) عین اسی زمانے میں عبداللہ خان کے بھائی اور اس کا دیوان (رتن چند) چار سو سواروں کے ساتھ آ گئے ۔ جنگ ہوئی ۔ سیدوں کا بھی نقصان ہوا لیکن انھوں نے عبدالغفار کو میدان

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۳۲ پر)

نموده و عذر (بد) تر از گناه خواست ـ به عبداللہ خان درباب شکست دادن او فرمان تحسین و آفرین نوشت که او به جعل و تغلب صوبه داری را بر خود بسته بود ، ما نه فرموده بودیم ـ صوبه داری بشما مسلم است(الف) ـ این چنین حرف خام پر رسوائی ہم چو فہمیده مستقیم‌المزاجی چه اثر می دہد ـ عبداللہ خان که به رای درست و استقامت مزاج مفطور بود ، در ظاہر فریب ایشان را بر ایشان بست ـ یخادعون‌اللہ و الذین امنوا و ما یخدعون الا انفسهم ـ یعنی وا نمود که حرف ایشان را باور نموده ، و بازی خورده ، ایشان را غافل ساخت و بیخبرداشت ـ و از اوضاع و خدعه و غدر و اطوار ناہنجار و عدم استقرار برعہد و قرار ایشان بر خود مصمم نمودند که ازیشان ہرگز نباشد ـ تا آنکه به طالع ہمایون و بخت مسعود محمد فرخ سیر که به صوبۂ بہار رسیده بود ، سید حسین علی خان که جوان بہادر اشجع نامور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱ سے)

چھوڑ کر ایک منزل پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا ـ اس کا بھائی خضر خان اس لڑائی میں مارا گیا ـ جہاندار شاہ اور ذوالفقار خان کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو پچھتائے اور عبداللہ خان کی اسمالت کی ، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا مگر کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوسکتا تھا ـ

(الف) یہ تلافی مافات کی کوشش تھی ، حالانکہ بالکل بےسود تھی ؎ کوئی شخص جعل و تغلب سے صوبہ دار بن کر چھ سات ہزار کا لشکر بطور خود کیوں کر ساتھ لا سکتا تھا ؟ اروِن نے لکھا ہے کہ عبداللہ خان کو چار ہزار ذات سے ترقی دے کر چھ ہزار ذات کا منصب بھی پیش کیا گیا تھا ـ (جلد اول ص ۲۰۹) ـ

و در استقامت و راستی مستثنیٰ بود به صدق قلب و دید صحیح سعادت ملازمت دریافته از ته دل یک جهت و فدوی صادق شد۔ و ازانجا به فضل الٰهی از شرفا و اعیان آن دیار و بنده‌های دیگر فوجی شایستهٔ یک دل در رکاب ایشان شد و قدم پیش گذاشتند(الف) ۔ هرگاه به ارادهٔ قدیمهٔ ازلیه اقبال یاور و بخت یار والا همتی‌می‌شود، این چنین اشخاص را یک دل و یک جهت می گرداند ۔ چون این خبر به شاه جهان آباد رسید ، هنوز امیرالامرا که غشاوه غفلت بر بصیرت او بسته بود ، هرچند درین قسم امور خود را فرد وحید می دانست ، اعتماد و اعتضاد برین داشت (که) عبدالله خان از ماست۔ و با محمد فرخ سیر در مقام مقاومت خواهد بود ۔ بنابران چون توره مقابل توره ضرور بود اعزالدین

(الف) سید حسین علی خان کو فرخ سیر کا ساتھ دینے کا کام بھی حقیقۃً شہزادے کی والدہ ہی نے انجام دیا تھا ۔ وہ اپنی کم سن پوتی کے ساتھ سید حسین علی‌خان کی والدہ سے ملیں اور کہا کہ حسین علی خان کی موجودہ حیثیت شہزادے کے مرحوم والد کی مرہون منت ہے ۔ شہزادے کے باپ ، بھائی اور دو چچا مارے جا چکے ہیں ۔ اس کے اپنے وسائل اتنے نہیں کہ اپنا حق حاصل کرے، نیز والد کے خون کا بدلہ لے۔ اب حسین علی خان کے لیے دو راستے ہیں : یا تو اصل کام میں شہزادے کی مدد کرے یا اسے قید کر کے پابہ زنجیر جہاندار کے پاس بھیج دے ۔ ساتھ ہی وہ خود اور پوتی برہنہ ہو کر رونے لگیں ۔ حسین علی خان کی والدہ یہ باتیں سن کر اور والدۂ فرخ سیر کی پریشانی حال دیکھ کر تڑپ اٹھی اور بیٹے کو شہزادے کا ساتھ دینے پر راضی کر لیا ۔ ایک مرتبہ راہ عمل کا فیصلہ کرلینے کے بعد حسین علی خان کو کوئی طاقت اِدھر اُدھر نہیں کرسکتی تھی ۔

مجهول تر از معزالدین بتاریخ ـــــــ (۱)از شاهجهان آباد با فوج کاغذی و شیران پشمی مرخص نمود ـ

باب سی و سوم

اعزالدین با مقابله فرخ سیرا

الحال از سرداران کیست که با او برود ؟ زیرا که خان جهان خود می گوید که محافظ بادشاه از شر امیرالامرا منم ـ همین که من رفتم امیرالامرا بادشاه را می گیرد ، قید می کند یا می کشد ـ گویا که پر دروغی هم نمی گفت ـ و امیرالامرا چگونه برود ؟ که بالفعل در پهلو است و باوجود ازو واہمۂ کلی دارد و دم نمی تواند زد ـ چنانچه روزی دختر خان جهان که با بادشاه بسیار گستاخ و دلیر بود و روابط ظاہری و باطنی قدیمه پر قایم ، گفت که وعدۂ وزارت با ما بود بجا نیاوردید ـ بهان الفاظ رکیک پندی که محاوره اش شده بود ، به او گفت که خاموش که همین ساعت مرا و پدر ترا در نله می اندازد ـ پس امیرالامرا اگر بیرون رفت ، دیگر رفت ـ ازین راه او هم جدا نمی توانست شد ـ لاعلاج اعزالدین مهمل و معطل مجهول را حواله با اتالیقی و سر کردگی خان دوران که خواجه حسین نام داشت، و از اقربای قریبه بلکه داماد خان جهان (ب) بود نمودند ، و مجموع این فوج که

(الف) مقر شدن و روانه گشتن اعزالدین از شاهجهان آباد و حضور پدر باکبر آباد بعزم مقابله و مقاتله با محمد فرخ سیر بهادر ـ

(ب) ''مآثرالامراء'' میں خواجه حسین کو ''بزنه'' کوکلتاش کہا گیا ہے یعنی ''شوہر خواہر'' یا بہنوئی ـ

درین وقت برآمد و روانه شد به پنج ہزار نمی رسید ، بلکه کمتر ازان ۔ اگرچه امرای عظام شش ہزاری و ہفت ہزاری و توپخانۂ بسیاری در تقریر و تحریر بود ۔ چون به اکبرآباد رسیدند از راجپوتیه و فوجداران جمعیتی ہم چو گروه گاو فی‌الجمله فراہم آورده پیشتر عازم شدند ۔ ہمانا ہنوز گویا معلوم علم یقینی برین وجه نه بود که عبدالله خان و حسین علی خان از ته دل رفیق شدند ۔ زہی غفلت که این چنین راستان این قسم خیال می بندند ۔

بای حال به اکبرآباد رسیده توقف نا نموده ، بلکه به اقتدار و اختیار خواجه حسین ، خان دوران و دیگر رؤسای فوج که ہمه مثل او بودند ، بلکه خطوط و نوشتجات آن طرف داشتند ۔ چنانچه اکثری را بعد فراغ کار مفاخرت و رشادت درین بود که ما چه طور خدعه کردیم و دغا دادیم ۔ بہرحال از دریا عبور نموده متوجه و آماده شدند بلکه پیشترہا نیز ۔

ازان طرف محمد فرخ سیر چون به این قصد و عزیمت قدم گذاشت ، و اکنون که ہم چو سید عبدالله خان و سید حسین علی خان بہادران ہم رفیق شدند ، و فوجی شایسته قریب به ہفتاد ہشتاد ہزار سوار ترتیب یافت به بنارس رسیده ازانجا از اله آباد ہم عبدالله خان را ہمراه گرفته گذشته متوجه اکبرآباد شدند(۱) ۔ و چون مؤید من جانب الله بود ، و این ہمه که ہمراه شدند چون خزاین و مبالغ که کفایت بچنین فوجہا نماید معلوم ، ہمه یکدل و متفق و مصمم بر خود نمودند که به ہر حالتیکه بگذرد رفاقت نمایند و تقاضائی نه شوند ۔

باب سی و چہارم

بی جنگ منہزم شدن خواجه حسین خان(الف)

القصه چون مسافت عسکرین باہم متصل شد . . . . درمحال . . . . سحرگاہی سید عبدالله خان بہادر وغیره به طریق گشت و طلایه و قراولی سوار شده نزدیک به این فوجہا رسیدند ـ و از طرفین فی‌الجمله جنگ توپخانه و بان اندازی شد(۱) ـ چنانچه خواجه حسین خان دوران که سردار کل این افواج بود صلاح دران دید که به ہر قسم آن روز را به شب رسانیده وقت شب به ہیچ کس خبر نه کرده ، و لشکر را ہمه جا بجا گذاشته ، شاہزاده یعنی اعزالدین مجہول را سالم ازان معرکه با خود برآورده به مأمنی باید رسید ـ به این ارادۀ ناصواب آن روز را در جنگ توپخانه و قراولی به شب رسانید ـ و وقت شام مراجعت نموده داخل لشکر شده ، نصف شب بی اطلاع رؤسا و سرداران لشکر که پیش رو و در اطراف بودند ، و آنہا ہم برای

(الف) پورا عنوان یوں ہے : بی جنگ منہزم شدن خواجه حسین خان دوران از نزدیکی افواج محمدفرخ سیر بہادر و اعزالدین‌مہمل ناکاره را ہمراه گرفته شباشب از اٹاوه بیخبر لشکر را ہمانجا گذاشته خود (را) به اکبرآباد رسانیدن و به تائید غیبی مظفر و منصور شدن وارث دیہیم و افسر محمد فرخ سیر ـ

خود سازشی داشتند ، بادشاهزادهٔ ادبار آماده را تنها همراه گرفته ، با چند سوار خوش اسپهٔ معدود متوجه اکبرآباد شدند(الف) ـ و آن سه چهار روزه راه را به قدم‌استعجال در قلیل زمانی طی نموده وقت ناشناس و بیخبر به اکبرآباد رسیدند ـ و نجات ازان معرکه از اسباب دوباره حیات تصور

(الف) بلاشبہ معزالدین جہاندار شاہ کی طرح شہزادہ اعزالدین میں بھی کوئی قابل ذکر صلاحیت نہ تھی ـ تاہم وہ تیموری گھرانے کا چشم و چراغ تھا اور اپنے اسلاف کی اس میراث سے ناواقف نہ تھا کہ تیموریوں کے لیے میدان جنگ چھوڑ کر بچ نکلنا باعث ننگ ہے ـ چنانچہ جب خواجہ حسین نے بھاگ نکلنے کی تجویز پیش کی تو اس نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا :

"نواب ، آپ میرے چچا کے برابر ہیں اور مجھے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہے ہیں ! یہ کتنا عجیب مشورہ ہے۔ میں نے تو اب تک کبھی نہیں سنا کہ تیموری گھرانے کا فرد کسی سے لڑے بغیر میدان چھوڑ دے" ـ

خواجہ حسین نے اپنی تجویز درہم برہم ہوتی دیکھی تو جعلی خطوط تیار کیے ، جن پر امتیاز محل (لال کنور) اور کوکلتاش کی مہریں تھیں ـ ان میں بتایا گیا تھا کہ شہنشاہ (جہاندارشاہ) کا انتقال ہوگیا ہے ـ لیکن اس بارے میں کسی کو اب تک اطلاع نہیں ہونے دی ـ اگر شہزادہ جلد از جلد آ جائے گا تو تخت اسے مل جائے گا ـ اس تدبیر سے شہزادے کو مراجعت کے لیے تیار کیا ـ قیمتی جواہرات اور اشرفیاں ساتھ لیں ـ نصف شب کے بعد اعزالدین کی بیگم (بیدار بخت کی صاحبزادی) اور اس کی ملازماؤں کو ہاتھیوں پر سوار کرا دیا گیا ـ تھوڑے سے آدمی ساتھ لیے اور تقریباً ایک ہفتے میں آگرہ پہنچ گئے ـ خزانہ اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے ، لوٹ کی نذر ہوا ـ (ارون جلد اول ص ۲۱۸—۲۱۹) ـ[

نموده این حرکت سراپا فضیحت را غنیمت دانستند ، و ہمان جا خزیدند ۔

و لشکر جمعی که از فرار او و شہزاده خبر نه داشتند ، بعضی که از سابق راه پیدا کرده بودند، رفته ملازمت محمد فرخ سیر بہادر نمودند ۔ و اکثریکه خواستند به دارالخلافه بیابند سید عبدالله خان بہادر از نجابت و فتوت دانی مانع ہیچ کس نه شده ، و اصلاً به غارت و تاراج نه پرداختند و نه فرمودند و وا گذاشتند ۔ لیکن معلوم نه شد که بنا بر چه امر فوجی به تعاقب اعزالدین و خواجه حسین نیامد ۔ و ہمانجا که فتح کرده بودند متوقف شده و به اکبرآباد نیز متوجه نه گردیدند ۔ عقلا را درین امر فکرہا بود :

رموز مصلحت ملک خسروان دانند

بای حال چون خبر ہزیمت اعزالدین به جهاندار شاه رسید ، طرفه حالتی براینها گذشت ، گویا ہمان روز کشته شدن خود در نظر اینها بود، درآمد ۔ که و مه اہل شہر و بازار ، فقیر و گدا ہمه شادمان شدند ۔ گویا جمیع دلها متوجه شکست اینها و فتح محمد فرخ سیر بودند ۔ لاعلاج صلاح کار براین افتاد که جهاندار شاه خود برآید ۔ چون درنظر بود که بعد فتح اعزالدین محمد فرخ سیر البته به اکبرآباد که زیر دامن بود رسید ، و تا ایشان حرکت کنند آن فوج جری دلاور از اکبرآباد ہم پیشتر آمده خواہد بود ، لهذا پیش خود مقرر نمودند که تلاقی فئتین در نزدیکی شاه جهان آباد می باید واقع شود ۔ چنانچه

راجی خان مانکپوری که میر آتش شده و عمده گردیده و احوالش فی‌الجمله ذکر شده مرخص شد تا توپخانه بر تالاب فریدآباد قایم نماید ـ

باب سی و پنجم

متوجه شدن جهاندار شاه و امیرالامرا ذوالفقار خان به اکبرآباد به عزم رزم با محمد فرخ سیر بهادر

درین اثنا چون معلوم کردند که محمد فرخ سیر از جاییکه فتح کرده بود قدم بیشتر نه گذاشته، و حرکت نه کرده، و متوجه اکبرآباد نه خود شده، و نه فوجی‌را فرستاده ـ اینها رسیدن به اکبرآباد را غنیمت و مفت دانسته به قدم استعجال بتاریخ یازدہم شهر ذی قعده ۱۱۲۴ یک ہزار و یک صد و بیست و چهار ہجری متوجه اکبرآباد شدند(۱) ـ درین وقت امیرالامرا از طلاء آلات‌ومرصع‌آلات‌واجناس که از اباًعن جد از سلاطین سابق که در قلعه شاه جهان آباد و اکبرآباد کم و بیش دو کروڑ روپیه علی‌الحساب به مردم داد، و فوجی بسیار سنگین که قریب به ہفتاد ہشتاد ہزار سوار توان‌گفت ہمراه سهیا نمود ـ اگرچه ہمه مردم خوب بودند، باوجود گرفتن این ہمه مبالغ چون بدمعاشی و فریب دہی در وقت فراغ خاطر ازو مشاہده نموده بودند، و قابو پسندی شمرده ہیچ احدی دل نهاد نمی شد ـ تا آنکه بتاریخ پنجم یا ششم

ذی‌حجه سنه مذکور به اکبرآباد رسیدند(الف)۔ اول متصل باغ دہره(ب) فرود آمدند ۔ چون معلوم شد که محمد فرخ سیر در اعتماد پور نزدیک به دریا رسیده قصد عبور از دریا دارند ، از آنجا برخاسته در کنار دریا لشکرگاه کردند و توپخانهٔ بسیار همراه داشت ۔ شروع به بستن پل کردند تا از دریا بگذرند ۔ یک ہفته بیشتر طرفین بر دریا متوقف شدند ۔ و ارباب نظر بر ہمین داشتند که ہرکس جرأت نموده سبقت در عبور کرد بالیقین غلبه مر او راست ۔

تا که بتاریخ. . . . .(ج) شب ہنگام خبر رسید که عبدالله خان و حسین علی خان که بانی و بادی این عزیمت اند به ہراولی متصل گٹوگھاٹ از معبر پایاب بعد قطع مسافت ده دوازده کروه دفعتهً از دریا گذشتند و توپخانه نیز ہرچه داشتند فرود آوردند ۔ و محمد فرخ سیر ہم برکناره است ، فردا از دریا می گذرد ۔ به مجرد شنیدن این خبر که دران وقت فقیر نیز نزد امیرالامرا حاضر بود ، طرفه اضطرابی و عجب حالتی برو گذشت ۔ چه چشم‌کار داشت ! و از رؤسا که اکثری دران مجلس حاضر بودند در دل ہمه رعب و ہراسی عظیم راه یافت ۔ مصمم نمودند که فردا ہمان طرف کوچ باید فرمود ۔ نه ده کروه راه فاصله ہم بود ۔ و لشکر درمیان جوہا و آبکندہای اطراف دریای جمنا فرود آمده بود که مردم می گفتند از واہمه اینکه غنیم یک مرتبه و

(الف) ۵ یا ۶ ذی‌حجه ۱۱۲۴ھ ۲۳ تا ۲۴ دسمبر ۱۷۱۲ء ۔

(ب) اس پر نوٹ پیشتر لکھا جا چکا ہے ۔

(ج) مصنف نے یہاں تاریخ کی جگه خالی چھوڑ دی تھی ۔ یه واقعه ۹ ذی‌حجه ۱۱۲۴ھ ۲۷ دسمبر ۱۷۱۲ء کا ہے ۔

یک بارگی تاخته نتواند رسید و نتواند بر لشکر ریخت ۔ این قسم مکانی صعبی که گویا مورچال است اختیار نمودند ۔ و الا دیگر چه جهت می تواند شد ۔

باب سی و ششم

مقابلهٔ افواج فریقین (الف)

بهر کیف شب فردای آن بتاریخ .... (ب) به قصد مقابله بسمت باغ دہرہ(ج) و سکندرہ که نزدیک بہان/معبراست کوچ نمودند(د) ۔

(الف) پورا عنوان یوں ہے : مقابلهٔ افواج طرفین و آن روز به قراولی اکتفا نموده جنگ به فردا حواله نمودن و شب در خیمه بسر بردن ۔

(ب) تاریخ کی جگہ خالی ہے لیکن یہ غالباً جنگ سے ایک روز پیشتر کا واقعہ ہے ۔

(ج) جس کا صحیح نام ڈیرہ باغ ہے ۔ اس کی کیفیت پہلے پیش کی جا چکی ہے ۔

(د) مصنف کے پیش نظر گئوگھاٹ ہے لیکن پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ فرخ سیر کی فوج اس گھاٹ سے اتری تھی ، جو سرائے روز بہان کے پاس تھا ، بہرحال دونوں گھاٹ آگرہ سے شمالی جانب سکندرہ کی طرف تھے ۔ اسی طرف فرخ سیر نے لشکرگاہ مقرر کی تھی ۔ ادھر ہی جہاندار شاہی فوج روانہ ہوئی ، جو پہلے سموگڑھ کی طرف پہنچی ہوئی تھی ۔ یعنی آگرہ سے دس بارہ میل جانب جنوب مغرب ۔

امروز به انتظار رسیدن توپخانه که از جوها بابدگذشت متصل باغ دہرہ توقف نمودند ـ فردای آن فوج و توپخانه همه مهیا نموده بسمت سکندره و گئوگهاٹ متوجه شدند ـ عجب فوج کثیری با شکوهی آن روز بنظر درآمد ـ چون متصل سکندره رسیدند و فوج محمد فرخ سیر و توپ تا این وقت از دریا عبور نه کرده ، و از مسافت بعیده به استعجال رسیده ، آخرهای روز امیرالامرا ، که هراول بود ، با خان جهان و جهاندار شاه که از عقب فوج او هم سوار شده ایستاده بود، بدیدن فوج محمد فرخ سیر آمدند ـ چون آنها هم دیدند که این فوج می رسد هرچه رسیده بودند ، بهر جمعیتی که بودند ، بهادرانه و دلیرانه سوار شده ایستادند ـ درین وقت روز از یک پهر کمتر مانده باشد ـ امیرالامرا از فقیر پرسید که الحال چه باید کرد ـ آنچه آخر معلوم شد اگر همان وقت پاشنه کوب طرح جنگ می انداختند ظاهرا بهتر بود ـ لیکن رای امیرالامرا چون براین یافتم که امروز قصد مقابله نه دارد و بدیدن فوج خود مغرور شده بود ، به خاطر دارد که فردا اول روز به هیئت مجموعی که می آیم البته غالبم ، بنا بران در جواب او از زبان برآمد که روز کم مانده اگر این وقت طرح جنگ بیفتد شب بر سر دست می آید و برجنگ شب اعتمادی نیست تا چه قسم به نشیند ـ اگر جنگ است توقف نه باید کرد ـ زود زود بشمشیر باید در پیوست ـ و اگر ارادهٔ شب گذراندن است ، ملاحظهٔ آب باید نمود ـ اگر پیشتر آب نه باشد همانجای تنگ تر شب متوقف باید شد ـ اتفاقاً در مکانی که مخیم بودیم تا لشکر مقابل که می نمود درمیان آبی نه بود ـ اتفاق برین افتاد که همین جا شب باید کرد ـ امیرالامرا با تمام فوج شب همانجا در مقابله ایستاد و بشب

فوجے که متصل به خیمه‌ها بود خیمهٔ خود برداشته جاییکه بود ایستاده کرد و شب گذشت ـ

باب سی و هفتم

مقابلهٔ فریقین و مقاتلهٔ فئتین (الف)

علی‌الصباح تاریخ سیزدهم ذی‌حجه سنه یک هزار و یک صد و بیست و چهار هجری (ب) روز چهار شنبه از صبح ابری و بارانی شروع شد۔ یک پهر روز برآمده باشد که فقیر به ملاقات امیرالامرا که نزدیک به او فرود آمدیم، رفتم ـ از پیش جهاندار شاه آمده بود، می خواست چیزی بخورد ـ مرا هم تکلیف کرد ـ و چون رخصت شدم و معلوم‌شدم که امروز ارادهٔ جنگ ومقابله‌هست۔ آیا از چه راه باشد، چون ملول بودم وجهش‌نه۔ پرسیدم۔ امیرالامرا هم‌چیزی‌خورده وخوابیده۔ ما هم‌به خانهٔ خود آمدیم۔ کمر واکرده قصد استرا حتی داشتم ـ ابر و باران هم واشده۔ آفتاب برآمد۔ که اول وقت ظهر یکبارگی صدای نقارهٔ موحشی بلند شد ـ و امیرالامرا سوار شده به این وضع که به لباس خواب مضطرب از خیمه برآمده بر فیل سوار شد ـ و دستار بر فیل بر سرگذاشت ـ و چلقد هم ها نجا

۴۷ ب

(الف) پورا عنوان یوں ہے مقابلۂ فریقین و مقاتلۂ فئتین و شکست خوردن و منهزم گشتن معزالدین جهاندار شاه و امیرالامرا ذوالفقار خان و مظفر و منصور شدن محمد فرخ سیر بهادر ـ

(ب) ۳۱ ـ دسمبر ۱۷۱۲ء

پوشید و کمر نیز - همان وقت بر فیل ایستاده شد و بست - من نیز
به استعجال با خان نورچشم هوشدار خان و پسر ایشان عنایت‌الله
و بقاءالله و فتح‌الله و سی چهل سوار که دران وقت حاضر بودند، خود
را به امیرالامرا رسانیدم - او نزدیک به خیمهٔ ما و خود پیش رویک
پشته بود آنجا آمده در مقابل ایستاده شد - چون من رسیدم، پرسیدم که
سبب سواری به این استعجال چه واقع شد - گفت که غنیم برای ترتیب
مورچال و توپخانهٔ خود با تمام فوج یسال بسته سوار شده، ما را نیز ۷۵ الف
ضرور شد - و کوکلتاش خان خان جهان و معزالدین و تمام فوج مستعد
سوار شده به ترتیب آمده ایستادند - امیرالامرا هراول و کوکلتاش خان
خان‌جهان که‌صاحب‌فوج‌همین دو کس‌بودند، دست راست امیرالامرا برابر
به جهاندار شاه متصل فوج قول عقب تر از امیرالامرا، و راجی خان
با توپخانه بسیار سنگین پیشرو مائل به دست چپ امیرالامرا - دیگر
افواج مرتضی خان وغیره همه جابجا قایم شدند - چون کثرت بسیار شد
فقیراز امیرالامرا رخصت خواسته دست چپ او به فاصله ازکثرت برآمده
ایستادم - ازان طرف گویا محمد فرخ سیر بهادر به ارادهٔ مقابله سواری
نموده بودند، که تمام فوج آهسته آهسته قدم پیشتر می گذاشت
و می آمد - چنانچه ازین پشته که ما و امیرالامرا ایستاده بودیم خوب
نمایان شد - و راجی خان با توپخانه پیشتر بود شروع توپ و بان
نموده، و جنگ در پیوست - اکنون باید دانست که صورت جنگ
هر کس در هرجای است همان قدر می تواند دید - فوج طرفین که در عرض
چندین کروه صف بسته، و همه طرف صورت جنگ رو می دهد، شخص
واحد چگونه همه را می تواند دید- چنانچه یکی درخدمت عالمگیر بادشاه

صورت جنگ داراشکوه را که با ایشان به میان آمده بود بالتمام با احوال تمام فوجها نقل کرد - بعد استماع فرمودند که تو. مگر بر قلهٔ کوهی برآمده با دوربین سیر می نمودی که این همه فوجها که در عرض چند کروه بود ، و ما که سردار و بر فیل سوار بودیم همه را نتوانستیم دید ، جنگ هر طرف را به تفصیل دیدی -

غرض آنکه چون نقل احوال خود است نه انشای بادشاه نامه ۷۵ ب تا نوشتن سمعی و مرئی همه مفصل ضروری باشد همان قدر که خود مشاهده نموده بودیم نقل می نمایم - و کشته شدن رؤسا و مقدمهٔ شکست اهم تر ازانست که دیده یا شنیده نوشته شود -

درین وقت که با توپخانه جنگ در پیوست و توپ و بان فوج مقابل هم شروع به رسیدن کرد صورت مقدمهٔ جنگ چنین به مشاهده پیوست که چون تلاقی فئتین شد و جنگ برابر آمد ، و فوج ازان طرف به مقابل ظاهر شد ، یکی با نشان سرخ و یکی سبز آخر معلوم شد که نشان سرخ از چهبیله رام برادر دیا بهادر بود - و نشان سبز از سید حسین علی خان بهادر - درین وقت به امیرالامرا گفتم که طرف دست چپ خالی است - اغلب که فوج سنگین ازین طرف بیاید - چون جنگ دیده بود او را هم بنظر درآمد - کس دواند که عبدالصمد خان را با افواج مغلیه آن طرف بیارد - چون چهبیله رام وغیره آن فوج به مقابل کوکلتاش خان آمد و فوج حسین علی خان بهادر راست رو به هراول که جهاندار شاه بر پشت او بود ، آمد - اول به توپخانه

که بر سر راه مائل به دست چپ بود آمد ـ و توپخانه تاب این صدمه نیاورده و خوب برنیامد ـ آیا از پیشتر همین قسم بود ، یا درین وقت از رعب این فوج جنگی خود را باختند ـ مردم توپخانه اکثرش رو به فرارگذاشتند و قلیلی که دور دور ماندند به کاری نمی آمدند ـ درین وقت در لشکر که اکثری پیدل بودند چنانچه سبق ذکر یافته طرفه اضطرابی بهم رسید ـ جهنڈاہا و خیمه‌ہا که پیوستهٔ فوج بود شروع به غلطیدن و برهم خوردن کرد ـ مردم پیدل از همین وقت جوق جوق برگشته می رفتند ـ تا آنکه هر دو فوج بهم خورد ـ اگرچه امیرالامرا استقامت با قلیلی ورزید ، لیکن ضرب دست سید حسین علی خان بهادر حالتی درو نه گذاشت ـ تا آنکه حسین علی خان بهادر خود زخمهای شمشیر برداشته در میدان افتاد ـ اما امیرالامرا هم نوعی ضرب خورده که اصلاً طاقت حرکت در او نه بود ـ و چهبیله زام که بر روی کوکلتاش خان ، و چنانچه باید کاری نتوانست کرد ، بر جاییکه خود ایستاده بود ماند ـ الحال چار پنج گهڑی روز باقی خواهد بود ـ چون ما فی‌الحقیقت بی اختیار آمده بودیم و رفیق کسی نه ، و قصد همین بود که بر جا باشیم آنجا تا آخر باید بود اگر کسی به کشتن ما می آید لاعلاج جنگ است ، و الا خود را قصد کشتن کسی اصلاً نه ـ درین وقت که جنگ امیرالامرا را بر جای خود ایستاده می دیدیم بنظر درآمد که از همان طرف دست چپ که گفته بودم فوجی جرار دلیر نمایان شد ـ و عقب‌تر از امیرالامرا درکمر برابر به فوج جهاندار شاه ـ این فوج سید عبدالله خان بود چون ما درمیان دو فوج آمدیم مابین فوج جهاندار شاه و امیرالامرا نظر بر فوج بادشاه گذاشته ایستادیم که این

۷۶ الف

فوج بلا توقف یک راست بر جهاندار شاه آمد - و به مجرد رسیدن این ۴۶ ب
فوج ، جهاندار شاه برهم‌خورد - و عماریهای کثیر زنانه و جواهرخانه
ماجرا و اساسه همه فراری و متفرق شدند - جهاندار شاه نیز جای خود
گذاشته از پیش این فوج برآمده دست راست کوکلتاش خان روانه
شد - این فوج هم چنان به دنبال این تا کوکلتاش خان جهان رساند -
ازان طرف که فوج چهبیله رام وغیره پس نشسته بود محمد فرخ سیر بهادر
کومک او فرمودند - او نیز باز بر کوکلتاش خان آمد - درین جنگ
جانی خان که هراول کوکلتاش خان بود کشته شد و جنگ تا او رسید -
او نیز به زخم تیر و تفنگ و نیزه هلاک شد - فوج او هم بالتمام
شکست خورده برگشت - درین وقت معلوم نه شد که جهاندار شاه
به کدام طرف رفت - امیرالامرا ، هنوز که تاریک شده بود ، متحیر
بر جای خود ایستاده بود - الحال وقت به مغرب رسید - چون امیرالامرا
بر فرار جهاندار شاه آگهی یافت درین وقت چه می تواند کرد ؟
لاعلاج برگشت و تا آخر شب به تفحص جهاندار شاه که بی نشان
شده بود ، کنار شهر طرف شاه گنج توقف نمود و او را بسیار جست که
اگر به دست آید شاید درین هرج و مرج کاری بکشاید(۱) - آخرالامر
بایک جوقی رو به راه گذاشت - در چند ساعتی این همه مقدمه برهم
خورد - اثری و نشانی ازان سلطنت و هنگامهٔ آن مردم هیچ نماند -
و عالم دیگر ، عرصه دیگر ، مردم زمانه دیگر - در آن واحد صورت
انقلاب و نقشهٔ قیامت به ظهور آمد - جامهٔ سلطنت بر قامت محمد فرخ سیر
بهادر بادشاه درست آمد - کوس فتح نواختند و خاطر از دغدغه
پرداختند -

۷۶ الف تا آخرکار ما در عرصهٔ کارزار باوجودیکه قصد جنگ و تلاش و طرف کسی و نوکر کسی نه بودیم ، از اتفاقات[۱] حاضر بودیم - چون مقدمه آخر شد و میدان خالی گردید ، و اثری و نشانی ازین فوجها نه ماند - آهسته آهسته با رفقا و یاران خودکه درین وقت زیاده بریک صد کس موافق بودیم، چون مقبرهٔ جدهٔ مرحومهٔ ماکه مندوی سونهه است قریب بود ، آنجا آمدیم - از لشکرگاه تا شهر که مردم به فرار می آمدند جمعی کوته یراقان به غارت ایستادند - و مردم بسیاری درین راه کشته شدند - از شب ساعتی گذشته صحیح و سلامت به آن باغ رسیدیم و با یاران در عمارت آن در برخود بسته بخاطر جمع نشستیم و حیرت زدهٔ قدرت الٰهی بودیم -

صبح پگاه رقعه به سید عبدالله خان بهادر ، که قرعهٔ بادشاهی نشانی بنام او نشسته بود ، چون سابقهٔ معرفتی بود ، نوشتیم - آن وقت خود گرمی بسیار و خواهش ملاقات به توجه تمام فرمودند - از اتفاقات صباح آن بهان راه که باغ ما بود به شهر متوجه شدند - در راه ملاقات به آئینی که باید اتفاق افتاد ، به شهر همراه بردند - صباح آن روز جمعه بود که محمد فرخ سیر بادشاه در مقبرهٔ اکبر بادشاه به سکندره برای نماز جمعه سوار شدند ، وقت برگشتن سید عبدالله خان فقیر را یک ملازمت سرسری ناشناس فرمودند - و صباح آن که متوجه شاه جهان آباد پیشتر شدند فقیر را هم همراه گرفتند -

بهانا هنوز سمت رفتن جهاندار شاه و امیرالامرا متحقق نه گردیده ، و آصف‌الدوله اسد خان پدر امیرالامرا در شاه جهان آباد است ، و ابنای

سلطنت و وارثان مملکت پسر اعظم شاه و کام بخش وغیره اکثری درقلعه ۷۷ ب
مقید بودند ، لهذا صباح آن سید عبدالله خان بهادر با فوجی مکمل به
استعجال متوجه شاه جهان آباد شدند۔ اذہان انتقال این راپیشتر نمی‌نمودند
که امیرالامرا متوجه دکن خواهد شد ، لیکن ظاهراً چون معزالدین
را نیافته بی توره قطع این قدر مسافت به سلامت و باز در دکن
به این وضع رفتن و اقتدار یافتن به خاطرش نه رسید ، متوجه شاهجهان
آباد شد که پدرش آنجا بود ۔

چون درین قسم آفات ادبار و اضطراب به اندک احتمال نجات و
سلامت بردن جان قصد و عزیمت را توانائی می نماید به امید ضعیف
هم پناه می جوید ، یک راست با ششصد هفصد سواری که درین وقت
رفیق او بودند به شاه جهان آباد آمد ۔ ظاهراً این نیز به خاطر داشته
است که اگر صلاح پدر خواهد و معزالدین یا یک توره دیگر به دست
آرد سرباز زند و راه ملتان که فرستاده خودش آنجا بود ، یا دکن پیش
گیرد ۔ چون پدر شب هنگامی رسید ۔ در شهر تخللی و تذبذبی درمیان
مردم پیدا آمد ۔ و کیفیت حال این چنین شد که رای پدر همیشه به
مرشد پرستی و با سلاطین در مقام انقیاد و تسلیم اصلاً احتمال ارادهٔ دیگر ۷۸ الف
یا گردن تابی یا نافرمانی ، چنانچه در مزاج پسر بود ، در طینت او
صورت امکان نه داشته ۔ و امیرالامرا هرچند پسرش هست ، لیکن
جری ، دلیر ، شورانگیز، بیباک ، با سر سلاطین بازی‌گر ، صاحب داعیه،
ترکیب موافقت این و رای پدر باهم بالیقین موجب برهم خوردگی
رای صحیح است ۔ لهذا درین وقت اضطرار هرچند امیرالامرا

موافق رای خود و داعیهٔ خود سخن می گفت لیکن آخر به رای پدر تن در داد ـ و درین وقت پهلوی که از پدر یافت چشم از دور اندیشی بربسته نفس را خواهی نخواهی بازی داد که ان شاء الله تعالی خوب خواهد شد ـ

همانا آصف الدوله ، پیری ، امیری مؤقر ، که در خدمت چهار پشت از اجداد ایشان را کرده ـ و به اعتبار و وقار مدة‌العمر در دربار بادشاهان گذرانیده دست پسر خود، و این چنین پسری ، بسته هرگاه ببرد اغلب که از قتل خود نجات می یابد ، دیگر هرچه بشود ـ

معهذا همان شب معزالدین (ریش) و بروت تراشیده، درشب‌تاریک، هم چو بلای ناگهانی سوار ، بر در آصف الدوله - که امیرالامرا هم همان جاست آمد ـ شناختند و در خانه بردند ـ به مجرد رسیدن این در تمام شهر شهرت کرد که معزالدین در خانهٔ آصف الدوله آمده ـ ناظم صوبه که محمد یار خان و کوتوال و همه متصدیان و اعزه که از قید نجات می یابند ، و محبان و دوستداران خاندان عظیم‌الشان ، مثل پسران روح الله خان و امیر خان وغیره ، مطلع شده نزد ایشان بسوال مدعیانه آمدند ـ الحال بجز این که حواله نمایند ، دیگر چه علاج ماند که بگوید آمده است ـ و هرگاه اعتراف بآمدن کرد ، ضرور شد لابد مقید کرده بسپارد ـ و هم چنان کردند ـ و به محمد فرخ سیر بادشاه نوشتند که این را دستگیر نموده ایم هرچه امر باشد اجرا نمائیم ـ حکم شد حوالهٔ عبدالله خان نمایند ـ و درین مدت بنام امیرالامرا و آصف الدوله

فرامین عنایت و عفو جرایم و بحالی وزارت می رسید ـ که سید عبدالله خان مقدمات دیوانی به نیابت و مهرایشان می کردند ـ این استمالت به درجهٔ ستواتر و متکاثر شد که مثل امیرالامرا فی الجمله مطمئن گردید که شاید اگر هیچ نه باشد جانبر خود تواند شد ـ این امر از تدبیرات عظیمهٔ امور سلطنت بود که ازین نونهال گلستان صاحبقرانی به آئین پیران جهاندیده و سلطان مقدمات آزموده به ظهور آمد ـ تا آنکه بتاریخ ۱۶ محرم ۱۳۲۵ (الف) در خضر آباد (ب) مخیم لشکر فیروزی اثر بادشاہی شد ـ

باب سی و هشتم

به قتل رسیدن ذوالفقار خان (ج)

حکم شد آصف الدوله امیرالامرا رابه ملازمت بیارد ـ ازانجا که اذہان برین حکم قطعی داشتند که امیرالامرا ، واقعه طلب ، جری ، دایم در شکست و بست کارہای عمدهٔ سلطنت خو کرده ، و بالیقین

۷۸ ب

(الف) ۳۱ - جنوری ۱۷۱۳ ء

(ب) خضر آباد شاہ جہان آباد سے چند میل جانب جنوب اوکھلا اور مقبرہ ہمایوں کے درمیان جمنا کے کنارے متھرا جانے والی سڑک کے قریب تھا ـ

(ج) پورا عنوان یوں ہے : مضرب خیام لشکر فیروزی اثر بادشاہی در خضر آباد بموجب حکم والا بملازمت سعادت اندوز شدن آصف الدوله مع امیرالامرا ذوالفقار خان خلف برہمزن خانمان خود و بعد ملازمت و عطای خلعت و جواہر مرخص شدن آصف الدوله وبقتل رسیدن بلکه به قصاص سلاطین پیوستن امیرالامرا ـ

قتل شاه شهید و شاهزاده مظلوم محمد کریم را او باعث (بوده) ، للهذا نگاه
داشتن آن بهیچ وجه رای سلطنت پیرا نه پسندید ـ و پدر و پسر هر دو
را به حضور طلبیده و به خلاع و جواهر مطمئن ساخته پدر را رخصت و
پسر را نگاه داشتند ـ و بعد از پاره غور رسی جرایم ، در همان خیمه
پهلوی دیوان خاص (که) محض برای همین کار ایستاده شده بود
خواندند ـ و به تسمه خفه کرده به سزای کرده هایش رساندند ـ (۱)
و برای عبرت دیگران و خفت این قسم جری ، به خون سلاطین دست
آلوده ، حکم شد که جسد بے روح او را سرنگون از فیل آویخته ، و با
فیل لاش معزالدین ، همراه سواری مبارک بادشاه که داخل شهر
دارالخلافه و قلعه مبارک دولت خانه می شدند ، از لشکر تا قلعه
رسانده ، در عبرت گاه سر راه چند روز برسوائی و خفت و خواری
بیندازند ـ و خانمان پدر و پسر بتمامه به اماکن و متاع و عقار به
ضبط درآرند ، این خاندان ذی اعتبار دو صد ساله در آن واحد بیک
خطای خود رایی هم چو دولت برای نام و معدوم مطلق گردید (۲)

لف ۴۹ ب

خیالات نادان خلوت نشین
بهم بر زند عاقبت کفر و دین

مآل سر بلندی دنیای دون جز این دیگر چیست؟
هر که او یک پایه بالاتر نشست

به قسم دروغ بازی دادن نفوس عمدهٔ سلاطین ، که بالیقین اعتماد کرده

بودند ، و دست آخر به قتل رساندن و دودمان مظلومان بے گناہ که
این دو فعل به درجهٔ اتم از امیرالامرا به تقدیر الٰهی به ظهور آمد ، ۹۷ ب
برای خفت مردم عزیز که از خاندانهای بزرگ وہمیشه صاحب اعتبار و وقار
بوده اند ، یک بیک عقوری کافری بے حیائی در بر داشت ،
و صاحب اختیار و اقتدار کل بوده که ہیچ بزرگی و بزرگ زاده لا عن
شی بجز غلبه صولت و درشتی و بی حیائی و کلمات درشت ناشایست
دیگرشعاری نه داشت، و ناگزیر بازگشت روزی و نوکری و آبروی خلق
به اختیار او بود ، ازین قسم اعمال عقلا و فقرا متفق بودند که
اقتدار این زود برہم می خورد ، و عنقریب پاداش عمل درکنارش
گذاشته می شود ۔ خلق را چشم انتظار در راه و دست دعا بر آسمان بود ۔

نیم شبی آه زند پیره زال
دولت صد ساله شود پایمال

از آنجا که در سلطنت عظمیٰ و دولت کبریٰ ہیچ مرتبه و منصبی
ہیچ احدی را بی شرکت و مقابله و تشددی نمی باشد ۔ و ایضاً بالخاصه
این معنی موجب حسد نفوس بہم می گردد ۔ چه در ضمن این
حکمت بالغهٔ الٰهی موجب خبرت و آگہی ذات ظل الٰهی می شود که
احوال نیک و بد اعلیٰ و ادنیٰ به تعدد السنه بایشان می رسد، احوال بعضی
از نمک حرامان مثل ہدایت الله وغیره به مسامع عزو اقبال اجلال
رسیده ہر یک بقدر جرایم خود بیاسا رسیدند ۔ وآن کافر بد زبان را
ہان زبانش بریدند ۔ و رعب سلطنت و اقتدار فرمان فرمانفرما در اکناف

الف ۸۰

و اطراف بلاد در قلوب حاضر و باد تمکن و استقرار پیدا کرد ـ این اول اقبال خدا داد است ـ ان شاه الله تعالی عالمگیری و جهانستانی و ابهت و اجلال سلطانی چون آفتاب عالمتاب آناً فاناً در ترقی و تنویر و اجلال و افضالست ـ

ابتدای تحریر کلمات عالیات چون در آدونی درسنه(۱) بود ازان باز حتی‌الیوم که ۱۱۲۶ یکهزار و یکصد و بیست و شش هجری است تحریر کلمات باتمام رسید ـ حالاتیکه درین بین بر خود گذشته بطریق اجمال بران یادباد بتحریر آمد ـ چون این درمحل خود در همین خاتمه مذکور است غرض تحریر بادشاه نامه نیست که احوال امرا و قضا یای سلطنت باید نوشت ـ دوکلمه سرگزشت احوال خود است و بس ـ

تمام شد

نسخه بهادر شاه نامه تالیف میرزا مبارک الله متخلص به واضح مخاطب به ارادت خان عالمگیری بن ارادت خان شاهجهانی بن ارادت خان جهانگیری که در عهد شاهجهان مخاطب به اعظم خان شده ، بتاریخ بیست و یکم شهر رجب المرجب ۱۲۵۷ هجری مطابق نهم ماه ستمبر ۱۸۴۱ عیسوی حسب فرمایش خان صاحب قدردان مظهر عنایات بیکران و

(۱) سنہ لکھا نہیں لیکن عالمگیر کی زندگی کا آخری دور تھا ـ

مصدر اعطاف بی پایان سرمست خان صاحب زاد عنایته
از قلم پریشان رقم ذرۂ بیمقدار کنهیا لعل درعین بے مشقی
صورت اتمام یافت ، فقط

۸۰ ب

قاریا بر من مکن قهر و عتاب
که خطایی رفته باشد در کتاب

آن خطای رفته را تصحیح کن
از کرم واللہ اعلم بالصواب

الٰهی بیامرز این هر سه را
مصنف ، نویسنده ، خواننده را

بطوریکه در اصل مندرج بود
همان نقل کردم گناهم نبود

هر که خواند دعا طمع دارم
زانکه من بندۂ گنه گارم

تمت بالخیر

تعلیقات

باب اول

۱ - ادونی - دولت آصفیہ (حیدر آباد) کی جنوبی سرحد سے ملے ہوئے ایک وسیع علاقے کا نام بلاری ہے - جو کسی زمانے مین دولت آصفیہ کا حصہ تھا - بعد میں برطانوی حکومت ہند نے اسے بھی متعدد دوسرے علاقوں کی طرح بہ لطائف الحیل الگ کر لیا تھا - ادونی اسی علاقے کا ایک مشہور مقام ہے - جو شہر بلاری سے چونسٹھ میل شمالی و مشرق جانب واقع ہے - عالمگیر نے اسے ۷ - شوال ۱۰۹۸ (٦ - اگست ۱٦۸۸) کو فتح کیا اور امتیاز گڈھ نام رکھا - (مفتاح التواریخ ص ۲۸۵)

۲ - دولت آصفیہ کے مغربی حصے کا مشہور شہر - جو مدت دراز تک بہمنی سلطنت کا دارالحکومت رہا نیز دولت آصفیہ کے ایک صوبہ کا مرکز تھا - سید محمد معروف بہ بندہ نواز گیسو دراز (۷۲۰ - ۱۳۲۰ - ۸۲۵/۱۴۲۲) کے مزار کی بدولت ہمہ گیر شہرت پائی - یہاں بہت سے پرانے آثار ھیں - اس کا نام احسن آباد رکھا گیا تھا - مگر قدیم نام کے مقابلے میں فروغ نہ پا سکا - اور زبانزد عوام نہ ہوسکا -

۳ - کندانہ پونا سے بارہ میل پر ایک قلعہ جو پہلی مرتبہ - ۸ اپریل ۱۷۰۳ کو حوالے ہوا تھا اور اس کا نام بخشندہ بخش رکھا گیا تھا - (منتخب اللباب خافی خان حصہ دوم ص ۵۰۹-۵۱۰) واکن کیرہ جسے پروفیسر سرکار اور ظہیر الدین صاحب فاروق "واکن گیرہ" لکھتے ہیں (سرکار جلد پنجم ص ۱۵ اور فاروق ص ۳۹۰) ۲۷ اپریل ۱۷۰۵ کو قبضے میں آیا (سرکار جلد پنجم ص ۱۵) اور اس کا نام "رحمان بخش" تجویز ہوا - (منتخب اللباب ص ۵۳۸ حصہ دوم) عالمگیر دیوا پور میں ٹھہر گیا - جو واکن کیرہ سے آٹھ میل جنوب میں دریائے کرشنا کے کنارے ایک شاداب مقام ہے - رجب ۱۱۱۷ - اکتوبر ۱۷۰۵ میں قلعہ واکن گیرہ کی مرمت ہوئی - اسی زمانے میں اطلاع ملی کہ قلعدار کی غفلت کے باعث دشمن کندانہ پر قابض ہوگیا - عالمگیر نے فی‌الفور حمیدالدین خان بہادر اور تربیت خان کو کندانہ کے محاصرہ و تسخیر کے لیے بھیج دیا - ۱۶ - رجب ۱۱۱۷ - (۲۳ - اکتوبر ۱۷۰۵) کو عالمگیر دیوا پور سے روانہ ہو کر اواخر شعبان ۱۱۱۷ (اوائل دسمبر ۱۷۰۵) میں بہادر گڑھ عرف بیر گاؤں پہنچا - رمضان شریف وہیں گزارا (۶ - دسمبر ۱۷۰۵--۵ - جنوری ۱۷۰۶) عید الفطر بھی اسی جگہ کی - ذوالفقار خان کو بھی تسخیر کندانہ کے لیے بھیج دیا اور ایک مہینے میں قلعہ دوبارہ تسخیر کرلیاگیا - (منتخب اللباب ۵۳۸-۵۴۰) نیز سرکار (جلد پنجم ص ۲۴۳-۲۴۷)

غرض سمجھنا چاہیے کہ ارادت خان واضح نے دسمبر ۱۷۰۵ یا اوائل جنوری ۱۷۰۶ میں بمقام بہادر گڑھ عالمگیر سے ملاقات کی -

۴ - مرہٹوں کے قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے تو انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دستوں میں منقسم ہو کر جا بجا آبادیوں کو لوٹتے۔ یہ طریقہ بعد میں بھی جاری رکھا - مثلاً مرہٹوں کی دو ریاستوں ، گوالیار اور اندور کے درمیان کشمکش تھی - دونوں کا طریقہ یہ تھا کہ باہم جنگ کے بجائے ایک دوسرے کی مسکین اور نہتی رعایا کو غارت گری کا تختۂ مشق بناتے اور ان کی فصلیں تباہ کر دیتے -

۵ - امیر خان ، میر عبدالکریم سندھی ، بن امیر خان ، بن ابوالقاسم نمکین - اس خاندان کا اصل وطن ہرات تھا - میرابوالقاسم نمکین مدت تک بھکر کے حاکم رہے اور وہیں وفات پائی - ان کا فرزند جسے امیر خان کا خطاب حاصل ہوا ٹھٹھہ کا حاکم تھا - وہ بھی والد کے پہلو میں دفن ہوا - نمکین کا پوتا میر عبدالکریم ، عالمگیر کے پاس ملازم ہوا - مختلف مدارج سے گزرتا ہوا ، عالمگیر کے اڑتالیسویں سال جلوس میں اسے آبائی خطاب ، ''امیر خان،، مل گیا ، اس موقع پر اس نے یاقوت کا کتابت کردہ قرآن مجید بادشاہ کے پاس پیش کیا - عالمگیر نے کہا - ''چیزے گزرانیدید کہ دنیا و مافیہا بہاے آن نتواند بود،، (ایسی چیز پیش کی ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ، سب مل کر بھی اس کا ہدیہ نہیں بن سکتے -) بہر حال امیر خان کو ایک مقرب امیر کا درجہ حاصل ہوگیا - عالمگیر دیوا پور میں بیمار ہوا تو بظاہر جانبری کی امید نہیں رہی تھی - امیر خان کا بیان ہے کہ ایک روز بادشاہ لیٹے ہوئے آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے

کان لگا کر سنا تو نظامی کے یہ شعر زبان پر تھے، جنھیں بار بار دہرا رہے تھے۔

به هشتاد و نود چون در رسیدی
بسا سختی که از دوران کشیدی
وز آنجا چون به صد منزل رسانی
بود مرگے به صورت زندگانی

میں نے عرض کیا شیخ نظامی نے شعر، اس شعر کی تمہید میں کہے ہیں :

پس آن بهتر که خود را شاد داری
در آن شادی خدا را یاد داری

فرمایا کیا کہا؟ میں نے شعر دوبارہ عرض کیا۔ فرمایا : لکھ کر دو۔ میں نے پیش کر دیا۔ اسے بار بار پڑھتے رہے۔ اگلے روز طبیعت بہتر تھی۔ فرمایا : تمہارا سنایا ہوا شعر میرے لیے صحت کا پیغام بن گیا اور جان ناتواں میں خاصی قوت آگئی۔ عالمگیر کی وفات کے بعد امیر خان بھی دوسرے امراء کی طرح شہزادہ اعظم کے ساتھ تھا، جس نے بادشاہی کا منصب اختیار کر لیا تھا۔ جنگ کا دور اس نے گوالیار میں گزارا۔ جنگ جاجو کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں پہنچا تو اسے اکبر آباد کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔ پھر کسی وجہ سے معزول ہوگیا۔ فرخ سیر کے عہد میں خدمت صدارت سپرد ہوئی اس بادشاہ کی ۱۱۴ م معزولی کے بعد وفات پائی۔ اس کے بیٹوں میں سے صرف ابوالخیر خان نے امتیاز حاصل کیا۔ امیر خان دقیقہ سنج اور نکتہ رس تھا۔ (مآثرالامراء جلد اول ص ۳۰۳—۳۱۰)۔

۶ - منڈو ، جسے شادی آباد بھی کہتے تھے ، مالوہ کا مشہور شہر ، جواب محض کھنڈروں کا انبار رہ گیا ہے - پندرہویں صدی میں اسے ہوشنگ شاہ (۱۴۰۵-۱۴۳۴) کی بدولت بہ درجہ کمال عروج حاصل ہوا - یہ وندھیا چل کے ایک ٹیلے پر جو دو ہزار اسی فٹ بلند ہے ، آٹھ میل تک پھیلا ہرا تھا اور اس کی فصیل تیس میل لمبی تھی - وہاں مسجدیں ، محل اور بے شمار دوسری عمارتیں تھیں - سب سے پرانی مسجد کی بنیاد ، ہوشنگ شاہ نے ۱۴۰۵ میں رکھی تھی - وہی جامع مسجد تھی -

۷ - اسلام خان رومی اصل میں ایک ترک امیر حسن پاشا بن علی پاشا حکومت بصرہ پر مامور تھا - پھر چچا سے کشمکش شروع ہوئی تو اس کے حالات ابتر ہو گئے - یہاں تک کہ اسے اہل و عیال کے ساتھ وطن چھوڑنا پڑا - پہلے ایران پہنچا - وہاں تصور کے مطابق قدردانی نہ ہوئی تو ہندوستان آ گیا - (۱۰۸۱-۱۶۶۸) عالمگیر نے شاہ جہان آباد کے لاہوری دروازے پر استقبال کے لیے امراء بھیجے - پاشا نے بیس ہزار کی قیمت کا ایک لعل اور دس گھوڑے پیش کیے - عالمگیر نے ایک لاکھ روپیہ نقد کے علاوہ پنج ہزاری پنج ہزار سوار منصب اور اسلام خان خطاب دیا - دو بیٹے ساتھ آ گئے تھے انہیں بھی منصب عطا کیے - جمنا کے کنارے ایک عالی شان حویلی رہنے کو دی - پھر منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کردیا - بڑا جوانمرد تھا - ایک لڑائی میں مارا گیا - (۱۰۸۷-۱۶۷۶) اس کا چھوٹا بیٹا جس کا نام مختار بیگ تھا نوازش خان کے خطاب اور سہ ہزاری دو ہزار سوار

کے منصب سے مشرف ہوا - یہ اسی کا ذکر ہے - جس کے انتظامات پر عالمگیر مطمئن نہ تھا اور اس کی جگہ ارادت خان کو مقرر کیا گیا تھا -

۸ - اس واقعے سے اسلامیت میں عالمگیر کے انتہائی خلوص و استواری کا اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ واقعہ آج کا نہیں جب کہ جمہوریت کی ہمہ گیری نے انسانوں میں اونچ نیچ کے تصورات بڑی حد تک ہموار کردیے ہیں - اڑھائی سو سال پیشتر کا ہے ، جب بادشاہوں کو عملاً عام انسانوں سے بالاتر مخلوق سمجھا جاتا تھا - الف ہ

۹ - جونیتھن سکاٹ نے پیش نظر کتاب کے انگریزی ترجمے میں یہ نام یوں لکھا ہے - KOTERRE PERRAYCH حاشیے پر تشریح کی ہے ، مالوے کا ایک ضلع (دیکھیے ارادت خان واضح کے تذکرے کا انگریزی ترجمہ جو جونیتھن سکاٹ کے قلم سے ہوا ، مشمولہ تاریخ بنگال ، جلد دوم ص ٦) اردو ترجمے میں یہ فقرہ ترک کردیا گیا ہے - ''آئین اکبری'' میں نام ''کوتری پرایہ'' لکھا ہے اور اسے سرکار بتایا ہے ، جس کے دس پرگنے تھے - حاشیے میں تشریح کر دی گئی ہے کہ نقشوں میں یہ ''کوٹلی پراوہ'' کے نام سے ملے گا - (آئین اکبری شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ص ۲٦٧) -

باب دوم

۵ ب ۱ - ''سلاطین،، (عربی) سلطان کی جمع ، لیکن اردو میں یہ لفظ ایک خاص مفہوم کے لیے اصطلاح بن گیا ، یعنی شہزادے ، پہلے بادشاہوں کی اولاد ، شاہی خاندان کے بھائی بند (نوراللغات جلد سوم ص ۶۷۳) ۔ معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ مفہوم اور محدود ہوگیا اور آخری دور میں ولی عہد کے سوا تمام شہزادوں کو ''سلاطین،، ہی کہاجاتا تھا ۔ خواہ وہ متوفی بادشاہوں کی اولاد تھےیا فرمانروائے وقت کی ۔ اگرچہ لفظ جمع ہے ، لیکن ایک شہزادے کو بھی ''سلاطین،، ، ہی کہتے تھے ، بلکہ زیادہ شہزادوں کو بہ صیغہ جمع ''سلاطینوں،، کہا جاتا ہے ، حالانکہ یہ جمع الجمع ہے ۔

مولوی عبدالرزاق کان پوری (مصنف''البرامکہ،، و ''نظام الملک طوسی،،) نے ''یاد ایام،، میں لکھا ہے کہ مولانا شبلی مرحوم جب علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھےاور سر سید مرحوم کے ہاں کھانے پر آتے تھے تو اکثر تاریخی واقعات اور سلاطین مغلیہ کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے ۔ ایک مرتبہ مولانا نے داغ کا ایک شعر پڑھا جس میں سلاطین کی جمع الجمع سلاطینوں آئی تھی ۔

اس پر میرے دوست (یعنی مولانا شبلی) نے داغ کا مضحکہ اڑایا ۔ سر سید ہنس کر چپ ہو رہے ۔ جب

دوبارہ یہ بحث شروع ہوئی تو فرمایا (یعنی سر سید نے) کہ سلطان کی جمع عربی میں سلاطین آتی ہے ، لیکن اس شعر میں ''سلاطین،، سے (قلعہ معلٰی کی اصطلاح کے مطابق) دوسرے معنی مراد ہیں ۔ تب مولانا نے عرض کیا کہ تفصیل سے بتائیے ۔ میری سمجھ میں نہیں آیا ۔ سید صاحب نے فرمایا ۔ ولی عہد کے سوا جس قدر تیموری شہزادے قلعہ معلٰی میں تھے ، ان میں سے ہر ایک کا لقب ''سلاطین،، تھا اور یہ صیغہ جمع بہ معنی مفرد اردو میں استعمال ہوتا تھا ۔ اس سبب سے سلاطین کی جمع ''سلاطینوں،، صحیح ہے ۔ (یاد ایام ص ۱۴) ۔

متن کے فقرے میں سلاطین سے مراد شہزادے ہی ہیں ۔ اور بیداربخت (بن محمد اعظم عالی جاہ) شہزادہ ہی تھا ۔ لیکن نہ ولی عہد تھا ، نہ ولی عہد کا بیٹا تھا ۔ کیونکہ عالمگیر جو بیداربخت کا جد امجد تھا ، اس زمانے میں زندہ تھا ۔

باب سوم

۱ ۔ خافی خان کا بیان ہے کہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کو ذاتی الف ، شجاعت کے علاوہ اس امر پر غرور تھا کہ وہ کار آزمودہ فوج فراہم

کرسکتا ہے ۔ نیز جملۃ الملک اسد خان اور دوسرے ذی اثر امراء اس کی حمایت کا دم بھرنے لگے تھے۔ اس بناء پر وہ کام بخش سے پرخاش کے بہانے ڈھونڈتا تھا ۔ عالمگیر نے یہ صورت حالات دیکھی تو سلطان حسن میر ملنگ کو حسن خان کا خطاب دے کر کام بخش کا بخشی اور مشیر خاص بنا دیا ۔ اسے تاکید کر دی کہ شہزادے کی حفاظت و نگہبانی کا پورا اہتمام کرے ۔ آخر شاہنشاہ کو یقین ہو گیا کہ دونوں بھائیوں کا یکجا رہنا خطرناک ہے ۔ ان کی حیثیت دو شیروں کی سی ہے ، جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں ۔ شاہنشاہ کی وفات کے ساتھ ہی دونوں کی زنجیریں کھل جائیں گی اور لشکر و بندگان خدا میں فتنہ عظیم بپا ہو جائے گا ۔ للہذا کام بخش کو بیجا پور کا صوبہ دار بنا کر رخصت کر دیا ۔ فرمایا کہ شاہی لشکر گاہ سے نوبت بجاتے ہوئے جاؤ ۔ مزید دو تین روز میں اعظم شاہ کو بھی مالوا بھیج دیا ۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۵۴۷—۵۴۸) ۔

خافی خان نے دونوں شہزادوں کی روانگی کی معین تاریخیں تحریر نہیں کیں ۔ اروِن نے لکھا ہے کہ کام بخش ۱۶ ۔ فروری ۱۷۰۷ کو اور اعظم شاہ ۲۲ ۔ فروری ۱۷۰۷ کو روانہ ہوا ۔ (اروِن جلد اول ص ۵) یہ تاریخیں اروِن نے نئے حساب کے مطابق درج کی ہیں اور عالمگیر کی وفات بھی اسی حساب کے مطابق ۲۱ ۔ فروری کے بجائے ۳ ۔ مارچ درج کی ہے ۔ گویا نئے حساب اور عام تقویم میں کم و بیش نو دس دن کا فرق ہے۔ ہم نے جو حساب پیش نظر رکھا ، اس کے مطابق حسب بیان

اورن کام بخش ۶ یا ۷ فروری کو اور اعظم شاہ ۱۲ یا ۱۳ فروری کو روانہ ہوا۔

میر غلام حسین طباطبائی نے لکھا ہے کہ کام بخش کو۔

بروز دو شنبہ ہفدہم ذی القعدۂ الحرام چار ساعت روز برآمدہ صوبہ بیجا پور مرحمت فرمودہ حکم نمود کہ از دولت سرائے شاہی باتجمل ملوکانہ سوار گردد، نوبت نواختہ راہی شود و کوچہاے طولانی نمودہ در راہ توقف نہ نماید۔ سببش آنکہ از دست اعظم شاہ عجالۃ براو آسیبے نہ رسد، و روز پنج شنبہ بستم ماہ مذکور چار ساعت از روز بر آمدہ محمد اعظم شاہ پسر وسطی را کہ در حضور حاضر بود رخصت کردہ، حکم نمود کہ بہ صوبہ مالوا نہضت کند۔ اما تانی در قطع منازل نمودہ ہر روز پنج کروہ مسافت طے نماید و دو روز در منزل مقام کردہ روز سوم باز راہی شود (سیرالمتاخرین صفحہ ۳۷۵)۔

اس بیان کے مطابق کام بخش نے ۹ - فروری ۱۷۰۷ کو اور محمد اعظم شاہ نے ۱۲ - فروری ۱۷۰۷ کو لشکر گاہ شاہی سے کوچ کیا۔ دونوں کو بہ یک وقت رخصت نہ کرنے کا سبب بظاہر یہ ہے کہ کہیں لشکرگاہ سے باہر نکلتے ہی لڑ نہ پڑیں۔

کام بخش کے ساتھ مغلوں کی ایک بڑی فوج بھی بھیج دی گئی

تھی، جس کا سالار محمد امین خان کو بنا دیا تھا (ارون جلد اول صفحہ ۵) اور محمد اعظم سے فرمایا تھا کہ مالوے میں جس شخص کو نائب مقرر کیا گیا ہے ، وہ امن قائم رکھنے کا اہل نہیں ، لہٰذا خود وہاں جاؤ - (ارون جلد اول صفحہ ۵) اگر حقیقت یہی ہے تو اسے آہستہ آہستہ جانے اور ہر منزل پر دو دو دن مقام کرنے کی ہدایت کیوں کر دی جا سکتی تھی ؟ اگر سیر المتاخیرین کا بیان درست ہے تو عالمگیر کا مقصد یہی ہوگا کہ زندگی کی آخری ساعت قریب آ پہنچی ہے - اعظم شاہ کو قریب ہی رہنا چاہیے کہ بر وقت پہنچ کر تجہیز و تکفین کا انتظام کر سکے - اس انتظام کا کفیل کام بخش کے بجائے اعظم شاہ ہی کو بنایا جا سکتا تھا - پھر اعظم شاہ کی حقیقی بہن زینت‌النساء بیگم عالمگیر کے ساتھ تھی - وہ وفات کی خبر جلد از جلد بھائی کو پہنچا کر واپس بلا سکتی تھی -

ب ۲ - ''ملک بیگانہ،، کہنا تو نظر بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا - البتہ ملک نو مفتوح کہا جاتا تو موجب اختلاف نہ ہوتا - نو مفتوح ملک کے انتظامات میں وہ استواری پیدا نہیں ہوئی تھی جو مملکت کے دوسرے حصوں میں موجود تھی - مرہٹوں کے تمام مرکز قبضے میں آ چکے تھے اور عالمگیر فتح و تسخیر کے مراحل درجہ تکمیل پر پہنچا کر ۲۰ - جنوری ۱۷۰۶ء کو احمد نگر پہنچ گیا تھا ، جسے وہ اپنے سفر کا منتہا کہتا تھا - اس نے ایک سال اور ایک مہینا احمد نگر میں اطمینان سے بسر کیا - البتہ یہ درست ہے کہ مرہٹے چھوٹے چھوٹے دستوں میں بٹے ہوئے ادھر ادھر چھاپے مارتے تھے اور ہر ملک

یا خطے یا علاقے کی تسخیر کے ساتھ ہی نظم و نسق کے تمام شعبوں میں کامل استواری پیدا نہیں ہوجاتی -

۳ - اس فقرے میں واضح ہوتا ہے کہ کوح میں آہستہ روی کا ذمہ دار خود اعظم شاہ تھا محمد عالمگیر نے اسے حکم نہیں دیا تھا کہ روزانہ پانچ کوس چلے اور ہر منزل پر دو روز مقام کرے، جیسا کہ سیرالمتاخرین میں مرقوم ہے -

۴ - حمیدالدین خان بہادر سردار خان کونوال کا بیٹا اور باقی‌خان چیلہ شاہجہان کا پوتا ، عالمگیر کے آخری عہد کا ایک مشہور امیر تھا - مختلف مہموں میں مردانہ کارنامے انجام دیئے - وہی ایکلوج سے سنبھا کو مع اہل و عیال گرفتار کر کے لایا تھا اور سنتا کی گوشمالی میں بھی بڑی سرگرمی دکھائی تھی - راج گڑھ کی تسخیر میں اس کی جانفشانی بطور خاص مستحق تحسین قرار پائی - اعتماد خاص کے مناصب پر مامور رہا - آخری دور میں عالمگیر کے نزدیک اس سے مقرب تر امیر کوئی نہ تھا - عالمگیر نے اسی کو امور تجہیز و تکفین کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ اور وہ احمد نگر سےمدفن تک جس کا نام بعد میں خلدآباد تجویز ہوا ، جنازے کے ساتھ پیادہ گیا - پھر درویشی کا لباس پہن کر مزار عالمگیر پر جاروب کشی کی خدمت سنبھال لی - اعظم شاہ بڑے بھائی سے جنگ کے لیے شمالی ہند آیا تو حمیدالدین خان کو بہ‌اصرار مزار سےاٹھایا اور ساتھ لایا - جنگ جاجو کے بعد بہادر شاہ نے حمیدالدین خان کو عصائے مرصع عطا کیا - میر توزکی اول اور

داروغۂ گرزبرداران کے عہدے اسے دیے - نیز "بہادر عالمگیری" کے خطاب سے نوازا - جہاندار شاہ کی حکومت میں اس پر بڑی سختیاں ہوئیں حتٰی کہ قید کر دیا گیا - فرخ سیر کے عہد میں بھی حالت نہ بدلی - آخر عبدالصمد خان دلیر جنگ پنجاب کا ناظم مقرر ہوا وہ حمیدالدین خان کو اپنے ساتھ لے آیا - محمد شاہ نے حمیدالدین خان کے تمام سابقہ مناصب بحال کر دیے - اسی کے عہد میں حمیدالدین خان کا انتقال ہوا -

۵ - شاہنشاہ کے انتقال کے ساتھ ہی امیرالامراء جملۃالملک اسدخان نے تمام امیروں کو بلا کر حلف اٹھوائے کہ سب متحد رہیں گے اور ہر قدم اتحاد کے ساتھ اٹھائیں گے- سربراہ خان کوتوال نے قیام نظم و امن کی خدمت سنبھال لی - قاضی القضاۃ اور دوسرے علماء تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے - اسد خان ، نیز زینت النساء بیگم نے اعظم شاہ کو خط بھیج دیے کہ بے توقف یہاں پہنچ جاؤ - چنانچہ وہ عالمگیر کی وفات کے بعد دوسری رات کو چند ممتاز اصحاب کے ساتھ شاہی لشکر گاہ میں پہنچ گیا - تمام امراء نے شہزادے کا استقبال کیا - صرف اسد خان اور حمیدالدین خان بہادر میت کے پاس بیٹھے رہے - (تذکرۃالسلاطین چغتائیہ مرتبہ کامور خان بحوالہ ارون جلد اول ص ۷) -

۶ - ۲۸ - ذی قعدہ ۱۱۱۸ (۲۱ - فروری ۱۷۰۷) کو عالمگیر کا انتقال ہوا اگر اعظم شاہ ۳ - ذی حجہ (۲۵ - فروری) کے بعد احمد نگر آیا تو مطلب یہ ہوا کہ انتقال کے پانچ روز بعد پہنچا -

بظاہر یہ بیان صحیح نہیں کیونکہ وہ احمد نگر سے زیادہ دور نہ تھا اور شاہنشاہ کے انتقال ایسے اہم واقعے کے سلسلے میں اتنی تاخیر قیاس میں نہیں آتی ۔ ''تذکرۃ السلاطین،، کا جو بیان اوپر درج ہوا ہے ، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ ۲۹ ۔ ذی قعدہ کی رات کو پہنچ گیا تھا ۔ یعنی ۲۹—۳۰ کی درمیانی (۲۲—۲۳ فروری) شب میں ۔ سیرالمتاخرین کا بیان بھی یہی ہے ۔ اگرچہ وقت وصول میں اختلاف ہے :

اعظم شاہ بہ مجرد اطلاع کہ در ساعتے چند دست داد بہ سرعت معاودت نمودہ روز شنبہ ۲۹ ۔ ماہ مذکور ربع ساعت از روز ماندہ داخل دولت خانۂ شاہی گردید ۔ (ص ۳۷۵) ۔

۷ ۔ مطلب خان : مختار خان سبزواری کا نواسہ ۔ اس کی والدہ گلرنگ باز بیگم بڑی بارسوخ خاتون تھی۔ اس کی سفارش سےملازم ہوا ۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا احدیوں کا بخشی بن گیا ۔ پھر بخشی دوم بعد ازاں میر توزک مقرر ہوا ۔ دکن کے قلعوں کی تسخیر میں مردانگی کے جوہر دکھائے ۔ عالمگیر کی وفات پر اعظم شاہ سے وابستہ ہو گیا اور مرتضٰی خان خطاب پایا ۔ جنگ جاجو (جون ۱۷۰۷) میں سخت زخمی ہوا ۔ منعم خان خانخانان وزیر اعظم بہادر شاہ مطلب خان کو اپنے ہاتھی پر بٹھا کر آگرہ لے گیا ۔ لیکن مطلب خان زخموں سے جانبر نہ ہوا ۔ اس کے دو بیٹے بھی بر سر کار رہے اور دونوں نے حیدر آباد میں انتقال کیا ۔ (ماثرالامراء جلد سوم ص ۶۵۰—۶۵۳) ۔

۸ - خدا بندہ خان : امیرالامراء شایستہ خان کا بیٹا ، والد کی زندگی ہی میں ملازم ہوگیا تھا - امیرالامراء اسد خان کی بیٹی سے شادی ہوئی - عالمگیر کی وفات پر اعظم شاہ کے ہم رکاب جنگ جاجو میں شریک تھا - بری طرح مجروح ہوا - علی مردان خان کوکلتاش اور دوسرے لوگوں نے جنگ کے خاتمے پر طعنے دینے شروع کیے کہ کیوں خلاف لڑے اور اس حالت کو پہنچے - مطلب خان آہستہ آہستہ کہتا رہا کہ ہم مجبور تھے ، آنا پڑا ، اگرچہ دل سے راضی نہ تھے - خدا بندہ خان سے ایسی بات کہی گئی تو جوش میں آگیا اور بولا : ''ہم اس لیے آئے تھے کہ تمھیں قتل کریں اور تمھارے بال بچوں کو اسیر کرلیں - خدا کی رضا یہ ہوئی - اب سر حاضر ہے -''

بہرحال اسے آگرہ لے گئے - شاہی خاندان کے اقربا میں سے تھا کیونکہ شایستہ خان عالمگیر اور اس کے بھائیوں کا حقیقی ماموں تھا - بہادر شاہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہتا تھا ، لیکن بد پرہیزی سے زخم وفات کا باعث بن گئے - اس کے بیٹے بھی تھے ، لیکن اسد خان کی صاحبزادی سے کوئی نہ تھا - (مآثرالامراء جلد اول ص ۸۱۲-۸۱۶)

۹ - تربیت خان : میر محمد خلیل، فرزند داراب خان - بہادری و جانبازی کی بدولت عالمگیر کے آخری عہد میں بڑی ناموری حاصل کی اور میر آتش کے عہدے پر مامور ہوا - پون گڈھ ، کھیلنا ، کندانہ وغیرہ قلعوں کی تسخیر میں تربیت خان کا بھی بڑا حصہ ہے - جنگ جاجو میں اعظم شاہ کے ساتھ تھا - تفنگ اندازی میں بے نظیر مانا جاتا

تھا ۔ جب دیکھا کہ بہادر شاہ کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے تو دو مرتبہ محمد عظیم الشان کی طرف بندوق سر کی ۔ دونوں مرتبہ نشانہ خطا گیا ۔ اسی حالت میں سینے پر گولی لگی اور وہ جان بحق ہوگیا ۔ اس کے فرزند میر اسحاق کو باپ کا خطاب مل گیا تھا ۔ (مآثرالامراء جلد اول ص ۲۹۸—۳۰۵) ۔

۱۰ ۔ امان اللہ خان : بن امان اللہ خان ، بن اللہ وردی خان عالمگیر شاہی ، امان اللہ خان اول بیجاپور کے محاصرے میں مردانگی سے لڑتا ہوا مارا گیا ۔ اس کا خطاب بیٹے کو ملا اور ہزار و پانصد سوار منصب مقرر ہوا ۔ مرہٹوں کے مختلف قلعوں کی تسخیر میں جن افراد نے نمایاں جانفشانی دکھائی ، ان میں سے ایک امان اللہ خان بھی تھا ۔ واکن کیرہ کی فتح کے بعد اسے نقارہ عطا ہوا اور منصب میں بھی برابر اضافہ ہوتا رہا ۔ جنگ جاجو میں کاری زخم لگے ، جن کے باعث وفات پائی ۔ (مآثرالامراء جلد اول ص ۲۹۳—۲۹۵)

۱۱ ۔ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ : میر شہاب الدین بن قلیج خان خواجہ عابد ۔ سلسلہ نسب خواجہ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے ۔ خواجہ عابد کا وطن سمرقند تھا ۔ تعلیم مکمل کر کے بخارا پہنچا ، پہلے قاضی پھر شیخ الاسلام مقرر ہوا ۔ حج و زیارت کے لیے ہندوستان کے راستے گیا ۔ شاہجہان نے چھ ہزار روپے پیش کیے ۔ خواجہ واپس آیا تو جنگ تخت نشینی شروع ہو چکی تھی ۔ چنانچہ خواجہ ہندوستان ہی میں رہ گیا ۔ عالمگیر کے عہد میں بڑی ترقی کی ۔

گولکنڈہ کے محاصرے میں شانے پر گولہ لگنے سے سخت زخمی ہوا اور وفات پائی ۔ میر شہاب‌الدین کو خواجہ عابد ہی نے عالمگیر کے دسویں سال جلوس میں ترکستان سے بلایا تھا ۔ تیسویں سال جلوس تک معمولی حیثیت رہی ۔ پھر دور عروج شروع ہوا اور دکن کی مہمات میں سب سے بڑھ کر ناموری حاصل کی ۔ ہفت ہزاری ہفت ہزار کے منصب پر پہنچا ۔ عہد عالمگیری کا ممتاز امیر تھا ۔ نومبر ۱۶۸۸ء میں شاہی لشکر بیجا پور میں تھا کہ طاعون پھوٹ پڑی ، جس میں شاہنشاہ کی بیگم اورنگ آبادی محل نیز متعدد امراء جان بحق ہوئے ۔ بعض کے دماغوں ، قوت گویائی یا بینائی پر اثر پڑا ۔ فیروز جنگ کی بھی بینائی جاتی رہی ، لیکن کمال حسن خدمات کی بناء پر اس کے تمام مناصب بحال رہے ۔ عالمگیر کی وفات پر وہ برار کا صوبہ‌دار تھا ۔ اعظم شاہ کا ساتھ نہ دیا ۔ بہادر شاہ کی کامیابی کے بعد منعم‌خان خانخانان نے خط و کتابت کر کے اس کی دلداری کی اور گجرات کا صوبہ‌دار مقرر کر دیا ۔ وہیں اس نے ۱۷۱۰ میں وفات پائی ۔ فیروز جنگ کی شادی شاید بادشاہ کے ایما پر سعد اللہ خان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ۔ اس کے بطن سے میر قمرالدین پیدا ہوا ۔ جس نے آگے چل کر نظام الملک آصف جاہ کے نام سے عالمی شہرت پائی اور دکن میں دولت آصفیہ کی بنیاد رکھی ۔

۱۲ ۔ اعتمادالدولہ محمد امین خان : فیروز جنگ کے چچا بہاءالدین کا فرزند ۔ عالمگیر کے اکتیسویں سال جلوس میں ترکستان سے ہندوستان پہنچا ۔ تخت نشینی کی جنگ سے الگ رہا تھا ۔ بہادر شاہ نے اسے فوجدار

مراد آباد بنادیا ۔ بندہ بیراگی کے خلاف ابتدائی مہم میں بھی شریک رہا ۔ امیر الامراء حسین علی خان بارہہ کے قتل کا منصوبہ تیار کرنے میں وہ بھی شریک تھا ۔ محمد شاہ نے سادات کے اقتدار سے نجات پا کر محمد امین خان کوشش ہزاری شش ہزار سوار کا منصب عطا کیا اور وزیر الممالک بنا دیا ۔ ۱۱۳۳–۱۷۲۱ میں فوت ہوا ۔

باب چہارم

۱ - ۴ - مارچ ۱۷۰۷ کو بھائیوں سےمعاملہ قطعی‌طور پر طے کیے بغیر جلوس تدبر کا ثبوت نہ تھا ، لیکن بہادر شاہ ، اعظم شاہ اور کام بخش تینوں نے یہی کیا ۔ عالمگیر کے بھائیوں میں سے شجاع اور مراد نے بھی ایسی ہی حرکت کی تھی ۔ داراشکوہ کا اضطراب بھی اسی کا ثبوت تھا ۔ مگر عالمگیر نے دھرمات اور سمو گڑھ کی لڑائیوں کے بعد آگرہ اور دہلی پر قابض ہو کر جلوس کا انتظام کیا ۔ داراشکوہ اور شجاع کو آخری شکستیں دے چکنے کے بعد حقیقی جلوس کی تقریب منعقد کی ۔

۲ - بے شبہ تمام مغل شہزادے بہادری اور جوانمردی میں ۸ اا ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے ۔ حد یہ ہے کہ جنھیں عیش و عشرت کے سوا کوئی کام نہ تھا ، وہ بھی میدان جنگ کا معاملہ پیش آتے ہی رستم سیستان بن جاتے تھے ۔ شاہ جہان کے چھوٹے بیٹے مراد بخش کی

خصوصیت صرف یہ تھی کہ وہ بہ کثرت شراب پیتا تھا ۔ خود شاہ جہان نے اس کے متعلق ایک مرتبہ علی مردان خان اور سعد اللہ خان سے کہا تھا کہ وہ

مجہول الکیفیت بہ اکل و شرب ساختہ دائم الخمر است
(رقعات عالمگیری ص ۱۰)

مگر دھرمات اور اس سے بھی بڑھ کر سموگڑھ کی جنگ میں انتہائی مردانگی سے لڑا ، یہاں تک کہ اس کا ہودہ تیروں سے چھلنی ہوگیا اور وہ تیموری خاندان کی ایک اہم یادگار کے طور پر محفوظ رکھا گیا ۔ ایسی مثالیں ہر خاندان میں نہیں ملتیں ۔ اعظم شاہ یقیناً بڑا جوانمرد تھا اور کئی لڑائیوں میں اہم کارنامے انجام دے چکا تھا ۔ یہ بھی درست ہے کہ اسے اپنی بہادری پر اتنا فخر تھا کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا ۔ تاہم مصنف نے جو تصویر زیر مطالعہ کتاب میں پیش کی ہے ۔ اس میں یک طرفہ مبالغے کا پہلو غالب معلوم ہوتا ہے ۔

۳ ۔ یقیناً بیٹے کے متعلق باپ کے دل میں گوناگون وساوس موجود تھے ۔ جنہیں شاید اس وجہ سے تقویت پہنچی ہو کہ عالمگیر کو اپنے اس پوتے (بیدار بخت) سے بے انتہا محبت تھی ۔ رقعات میں اسے ''فرزند زادہ بہادر،، کہہ کر خطاب کرتا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محبت بیدار بخت کے اعلیٰ اوصاف کا نتیجہ تھی ۔ رد عمل کے طور پر بیٹا بھی باپ کے بارے میں ایک حد تک بدگمان تھا ۔ یہ صورت حال

بھی اعظم شاہ کی نا کامی کا ایک بڑا سبب بن گئی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔

۴ - ارون نے لکھا ہے کہ عالمگیر نے اعظم شاہ کو مالوہ روانہ کرنے کے بعد بیدار بخت کو ایک خط احمد آباد بھیجا ، جس میں فرمایا کہ اعظم سے امداد کی امید تھی ، مگر اس نے انتہائی تکلیف دی ۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو صدر مستقر میں پہنچ جائے ۔ بیدار بخت کو یہ خط اس وقت ملا جب کہ وہ جامع مسجد میں تھا ۔ فرمان کی تعمیل میں وہ فوراً احمد آباد سے روانہ ہوا اور چار پانچ میل پر پہنچ کر جد امجد کو جو جواب بھیجا ، وہ اعظم شاہ کے ہاتھ آ گیا ۔ (جلد اول ص ۱۴) لیکن اعظم کی روانگی اور عالمگیر کی وفات میں صرف چھ سات روز کا فرق ہے ۔ بظاہر یہ امر قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا کہ اس عرصے میں عالمگیر کا خط گجرات پہنچ گیا ہو اور بیدار بخت چل پڑا ہو ۔ یہی سمجھنا چاہیے کہ عالمگیر کو بیدار بخت پر بھروسا تھا اور وہ پہلے ہی اعظم کی قابل اعتراض کاروائیوں کے متعلق لکھتا رہتا ہو گا ۔ ممکن ہے اس ضمن میں بیدار بخت کے خطوط عالمگیر کی وفات کے بعد اعظم شاہ کو مل گئے ہوں ۔

۵ - مصنف کا یہ بیان غلط فہمی پر مبنی ہے ۔ ''ماثرالامرا'' ۸ ب کا بیان ہے :

پس از واقعۂ ناگزیر خلد مکان ، محمد اعظم شاہ نیز اہتمام توپ خانہ به عہدہ او گذاشت (جلد اول ص ۵۰۲)

نیز تربیت خان نے جنگ جاجو میں جو مردانگی اور فدا کاری دکھائی اس کے پیش نظر خیال نہیں ہوسکتا کہ اسے میر آتش کے عہدے سے معزول کردیا گیا تھا ۔ مصنف نے خود آگے چل کر لکھا ہے۔ اگرچہ کام بخش حافظ قرآن ، عالم ، خوش نویس اور ظاہری قابلیتوں سے مزین تھا ۔ مگر مجنون مزاج تھا اور کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ شاہنشاہ اسے قید نہ کرتے ہوں یا اس پر عتاب نہ نازل ہوتا ہو ۔ پھر اس کی بعض حرکتیں بھی بتائی ہیں ۔ بالغ نظر اور تجربہ کار امرا کے لیے ایسے شخص سے وابستہ ہونے کی کون سی صورت تھی ؟

باب پنجم

الف

۱ ۔ میری تحقیق کی حد تک قرابت کی کیفیت یہ تھی کہ ذوالفقار خان نصرت جنگ، یمین الدولہ آصف خان کا نواسہ (ارجمند بانو بیگم ممتاز محل صاحبۂ تاج کی بہن ہدایت بیگم کا بیٹا) تھا ۔ یعنی وہ اور عالمگیر دونوں امیرالامراء شایستہ خان کے بھانجے تھے ۔ ادھر شایستہ خان کی ایک بیٹی تربیت خان (محمد خلیل) کے ایک بھائی محمد تقی خان (بن داراب خان سبزواری) کی بیگم تھی ۔ دوسری بیٹی کی شادی ذوالفقار خان سے ہوئی تھی ۔

۲ ۔ اصل واقعے کی کیفیت اختصاراً یہ ہے کہ کرناٹک کے مشہور اور مستحکم قلعے جنجی کے محاصرے میں ملکی اور فوجی

معاملات کے مختار جملة الملک اسد خان اور ذوالفقار خان نصرت جنگ تھے ۔ شہزادہ کام بخش بھی موقع پر موجود تھا ۔ وہ مدبر ، دور اندیش اور عواقب شناس نہ تھا ۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح قلعہ کی تسخیر کا سہرا اس کے سر بندھے ۔ غالباً اس کے مشیر و مصاحب بھی اچھے نہ تھے ۔ لٰہذا اس نے خفیہ خفیہ محصورین سے نامہ و پیام شروع کردیا اور ایک موقع پر قلعے کے اندر جانے کے لیے تیار ہوگیا ادھر سے سنتا نے بڑی فوج کے ساتھ حملہ کر دیا ۔ ذوالفقار خان کے لیے حالات بڑے نازک ہو گئے ۔ کام بخش اپنے منصوبے میں کامیاب ہوجاتا تو قلعہ بھی ہاتھ سے جاتا ۔ شاہی فوج کو شکست بھی ہوتی اور اغلب تھا شہزادہ غنیم کے ہاتھ اسیر بھی ہو جاتا ۔ اس اضطراب انگیز حالت میں ذوالفقار خان اور اسد خان نے اچانک شہزادے کے خیمے میں پہنچ کر اسے قید کرلیا ۔ قلعہ فتح ہو گیا ، سنتا کو شکست ہو گئی ، تو یہ واقعات عالمگیر کے گوش گزار کیے گئے ۔

باب ششم

۱ ۔ اعظم شاہ کے لیے بہترین راہ یہی تھی کہ بیدار بخت کو آگرہ کی طرف پیش قدمی کا حکم بھیج دیتا ، جس میں تیموریوں کے محفوظ خزانے کا بیشتر حصہ موجود تھا اور بیدار بخت کا خسر مختار خان آگرہ کا صوبہ دار تھا ۔ گویا آگرہ کا قلعہ اور خزانہ کسی رزم و پیکار کے بغیر قبضے میں آجاتے اور اعظم شاہ کے شمالی ہند پہنچنے سے پیشتر ہی

بیدار بخت آگرہ پر قابض ہو کر دہلی کی طرف اقدام کرسکتا تھا۔ اس طرح یقینی طور پر بہادر شاہ کو دہلی میں یا اس سے بھی آگے شمالی جانب روکا جا سکتا تھا ۔ ابتدا میں اعظم شاہ کی خواہش یہی تھی ۔ غالباً فرمان بھیج بھی دیا ہو مگر ''مآثرالامراء'' کے بیان سے اس کی پوری تصدیق نہیں ہوتی ۔ ''مآثر'' میں ہے :

غریب‌تر آنکه اعظم شاه بعد از واقعه پدر بزرگوار خواست به سلطان بیدار بخت (که از مالوه به گجرات شتافته بود) بنویسد که با افواج مالوه و گجرات به یلغار متوجه آگره شده به اتفاق مختار خان (که خسراو مے شد) به فراہم آوردن سپاه و اعداد مواد جنگ و پیکار ہمت برگمارد (جلد سوم ص ۳۰۸) ۔

یہی نہیں بلکہ

ابراہم خان صوبه دار نو رسیدۂ گجرات (که خود را اعظم شاہی می گرفت) انتظار می کشید که اگر به مرافقت بیدار بخت حکم رسد فوجی آراسته گرد آورده روانه شود (جلد سوم ص ۳۰۸) ۔

اعظم شاہ کا دوسرا بیٹا والا جاہ اس ارادے سے مطلع ہوا تو ۔

به عناد ہم چشمی (که مبادا برادر کلان صاحب جمعیت و دستگاه شود) به باریابان و مشیران پدر

درساختہ بہ عرض رسانید کہ پیش فرستادن شہزادہ مقتضاے حزم واحتیاط نیست کہ دولت دنیا غرور افزا است و مرد ریاست اگر برخزائن آگرہ دست تصرف یافتہ بہ اعانت دو صوبہ دار چیننے لواے خود سری برافرازد قباحتے عظیم دارد ، چہ دشمن خانہ بدتراز بیگانہ مے باشد (ماثر جلد سوم ص ۶۵۹)
چنانچہ اعظم شاہ نے فوراً بیدار بخت کو لکھا کہ :

تارسیدن این جانب بہ مالوہ (کہ سر راہ دکن است) اقامت نماید (ماثر جلد سوم ص ۶۵۹) ۔

اروِن کی کتاب کےمطابق ''عبرت نامہ،، (کامراج) اور نادرالزمانی (خوشحال چند) کا بیان بھی یہی ہے ۔ (جلد اول ص ۱۴—۱۵) اس سلسلے میں اروِن نے ارادت خان کی پیش نظر کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے ، مگر مجھے اس کتاب کے فارسی متن یا انگریزی ترجمے میں ایسا کوئی اشارہ مل نہیں سکا ۔ بلکہ آگے چل کر بتایا ہے ، اعظم شاہ نے ایک فرمان میں اپنے قلم سے لکھا کہ :

شما تاحال بہ قدم استعجال نشتافتہ کشتیہاے دریاے ستلج را کہ متصل لاہور است غرق نہ کردید ۔

اس تحریر سے اسی امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اعظم شاہ آگرہ کی طرف فوری پیش قدمی کا خواہاں تھا ۔

بہرحال مصنف کے اس بیان کی تردید ''مآثرالامراء،، ''عبرت نامہ،، اور ''نادرالزمانی،، سے بھی ہوتی ہے ۔ مزید برآں بیدار بخت کے عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش قدمی کا مجاز نہ تھا ، ورنہ پہلے اوجین میں پھر آگے بڑھ کر مالوہ میں کیوں اتنا عرصہ معطل بیٹھا رہتا اور کیوں فوج بھرتی کر کے آگرہ نہ پہنچ جاتا ؟

ارون نے ''عبرت نامہ،، ۔ ''نادرالزمانی،، وغیرہ کی بنا پر لکھا ہے کہ بیدار بخت کو نیا حکم بھیج دیا گیا تھا کہ وہ کوئی فوج بھرتی نہ کرے اور گوالیار میں والد سے مل جائے ۔ بیدار بخت اس مشورے کو غلط سمجھتا تھا ، لیکن کیا کرتا ۔

اس کے متعلق پہلے ہی خاصی بدگمانیاں پھیلی ہوئی تھیں اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ فرمان کی مخالفت سے نئی غلط فہمیاں پیدا کر لے یا پرانے وسوسوں کو تقویت پہنچائے ۔ چنانچہ اس نے بھرتی کی ہوئی فوج برطرف کردی اور اوجین سے چل کر ۵ ۔ اپریل ۱۷۰۷ کو شاہ جہان پور (واقع مالوہ) پہنچ گیا ۔ وہاں بھی وہ ایک مہینا اور بیس روز والد کا انتظار کرتا رہا (ارون جلد اول ص ۱۴--۱۵) اس طرح آگرہ پر کامیاب اقدام کے بہترین اوقات ضائع ہو گئے ۔ اور اس اثنا میں محمد عظیم (ابن بہادر شاہ) آگرہ پر قابض ہوگیا ۔ منعم خان خانخانان نے پہنچ کر قلعہ اور خزانہ سنبھال لیا ۔ ''مآثرالامراء میں بہ سلسلہ حالات مختار خان مرقوم ہے کہ

محمد اعظم شاہ ۔ نصیبۂ سلطنت نہ داشت و ادبار و تیرہ

بختی ظاہر حالش را فروگرفته بود ہرچه را سود و بہبود
خودمی اندیشید، آبستن‌صدتباہی‌بود)(جلدسوم‌ص۶۵۹)

اس کی ایک مثال اوپر پیش ہو چکی - یعنی اپنی بدگمانیوں اور والا جاہ کی وسوسہ اندازیوں کے پیش نظر بیدار بخت کی پیش قدمی روک دی - دوسری مثال بھی کم الم انگیز نہیں - بظاہر اسی کی شکایات پر عالمگیر نے محمد عظیم (عظیم‌الشان ابن بہادر شاہ حاکم بنگال و بہار) کو دکن بلا لیا تھا - چنانچہ وہ اپنے بیٹے فرخ سیر کو اپنی جگہ نائب بنا کر روانہ ہو گیا - عظیم آباد پٹنہ سے دکن کا سیدھا راستہ اختیار کرنے کے بجائے عظیم نے آگرہ کی طرف سے جانا چاہا - شاید خیال ہو کہ یہ راستہ اگرچہ لمبا ہے ، مگر سفر میں سہولت ہو گی - وہ شہزاد پور (سرکار کوڑہ جہان آباد) پہنچا تو جد امجد کے انتقال کی خبر ملی - اس نے آغا محمد سعید اور دوسروں کے مشورے سے فوراً فوج بھرتی کی اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ آگرہ پر بڑھا - اعظم شاہ نے محمد عظیم کی شکایت اس خیال سے کی تھی کہ وہ بنگال و بہار کی دولت سے محروم ہو جائے ، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ محمد عظیم اپنے مرکز میں جد امجد کے انتقال کی خبر سنتا تو شاید جنگ تاج و تخت میں وہ اہم کردار ادا نہ کر سکتا ، جس کا اسے بلائے جانے سے موقع مل گیا - یعنی وہ لاؤ لشکر کے ساتھ آگرہ پہنچ گیا اور نہ محض ایک بڑا مرکز سنبھال لیا بلکہ اس کے خزانے بھی ہاتھ آ گئے ، جو بڑے بڑے لشکروں کی تیاری کا وسیلہ بن سکتے تھے - گویا یہ تدبیر بھی سراسر اعظم شاہ کے مقاصد کے خلاف گئی -

یہ بھی ظاہر ہے کہ اعظم شاہ اور اس کے دو بڑے بیٹوں میں شدید بدگمانیاں تھیں اور ان کی بنا پر وہ اصل مقصد کے لیے اتحاد و اتفاق سے سعی و کوشش کے بجائے مناسب و مفید تدابیر پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔ اس صورت میں ان کے لیے کامیابی کا کون سا امکان تھا؟ حالانکہ کم از کم اعظم شاہ اور بیدار بخت بڑے بہادر، جوانمرد اور آزمودہ کار تھے اور ان کے خلاف بڑی سے بڑی فوج کا بھی میدان جنگ میں کامیاب ہوجانا آسان نہ تھا۔

۲ - یہ وہی مقام ہے - جہاں عالمگیر کی ولادت ہوئی تھی - چنانچہ وہ اپنے فرزند محمد اعظم کو جو گجرات و مالوہ کا حاکم تھا لکھتا ہے: فرزند عالی جاہ قصبہ دوحد از مضافات صوبہ گجرات مولد ابن عاصی پر معاصی است رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند و پیر منحنی را کہ از مدت فوجدار آنجاست مستمال و بحال دارند وحرف مریضان غرض...... در حق او نشنوند (رقعات عالمگیری ص ۳۶)

۳ - خان آرزو نے ''مجمع النفائس'' میں فرمایا ہے کہ میر سنجر ارادت خاں واضح کے پیرو مرشد تھے۔ وہ نقشبندی تھے اور واضح کی شادی انہی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی - اصل عبارت یہ ہے کہ واضح در فن شعر شاگرد میر محمد زمان راسخ است و در تصوف مرید بزرگیست کہ نام او میر سنجر است و او از سلسۂ نقشبندیہ است و دختر میر مذکور درحبالہ ارادت خان مذکور (مخطوط مجمع النفائس ذکر واضح) -

۱۱ ب

۴ - دریائے ستلج ہری کے پتن پر بیاس سے مل جاتا ہے۔ دونوں ایک دریا بن جاتے ہیں جس کا نام ستلج مشہور ہے - یہ ضلع لاہور کی جنوبی سرحد کے ساتھ ساتھ گزرتا ہے غالباً لاہور سے اتصال کا مطلب یہی ہے مقصود یہ تھا کہ شہزادہ بیدار بخت پیش قدمی کرتا ہوا اس دریا پر پہنچ جائے یعنی فیروز پور کی سمت میں اور تمام کشتیاں غرق کر دے تا کہ بہادر شاہ کی فوج کے لیے گزرنے کی کوئی صورت نہ رہے لیکن اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بیدار بخت کو صاف صاف لکھ دیا گیا تھا آگے نہ بڑھو اور گوالیار میں شاہی لشکر سے مل جاؤ -

۵ - اس مقام کو مآثرالامراء میں دک پیراہہ مضاف صوبہ مالوہ لکھا گیا ہے جہاں ہدایت اللہ فوجدار تھا (جلد اول ص ۲۰۵) -

۶ - ذوالفقار خان نصرت جنگ - محمد اسماعیل نام - جملۃالملک آصف الدولہ امیرالامرا اسد خان وزیر عالمگیر کا بیٹا - یمین الدولہ آصف خان کی بیٹی مہرالنسا بیگم کے بطن سے ۱۰۶۷—۱۶۵۷ میں پیدا ہوا - گویا عالمگیر کا خالہ زاد تھا - پھر خود اس کے ماموں امیرالامرا شایستہ خان کی بیٹی سے شادی ہوئی - عالمگیر بہادر شاہ اور جہاندار شاہ کے عہد کا امیر تھا - سہ صدی منصب سے ملازمت کا آغاز ہوا - دکن کی لڑائیوں میں متواتر بہادری و جوانمردی کے کارناموں کی وجہ سے ترقی کے اعلی مراحل پر پہنچا - پہلے اعتقاد خان خطاب تھا - پھر ذوالفقار خان نصرت جنگ خطاب ملا - ۱۱۰۹—۱۶۹۸ میں اس نے جنجی کا شہرہ آفاق قلعہ فتح کیا - اور سنتا گھوڑ پوڑ کو پے در پے

شکستیں دیں - عالمگیر کے عہد میں پنج ہزاری پنج ہزار کا منصب
حاصل تھا - اس کے انتقال پر اعظم شاہ کے ساتھ دکن سے شمالی ہند
پہنچا- جاجو میں زخمی ہوا اور جنگ کی حالت بگڑتی دیکھی نو کنارہ کش
ہو کر والد کے پاس گوالیار پہنچ گیا - جہاں اعظم شاہ کے اہل و
عیال موجود تھے - مشہور ہے ، اعظم شاہ کو مشورہ دیا تھا کہ
ایسی صورتیں پیش آ ہی جاتی ہیں - اب میدان سے ہٹ کر از سر نو
تدبیر کیجیے - اعظم شاہ نے جواب دیا کہ آپ کی بہادری دیکھ لی -
جائیے ، جان بچا کر نکل جائیے - میں نو میدان جنگ نہیں چھوڑ سکتا -
بہرحال جاجو کے بعد منعم خان خانخانان کے حسن تدبیر سے اعظم شاہ
کے تمام ساتھی بہادر شاہ کی نوازش کے مورد بنے - اسد خان کو وکیل
سلطنت اور ذوالفقار خان کو میر بخشی گری کا عہدہ دے کر ناظم
دکن بنا دیا گیا - اور اسے اجازت دے دی گئی کہ دکن میں اپنا
نائب مقرر کر کے خود دربار میں رہے- شہزادہ کام بخش کو
ذوالفقارخان ہی گرفتار کر کے بہادر شاہ کے پاس لایا تھا - بہادر شاہ لاہور
پہنچا تو ذوالفقار بھی ساتھ تھا - اس کے انتقال پر شہزادوں میں جنگ
کی نوبت آئی تو عام خیال یہ تھا کہ شہزادہ محمد عظیم (عظیم الشان)
بھائیوں کو شکست دے کر تاج و تخت کا مالک بن جائے گا -
ذوالفقار خان کی آرزو تھی کہ عظیم الشان اسے اعزاز سے پاس بلا لے ،
لیکن شہزادے کو اپنی فوج ، سرو سامان ، دولت اور بہادری کی
بناء پر یقین تھا کہ سب اسی کے پاس پہنچیں گے ، لہٰذا کچھ پرواہ
نہ کی - ذوالفقار خان نے جہاندار شاہ ، جہان شاہ اور رفیع الشان کو
تقسیم سلطنت پر راضی کر کے متحدہ کر لیا - پہلے عظیم الشان پھر

جہان شاہ خجستہ اختر سب سے آخر میں رفیع‌الشان مارا گیا ۔ جہاندار شاہ ہندوستان کا تاجدار اور ذوالفقار خان مختار کار بن گیا ۔ اس کشمکش میں نیز جہاندار شاہ کی مدارالمہامی میں ذوالفقار خان کا مسلک و عمل ویسا نہ رہا جیسا کہ شاہی خاندان ، ملک اور قوم کے خیر خواہ امیر کا ہونا چاہیے تھا ۔ آخر فرخ سیر کے ساتھ جنگ آگرہ میں جہاندار شاہ نے شکست کھائی اور چپ چاپ دہلی پہنچ گیا ۔ ذوالفقار خان دکن جا کر مقابلے کا سرو سامان از سر نو کر سکتا تھا، مگر وہ بھی غالباً اس خیال سے دہلی پہنچا کہ پہلے کی طرح اسے معافی مل جائے گی اور باپ (اسد خان) اس وقت تک دہلی میں بر سرکار موجود تھا ۔ دہلی پہنچ کر ذوالفقار خان نے باپ سے مشورہ کیا اور چاہا کہ یا تو دکن چلا جائے یا پنجاب چلا آئے لیکن اسد خان نے روک لیا ۔ اسے خیال تھا کہ جہاندار شاہ کو فرخ سیر کے حوالے کر کے اطمینان سے بیٹھا رہے گا اور بیٹے کو بھی بچا لے گا ۔ پرانے امراء کا دستور یہی تھا کہ تخت نشینی کی جنگ میں کسی ایک کا ساتھ دینا مجبوری کا معاملہ ہوتا اور آخری فیصلے کے بعد جو بادشاہی سنبھال لیتا ، اس کی اطاعت اور مخلصانہ خدمت گزاری لوازم ملازمت میں سے سمجھی جاتی ۔

فرخ سیر کے تمام معاملات حسن علی خان اور حسین علی خان برادران بارہہ کے حوالے تھے ۔ وہ ذوالفقار خان ایسے بلند پایہ ، کاردان، مدبر اور ذی اثر امیر کو کیوں کر آزاد چھوڑ سکتے تھے ، جو موقع پا کر خود ان کے اقتدار کو ملیا میٹ کر سکتا تھا ۔ چنانچہ اسد خان

سے کچھ نہ کہا گیا اور ذوالفقار خان کو شہزادہ محمد کریم (برادر فرخ سیر) کے قتل کا مجرم قرار دے کر ۱۷ - محرم ۱۱۲۴—۱۴ - فروری ۱۷۱۲ کو دہلی میں گلا گھونٹ کر مار دیا گیا اور اس کی لاش جہاندار شاہ کی لاش کے ساتھ ہاتھی پر ڈال کر شہر میں پھرائی گئی(۱) (مآثرالامراء جلد دوم ص ۹۱—۱۰٦) بہرحال وہ بڑا مدبر، جوانمرد اور کاردان امیر تھا ، اگرچہ اس سے بعض غلطیاں بھی سرزد ہوئیں - مصنف نے جا بجا اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ میرے اندازے کے مطابق ذاتی کاوش سے ملوث ہے -

۷ - رام سنگھ ہاڈا والی ریاست کوٹہ (راجپوتانہ) مکند سنگھ کا بیٹا جگت سنگھ ہاڈا ، دکن میں جنگی خدمات انجام دیتا ہوا ۱٦۷۱ میں لا ولد مرا تو اس کا چچا کشور سنگھ والی تسلیم کیا گیا - وہ بھی دکن میں خدمات انجام دیتا رہا اور میدان جنگ میں مارا گیا - (۱٦۸٦) اور گدی اس کے دوسرے بیٹے رام سنگھ ہاڈا کو ملی ، جس نے بہادری کی بناء پر عالمگیر سے مناصب میں اضافے کے علاوہ نقارے کا اعزاز بھی حاصل کیا - وہ عموماً ذوالفقار خان نصرت جنگ کے ساتھ وابستہ رہا - اعظم شاہ تخت و تاج کی جنگ کے لیے دکن سے شمالی ہند آیا تو رام سنگھ کو چار ہزاری منصب پر فائز کیا - جنگ جاجو میں بھی وہ اعظم شاہ کا ہراول تھا - بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا ، (۲۰—جون ۱۷۰۷) - بہادر شاہ نے اس کے بیٹے بھیم سنگھ کو مسند ریاست پر بٹھا دیا (مآثرالامراء جلد دوم ص ۳۲۳—۳۲۴ نیز کارنامہ راجپوتان ص ۷۴۵) -

(۱) بعض نے لکھا ہے ہاتھی کی دم سے باندھ کر زمین پر گھسیٹی گئی -

۸ - راو دلپت بند ہیلہ - سبھ کرن کا بیٹا جواہر سنگھ بند ہیلہ ۱۲ د
کا پوتا تھا (لبھ کرن ولد بھگوان رائے ولد بیر سنگھ) عالمگیر کے زمانہ شہزادگی میں دکن کا ناظم مقرر ہوا تو کسی ذریعے سے سبھ کرن کی ستایش سن کر روپیہ بھیجا اور بلا کر ملازم رکھ لیا - اس نے دکن میں نہایت عمدہ خدمات انجام دیں - دھرمات اور سموگڑھ کی لڑائیون میں مردانگی سے لڑا دونوں جگہ زخمی ہوا پھر دکن میں ہی خدمات انجام دیتا رہا مرنے پر دلپت کو منصب ملا جو باپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہا - دلپت نے بھی دکن کی لڑائیوں میں غیرمعمولی بہادری دکھائی عالمگیر نے اس کا منصب بھی بڑھایا اور نقارہ بھی عطا کیا اور آخر میں ادونی کا قلعہ دار بنا دیا اعظم شاہ بادشاہ بنا تو دلپت کو پنج ہزاری منصب دیا وہ جاجو کی لڑائی میں شریک تھا ، وہیں مارا گیا - (۲۰ - جون ۱۷۰۷ مآثرالامراء جلد دوم ص ۳۱۷—۳۲۱) -

۹ - دھیراج سوائے جے سنگھ والی جے پور جسے متن میں مرزا راجا جے سنگھ لکھا ھے دھیراج اس کا خطاب تھا - مشہور مرزا راجا جے سنگھ (متوفی ۱۶۶۷) کے بعد اس کا بیٹا رام سنگھ مسند نشین ہوا اور ۱۶۹۰ میں مر گیا - اس کا ولی عہد کرشن سنگھ پہلے فوت ہو چکا تھا - لہٰذا گدی اس کے پوتے بشن سنگھ کو ملی - (وفات ۱۷۰۰) سوائے جے سنگھ ، بشن سنگھ کا ولی عہد تھا - اس کا اصل نام بجے سنگھ تھا - عالمگیر نے اس کا نام میرزا راجہ جے سنگھ رکھا - اور اس کے چھوٹے بھائی کو بجے سنگھ کے نام سے پکارا - پہلے جے سنگھ

میں اور اس میں امتیاز کی خاطر اسے سوائے جے سنگھ کہنے لگے۔ بلاشبہ یہ بڑا مدبر ، دور اندیش اور غیور راجا تھا ۔ جاجو کی جنگ سے پیشتر اعظم شاہ کا طرفدار تھا ، لیکن عین جنگ کے دوران بہادر شاہ کی فوج میں شامل ہو گیا ۔ شاید اس وجہ سے کہ اس کا بھائی پہلے سے بہادر شاہ کے ساتھ تھا ۔ وہاں بھائی کے ساتھ ریاست پر جھگڑا شروع ہوگیا ۔ بہادر شاہ نے ریاست ضبط کر لی اور بھائیوں میں صلح و مفاہمت کا منتظر رہا ۔ جودھ پور کی ریاست پہلے ضبط ہو چکی تھی۔ جب بہادر شاہ دکن کی طرف روانہ ہوا اوجین سے سوائے جے سنگھ اور اجیت سنگھ (والی جودھ پور) دونوں شاہی فوج سے الگ ہو کر رانائے میواڑ سے ملے ۔ پھر دونوں نے اپنی اپنی ریاستیں قبضے میں لے لیں ۔ جے پور میں سید حسن بارہہ شاہی کارندہ تھا ۔ سوائے جے سنگھ سے اس کی لڑائی ہوئی اور وہ مارا گیا ۔ بہادر شاہ دکن سے لوٹا تو سوائے جے سنگھ نے منعم خان خانخانان کی وساطت (اور ارادت خان کے بیان کے مطابق محمد عظیم کی سفارش سے) معافی حاصل کر لی ۔ بہادر شاہ سرہند سے لوٹتا ہوا لاہور پہنچا اور وفات پائی ۔جہاندار شاہ کا عہد خاصا پریشانی اور افراتفری کا عہد تھا ۔ پھر فرخ سیر کا دور آ گیا ۔ جس میں سادات مختار کل تھے انہوں نے اجیت سنگھ سے تعلقات خوشگوار بنا لیے تھے ۔ سوائے جے سنگھ سے شدید اختلافات رہا ۔ پھر جے سنگھ کو چورامن جاٹ کی تنبیہ پر مامور کیا گیا ۔ سید خان جہان بارہہ نے ، جو حسن علی خان کا خالو تھا ، معافی دلوا دی اور سوائے جے سنگھ سے پوچھا بھی نہ گیا ۔ اس پر اسے بڑا غصہ آیا اور بادشاہ کے پاس جا کر شکایت کی ۔ سید بھائی مارے گئے ۔ محمد شاہ کے ساتھ سوائے جے سنگھ کے

تعلقات بہت اچھے رہے چوالیس سال کی حکمرانی کے بعد وہ ۱۷۴۳ء میں فوت ہوا ۔ اس کے عہد میں ریاست جےپور کی حدیں بہت وسیع ہوگئیں۔ وہ بادشاہ کی طرف سے مالوے کا صوبیدار بھی رہا تھا ۔

اسے نجوم سے بھی خاصی دلچسپی تھی ۔ تقویم کی اصلاح کرکے اس کا نام زیج محمد شاهی رکھا ۔ کثیر رقمیں صرف کر کے دهلی شہر سے باهر وہ رصد گاہ بنوائی جس کا نام ''جنتر منتر،، مشہور هے ۔ جے پور سے باهر ایک شہر آباد کر کے وهاں بھی ایسی ہی رصد گاہ بنوائی تھی ۔ مگر یہ کام مکمل نہ ہو سکا ''مآثرالامراء،، کا بیان هے کہ رصد گاہ کے اتمام کے لیے تیس سال کی مدت درکار تھی ۔ جس میں دورۂ زحل پورا هوتا هے ۔ جے سنگھ اس سے پہلے مر گیا ، اس لیے کام نا تمام رہا ۔ (مآثر الامراء جلد دوم ص ۸۱ - ۸۳ نیز کارنامہ راجہ خان ص ۳۱۰ - ۳۱۷)

۱۰ ۔ خان عالم ، اخلاص خان دکنی، خان زمان شیخ نظام دکنی کا فرزند ، سنبھا کی گرفتاری میں والد کے ساتھ مصروف مساعی رہا تھا ۔ اس لیے اضافے کے بعد پنج‌ہزاری چار ہزار سوارمنصب اور خان عالم خطاب پایا ۔ پھر وہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مالوہ پہنچا ۔ جنگ جاجو میں سب سے آگے تھا ۔ عظیم الشان پر حملہ کیا ۔ دو مرتبہ گولی چلائی مگر شہزادہ حسن اتفاق سے بچتا رہا، حالانکہ خان اعظم بڑا قادر انداز تھا ۔ اتفاق سے ایک گولی خان عالم کے سینے میں لگی اور وہ وهیں ڈهیر هو گیا ۔ (مآثر الامراء جلد اول ص ۸۱۶ - ۸۱۷)

۱۱ - منور خان - خان زمان شیخ نظام دکنی کا دوسرا بیٹا - نام شیخ میران تھا - یہ بھی ممتاز بہادروں میں گنا جاتا تھا - وہ بھی اعظم شاہ کے ساتھ مالوہ آیا تھا - جاجو کی جنگ میں شریک تھا - بھائی مارا گیا تو دنیا اس کی نظروں میں تاریک ہو گئی - زنبورک کے گولے سے یہ بھی جاں بحق ہو گیا - (مآثر الامراء جلد سوم ص ۶۶۴—۶۶۵)

۱۲ - میں نے اپنے نسخے کے علاوہ اس کتاب کے دو اور نسخے دیکھے - تینوں میں منزل کا نام مفقود ہے - معلوم ہوتا ہے - کہ جس مقام پر پہنچے تھے اس کا نام یاد نہ رہا یا معلوم نہ ہو سکا اور فلاں لکھ کر چھوڑ دیا تا کہ بعد میں تحقیق کر کے لکھ لیا جائے لیکن اس کا موقع نہ مل سکا -

باب ہفتم

۱ - عظیم الشان کو " انتظام مہام سلطنت " کے لیے نہیں بلکہ اعظم شاہ کی شکایات کی بناء پر بلایا گیا تھا - عالمگیر نے بھائیوں کے درمیان تخت نشینی کی جنگ کو روکنے کے لیے وصیت لکھ دی تھی - جس میں سلطنت کے تین حصے کر دیے تھے - اس کا ذکر آگے آئے گا - اس وصیت کے مطابق جو علاقے اعظم شاہ اور کام بخش کے لیے رکھے تھے - وہ وسط ہند ، غرب ہند اور دکن پر مشتمل تھے - ظاہر ہے کہ

اس وصیت کے نفاذ کا تقاضا یہی تھا کہ بہادر شاہ کے بیٹے کو بہ غرض ''انتظام مہام سلطنت'' نہ بلایا جاتا۔

تمام مؤرخین کا بیان یہی ہے کہ عظیم الشان کو اعظم شاہ کی تحریک پر بلایا گیا تھا۔ اعظم شاہ محض یہ چاہتا تھا کہ عظیم الشان بنگال و بہار کی دولت اور وسائل سے محروم ہوجائے۔ عالمگیر کی غرض غالباً یہ تھی کہ بھائیوں کو وصیت کے مطابق عمل پیرائی پر مطمئن رکھنے کے لیے کوئی ممکن تدبیر اٹھا نہ رکھی جائے۔

۲ - باقی خان قلماق کا بڑا بیٹا اور سردار خان کوتوال کا بھائی۔ حیات خان یا حیات بیگ نام۔ پہلے شہزادہ معظم کے ساتھ بطور داروغہ غسل خانہ مقرر تھا جب شہزادے کے تعلق میں عالمگیر کو بے اطمینانی پیدا ہوئی تو حیات بیگ بھی عتاب میں آیا اور اس کا بھائی سردار خان مورد نوازش ہوا۔ پھر حیات خان کو والد کا خطاب (باقی خان) دے کر اکبر آباد کا قلعدار بنا دیا گیا۔ عالمگیر کی وفات کے وقت وہ اسی خدمت پر مامور تھا (مآثرالامرا جلد اول صفحہ ۴۶۱-۴۵۸)۔

۳ - باقی خاں کا عذر یہی تھا کہ ان خزائن کا حق دار محمد معظم ہے نہ کہ اس کا فرزند۔ ہرسرمایہ محمد معظم کی موجودگی میں کسی دوسرے کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ عظیم الشان نے جوش غیظ میں کسی دوسرے پھینکے، جن میں سے چند گولے مسجد بیگم میں بھی گرے (مآثرالامراء جلد اول ص ۴۶۰) آخر باقی خان کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ بیس روز کی مہلت لے لے۔

باب هشتم

۱ - اعظم شاہ : ۱۱- ربیع الاول ۱۱۱۹ یکم جون ۱۷۰۷ء کو گوالیار پہنچا تھا (سیرالمتاخرین ص ۳۷۷) اروِن نے گوالیار کی تاریخ ۱۱ - جون ۱۷۰۷ لکھی ہے - یہ فرق صرف اس حساب کی وجہ سے ہے جسے، اروِن نے اپنی کتاب میں اختیار کیا - اس طرح تاریخوں میں کم و بیش دس دن کا تفاوت پیدا ہوگیا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اعظم شاہ کے احمد نگر پہنچنے سے گوالیار وارد ہونے تک کی سرگذشت اجمالاً بیان کر دی جائے- وہ ۲۹- ذی قعدہ (۲۳- فروری) کو احمد نگر پہنچا تھا - ۲- ذی حجہ (۲۵ - فروری) کو عالمگیر اعظم کا تابوت حمیدالدین خان بہادر کی نگرانی میں اورنگ آبا بھیجا گیا تاکہ مرحوم شاہنشاہ کی وصیت کے مطابق اسے مقبرہ شیخ زین الدین کے احاطے میں دفن کیا جائے - چونکہ عالمگیر کا لقب بعد وفات ''خلد مکان،، رکھا گیا تھا ، اس لیے مدفن اور آس پاس کے مقابر اور آبادی کا نام ''خلد آباد،، قرار پایا - پھر اس کے ساتھ مختلف دیہات ملا کر اسے ایک مستقل ''سرکار،، بنا دیا گیا - جو دیہات شاہنشاہ کے مزار کے لیے وقف کیے گئے ان کی آمدنی پچاس ہزار روپے تھی- خلد آباد، دولت آباد سے کوئی چار میل کے فاصلے پر جانب مشرق ہے - ۱۰ - ذی حجہ/۴ - مارچ کو اعظم شاہ نے تخت نشینی

کی رسم ادا کی اور اپنا لقب ''ابوالفیض قطب الدین محمد اعظم شاہ غازی''
رکھا ۔ سب سے پہلا اور نہایت ضروری کام یہ تھا کہ شمالی ہند میں
سلطنت کے مرکزوں پر قبضہ کیا جائے، خصوصاً آگرہ پر جہاں محفوظ
خزانے موجود تھے۔ بھائیوں کو شکست دیے بغیر سلطنت کو مستحکم
سمجھ لینے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کام بخش بیجا پور میں تھا، لیکن اس
کی حیثیت بالکل معمولی تھی۔ اصل مقابلہ بڑے بھائی معظم شاہ سے تھا،
لہٰذا اعظم شاہ نے ۷ - مارچ کو احمد نگر سے شمالی ہند کا عزم کرلیا۔
وہ ۲۳ - مارچ کو اورنگ آباد پہنچا ۔ والد ، والدہ اور دوسرے
بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ خوانی کی ۔ تربیت خان میر آتش ،
ذوالفقار خان اور اس کے ساتھی دلپت بندیلہ اور رام سنگھ ھاڈا
اورنگ آباد ہی میں ملے ۔ ذوالفقار خان اور بعض دوسرے مشیروں
کی رائے تھی کہ اہل و عیال کو اورنگ آباد میں چھوڑا جائے اور
نربدا کو اکبر پور کے گھاٹ سے عبور کیا جائے۔ اعظم نے دونوں
مشورے قبول نہ کیے - ۲۳ - مارچ کو اورنگ آباد سے نکل کر
۱۳ - اپریل کو برہان پور پہنچا ۔ وہاں سے تومڑی کا رخ کیا ، جو
اکبر پور سے مشرق جانب تھا ۔ اس راستے میں گرمی کی شدت، ہوا کی
حدت اور پانی کی کمیابی کے باعث بڑی تکلیف ہوئی ۔ آخر اعظم
۲۱ - مئی کو سرونج اور یکم جون کو گوالیار پہنچ گیا ۔ سرونج میں
اعظم کو پہلی مرتبہ اطلاع ملی کہ معظم لاہور پہنچ گیا ھے ۔ اس سے
آگے بڑھ کر سرائے ایمک (گوالیار سے پندرہ کوس جنوب میں) میں
شہزادہ بیدار بخت کی طرف سے دو قاصدوں نے یہ خبر پہنچائی کہ
شہزادہ محمد عظیم (عظیم الشان) آگرہ پہنچ چکا ھے اور اس نے محتشم خان

کو سات ہزار سواروں اور بھاری توپخانے کے ساتھ دریائے چنبل کے گھاٹ روک لینے کے لیے بھیج دیا ہے۔ نیز معظم باقی تین بیٹوں کے ساتھ آگرہ پہنچ کر قلعے اور خزائن پر قابض ہوچکا ہے۔ یہ خبر اعظم کے لیے خاصی تشویشناک تھی۔ چنانچہ اس نے سر و سامان کا بیشتر حصہ سرائے ایمک میں چھوڑا اور جلد سے جلد گوالیار آگیا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اعظم شاہ نے اپنے بہادر و با تدبیر فرزند (بیدار بخت) کو بدگمانی کی بناء پر آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اگر اسے روکا نہ جاتا تو وہ فوج بھرتی کرکے تیزی سے آگرہ پہنچ جاتا۔ یوں اعظم شاہ کے وسائل میں بھی بدرجہا اضافہ ہوجاتا اور جنگی صورت حال بھی اس کے لیے بہت سازگار بن جاتی۔ اب معاملہ بظاہر دگرگوں ہوگیا تھا۔

۲۔ محتشم خان کا نام میر ابراہیم تھا۔ وہ شیخ میر خوافی کا بڑا بیٹا تھا، جو عالمگیر کے عہد شہزادگی میں مقرب و رفیق خاص تھا۔ دھرمات اور سموگڑھ کی لڑائیوں میں انتہائی فدا کاری دکھائی اور اجمیر کی لڑائی میں مارا گیا۔ عالمگیر کو بے حد قلق ہوا۔ اس نے شیخ میر کی نعش مقبرہ خواجہ اجمیر کے احاطے ہی میں دفن کرائی۔ تینوں بیٹوں پر ہمیشہ نوازش کی نظر رکھی، میر یعقوب مخاطب بہ شمشیر خان، جنگ افاغنہ میں ماراگیا۔ میر اسحاق مخاطب بہ مکرم خان خانہ نشین ہوگیا اور عمر مہوسی میں گزار دی۔ بڑا بیٹا محتشم خان لنگر کوٹ (پشاور سے بیس کوس) سارنگ پور وغیرہ کا فوجدار رہا۔

شہزادہ اکبر نے بغاوت کی تو اس سے کاملاً انقطاع رکھنے پر عالمگیر نے اکبر آباد کا صوبہ دار بنادیا ۔ پھر وہ الہ آباد کا صوبہ دار رہا ۔ حج بھی کیا ۔ دو مرتبہ خدمات سے معزول بھی ہوا ۔ عالمگیر نے اپنی زندگی میں شیخ میر خوافی کی خدمات کے پیش نظر اس پر نوازش بدستور جاری رکھی ۔ (مآثر الامراء جلد سوم ٦٣٦—٤٠٠)

باب دہم

۳ ۔ یہ تفصیل بیدار بخت کے ایک محب و مقرب خاص اور رازدار نے پیش کی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اعظم اور اس کے درمیان تفرقہ ، درجہ غایت تک پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ بیٹا باپ پر قابو پانے کی سوچتا رہتا تھا ۔ تعجب ہے کہ مصنف (ارادتخان) نے خاندان کا بہی خواہ ہونے کی بنا پر اس صورت حال کا مداوا نہ کیا ۔ بیدار بخت کو اچھے اور مفید مشورے نہ دیے اور بگاڑ میں اضافہ کیا، اسے کم کرنے کی کوئی کوشش نہ کی ۔ خصوصاً بیدار بخت کی خیر خواہی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ کم از کم شاہ عالم کے خلاف جنگ میں دونوں دل و جان سے متحد رہتے ۔

باب یازدہم

۳ - نسب میں سب شہزادے برابر تھے اس لیے کہ سب عالمگیر اور اس کے بیٹوں کی اولاد تھے بیدار بخت کو غالباً اس اعتبار سے دوسروں پر فوقیت دی گئی کہ وہ زیبندہ بانو بیگم کے بطن سے تھا جو داراشکوہ اور نادرہ بیگم کی صاحبزادی تھی گویا بیدار بخت کی والدہ (بنت داراشکوہ) اور والد (عالمگیر) دونوں تیموری تھے - بظاہر اس کے سوا نسب میں خصوصیت کی کوئی بات نہ تھی -

باب دوازدہم

۱ - بے شبہ اعظم شاہ کو اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا اور طبیعت میں سختی اور خودرائی بھی زیادہ تھی - تاہم بعض اوقات ایسی باتیں انسان کو مصلحۃ بھی کرنی پڑتی ہیں تاکہ رفیقوں میں ہراس پیدا نہ ہو اور پیش آنے والے واقعات کو بالکل معمولی سمجھیں۔ چونکہ مصنف کا دل شاہ عالم کی طرف تھا، اس لیے وہ اعظم شاہ کے کسی معاملے کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتا کہ سمجھا جا سکے اس میں مصلحت اور تدبر کا پہلو ہی ہوسکتا تھا -

۲ - اروِن نے اس درویش یا مرد بزرگ کا نام میر عبدالکریم بتایا ہے جو ''خرقہ پوش،، مشہور تھا - (جلد اول صفحہ ۲۱) اور اعظم شاہ بھی اس سے واقف تھا -

۳ - اس معاملے کے متعلق یہ روایت مجمل ہے ، یعنی جواب کل دوں گا - بعض روایتوں میں زیادہ تفصیل ہے - مثلاً خافی خان کے بیان ۲۱ الف کے مطابق شاہ عالم نے لکھا تھا کہ والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق دکن کے چھ صوبوں میں سے چار تمھارے حوالے کرتا ہوں اور احمد آباد اپنی طرف سے دیتا ہوں تاکہ مسلمان خونریزی سے محفوظ رہیں - اگر یہ منظور نہ ہو تو نزاع میرے اور تمھارے درمیان ہے ، دنیا بھر کو اس میں الجھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آؤ میں اور تم دونوں میدان میں مقابلہ کر لیں اور!

به بینیم کز ما بلندی کراست

تمھیں اپنی بہادری پر ناز ہے تو دست بہ دست مقابلے میں تمھارا ہی فائدہ ہے (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۵۸۵-۵۸۶) ایک روایت کے مطابق اعظم نے کہا کہ یہ کیسی تقسیم ہے کہ چودہ صوبے آپ رکھیں اور چار مجھے دیں - یعنی :

از صحن خانہ تابہ لب بام ازان من
وزبام خانہ تابہ ثریا ازان تو

پر عمل کریں ؟ (ارون جلد اول ص ۲۲)

خافی خان آخر میں بتاتا ہے کہ محمد اعظم نے جواب میں لکھا ،

کیا میرے بھائی نے جو بہت بڑا عالم ہے، گلستان بھی نہیں پڑھی، جس میں حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند و دہ درویش در گلیمے بخسپند

آخر میں یہ شعر پڑھ دیا :

چو فردا برآید بلند آفتاب
من وگرز و میدان و افراسیاب

اس سلسلے کا ایک نہایت اہم معاملہ یہ ہے کہ آیا عالمگیر نے تقسیم مملکت کے متعلق کوئی وصیت کی تھی؟ کی تھی تو وہ کیا تھی ؟ خافی خان نے لکھا ہے۔

گویند ، وصیت نامہ برائے تقسیم ملک بنام فرزندان نوشتہ حوالہ حمید الدین خان جہان نمودند
(منتخب اللباب حصہ دوم ص ۵۴۹)

ارون کے بیان کے مطابق وصیت کا خلاصہ یہ تھا (جلد اول ص ۶)

۱ - کام بخش کو کوئی آزار نہ پہنچایا جائے اور وہ بیجاپور و حیدر آباد کے صوبوں پر قناعت کرے۔

۲ - سلطنت کے دو بڑے مرکزوں - آگرہ ، دہلی - میں سے ایک ایک دونوں بڑے بیٹے لے لیں۔

۳ ۔ آگرہ کے ساتھ دکن کے صوبے ، نیز مالوہ اور احمد آباد ، گجرات جائیں ۔

۴ ۔ دہلی کے ساتھ صوبۂ کابل اور باقی سلطنت ہند جائے ۔
صوبوں کی تعداد اور مالیے کے حساب سے تقسیم کی صورت یہ بنی تھی ۔

شاہ عالم بہادر شاہ	بارہ صوبے	۵۱۷۵۹۵۶۴۴۰ دام
اعظم شاہ عالی جاہ	چھ صوبے	۴۷۰۴۲۶۴۰۰ دام
کام بخش	دو صوبے	۲۱۹۱۶۶۵۰۰۰ دام
	۲۰ صوبے	۱۲۰۷۱۸۷۶۸۴۰ دام

بارہ ارب ، سات کروڑ اٹھارہ لاکھ چھہتر ہزار آٹھ سو چالیس دام (چالیس دام فی روپیہ) ۔

عالمگیر نے بیٹوں اور پوتوں کو جس طریق پر مختلف صوبوں اور علاقوں کی حکومتیں آخری دور میں سونپ رکھی تھیں، اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں تقسیم کی یہ صورت واضح طور پر موجود تھی مثلاً :

(الف) شاہ عالم بہادر شاہ کابل و لاہور کا ناظم تھا ۔ اس کا بڑا بیٹا معزالدین ملتان کا صوبہ دار تھا اور

بالائی سندھ بھی اسی کی تحویل ہیں تھا ۔ دوسرا بیٹا
یعنی عظیم‌الشان بہارو بنگال پر مامور تھا ۔[۱]

(ب) اعظم شاہ گجرات و مالوہ کا صوبہ‌دار تھا اور اس کا
بڑا بیٹا انہیں صوبوں میں وقتاً فوقتاً باپ کی نیابت
کرتا تھا ۔

(ج) کام بخش کو بیجاپور اور حیدر آباد دے دیے تھے ۔
اگر تقسیم پیش‌نظر نہ ہوتی تو انتظامات میں ایسی صورت پیدا کر دینے
کی کیا ضرورت تھی کہ ایک بیٹا اور اس کے بیٹے ایک ہی سمت کے
علاقوں میں فرائض نظامت انجام دیں ۔

کچھ شبہ نہیں کہ عالمگیر کو اعظم شاہ کی جوانمردی ، خودرای اور
درشت مزاجی سےاندیشہ تھا کہ شاید وہ اس پر راضی نہ ہو ۔ کام بخش
کے متعلق خصوصیت سے تشویش تھی کیونکہ وہ حقیقتہ نہ مدبر اور
معاملہ فہم تھا اور نہ اس میں مرد میدان کی کوئی خصلت نظر آتی
تھی ۔ کام بخش کے نام آخری خط میں عالمگیر نے لکھا :

عالی جاہ (اعظم) ہم نزدیک است ، آنچہ لازم بود ،
در حق شما گفتہ ام ۔ اوہم بجان و دل قبول داشتہ ۔
نہ شود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال برگردن
این ناکارہ بماند (رقعات عالمگیری ص ۶۱)

یہ فقرے بھی اسی حقیقت کا ایک اور ثبوت ہیں کہ عالمگیر کے پیش نظر تقسیم سلطنت کی وہی تجویز تھی ، جو اوپر بیان ہوچکی ہے ۔ باقی رہا یہ سوال کہ مدبر و عواقب اندیش ہونے کے باوصف اس نے تینوں بیٹوں سے اقرار لے کر سلطنت ان کے حوالے کیوں نہ کردی تو اول زندگی میں یہ صورت ممکن نہ تھی ۔ دوم وہ جانتا تھا کہ محض اقرار لے لینے سے بیٹوں کی سرگرمیوں پر دائمی پابندیاں عاید کر دینا ممکن نہ تھا ۔ ممکن العمل صورت یہی تھی کہ انتظامات کے منصوبے کو ایسی شکل دے دیتا جس میں یہ تقسیم زیادہ سے زیادہ آسانی کے ساتھ عمل میں آ جاتی ۔ افسوس کہ یہ نہ ہوا ۔ رزم و پیکار کی آگ بھڑکی ۔ اس میں تیموری خاندان کے بہادر نونہال بھی خاک و خون میں تڑپے ، امرائے کبار بھی یکے بعد دیگرے ، مارے گئے ۔ سلطنت کی قوت بھی بیدردی سے تباہ کی گئی ۔ اس کے نظم و انضباط کا شیرازہ بھی درہم برہم ہوا ۔ تھوڑی ہی مدت میں ایشیا کی یہ مایۂ ناز سلطنت اس طرح پارہ پارہ ہو گئی ، گویا اس کا وجود محض ایک بلبلا تھا جو پھٹا اور ناپید ہوگیا :

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوق جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار

۴ ۔ جا جئو تحصیل آگرہ کے پرگنہ کھیرا گڑھ میں اٹنگی ندی کے کنارے پر واقع ہے یہاں کے آثار قدیمہ میں ایک عالی شان سرائے ہے جو گیارہ بیگھہ پختہ اراضی پر مشتمل ہے ۔ اس کے اندر تین گنبد

اور تین در کی ایک مسجد موجود ہے ۔ شمال و جنوب میں (یعنی آگرہ اور گوالیار کی سمتوں میں) دو شاندار سنگین دروازے ہیں جن کے درمیان سے گوالیار کی قدیم سڑک جا رہی تھی ۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض بھی بنا ہے ۔ یہ سرائے اور خوشنما حوض شاہ جہان کے عہد اور ۱۰۵۷ (۱۶۴۷ء) میں تعمیر ہوئے تھے۔ ۱۹۲۱ کی مردم شماری کے مطابق جاجئو کی آبادی ایک ہزار تین سو اٹھانوے تھی ۔ ان میں سے ایک سو مسلمان تھے (مرقع اکبر آباد یعنی تاریخ آگرہ مولفہ مولوی سعید احمد مرحوم مارہروی ص ۲۳۰) آگرہ سے جاجئو کا فاصلہ سترہ میل ہے ۔ یہ بھی بتادینا چاہیے کہ جس میدان میں جنگ ہوئی تھی ، وہ جاجئو سے چار میل جنوب مشرق میں تھا ۔ (ارون جلد اول ص ۲۵) ۔

باب شانزدہم

۱ ۔ راجہ بہادر ، راج سنگھ راٹھور (پسر روپ سنگھ راٹھور) والی کشن گڑھ کا خطاب تھا ۔ روپ سنگھ کی بیٹی سے محمد معظم شاہ عالم کی شادی بڑی دھوم دھام سے خود عالمگیر نے کی تھی ۔ اسی کے بطن سے شہزادہ محمد عظیم (عظیم الشان) پیدا ہوا تھا ۔ گویا راجہ بہادر محمد عظیم کا ماموں تھا ۔ روپ سنگھ سمو گڑھ کی لڑائی میں دارا شکوہ کی طرف سے لڑا تھا اور ایسی بہادری دکھائی تھی کہ گھوڑے سے اتر پڑا اور شمشیر بہ دست عالمگیر کے ہاتھی کی طرف بڑھا تا کہ اس کے ہودے کے رسے کاٹ دے ۔ عالمگیر نے اپنے جانبازوں کو بلند

میں یہ حکم کسی کے کان تک نہ پہنچ سکا اور روپ سنگھ مارا گیا ۔

۲ ۔ شہزادہ محمد بیدار بخت (ابن اعظم شاہ) ۲۷ ۔ ربیع الاول ۱۰۸۱/۱۱ ۔ اگست ۱۶۷۰ کو زیبندہ بانو بیگم (بنت دارا شکوہ) کے بطن سے پیدا ہوا ، بڑا بہادر باتدبیر اور رائے کا متوازن تھا ۔ جس حد تک عالمگیر کی تحریرات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ، اسے اس پوتے کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت تھی اور عموماً اسے ''فرزند زادہ بہادر من،، کہہ کر خطاب کرتا تھا ۔ دکن کے قلعوں کی تسخیر میں بیدار بخت نے سرگرمی سے حصہ لیا ۔ ۱۸ ۔ ربیع الاول ۱۱۱۹/۸ ۔ جون ۱۱۰۷ کو جاجئو میں مارا گیا ۔

۳ ۔ محمد اعظم ، جسے عالمگیر عالی جاہ کہا کرتا تھا ، ۱۲ شعبان ۱۰۶۲ھ / ۲۰ جون ۱۶۵۳ء کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوا گویا وہ زیب النساء بیگم ، زینت النساء بیگم، زبدۃالنساء بیگم اور محمد اکبر کا حقیقی بھائی تھا ۔ جوانمردی میں عالمگیر کا مثنیٰ تھا ، مگر مدبر نہ تھا ۔ احمد نگر میں تخت نشینی کی رسم ادا کی ۔ جاجئو میں گولی سے جان بحق ہوا ۔ اس سلسلے میں اعظم سے غلطیاں بھی ہوئیں ، جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے ۔ تاہم اس کی ہمت و عزیمت میں کلام کی گنجایش نہیں ۔ جب جنگ کا پانسا پلٹ گیا تھا تو وہ بآسانی دکن جا کر از سر نو لشکر مرتب کرکے مقابلے پر آ سکتا تھا بلکہ اغلب ہے بھائی سے صلح ہو جاتی اور اسے چند صوبے حکومت کے لیے مل جاتے، مگر تیموریوں کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ وہ میدان جنگ کا قصد کر لیتے تھے تو قدم پیچھے ہٹانا ان کے لیے باعث عار تھا ۔

اعظم نے اس خصوصیت کا بہترین مظاہرہ کیا اور کہا جا سکتا ہے :

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقباز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

۴ - مصنف نے جنگ جاجئو کے بڑے بڑے واقعات تو بیان کر دیئے ، لیکن بعض ضروری باتیں رہ گئیں لہٰذ میں اس لڑائی کا حال مجملاً پیش کرتا ہوں ، جس سے دونوں فریقوں کے عزائم اور احوال کا صحیح اندازہ ہو جائے ۔

جب شاہ عالم پر واضح ہو گیا کہ لڑائی کے سوا چارہ نہیں تو اس نے ۴ - جون ۱۷۰۷ء کو ۸۰ ہزار سوار شہزادہ محمد عظیم اور دوسرے امراء کی سرکردگی میں بھیج دیے تاکہ وہ چمبل کے گھاٹ روک لیں ۔ اس کا قصد یہ تھا کہ دھول پور میں اعظم سے جنگ کرے جو آگرہ سے چونتیس میل پر ہے ۔

ادھر اعظم شاہ کو گوالیار میں خبر ملی کہ شاہ عالم آگرہ پہنچ گیا ہے تو اس نے سامان امیرالامراء جملۃالملک اسد خان کی تحویل میں چھوڑا مستورات کو بھی وہیں چھوڑنے کا حکم دیا اور خود چمبل کو کیتھرا (موجودہ نام کیتھری) گھاٹ سے عبور کرکے

دھول پور پہنچ گیا ۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جمنا کو عبور کر کے سمو گڑھ پہنچ جائے اور وہاں جنگ ہو ، جہاں پچاس سال پیشتر اس کے والد نے داراشکوہ کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل کی تھی ۔ لیکن نہ شاہ عالم دھول پور پہنچ سکا اور نہ اعظم شاہ کو سمو گڑھ پہنچنے کا موقع ملا ۔ لڑائی اس میدان میں ہوئی جو جاجئو سے چار میل جنوب مشرق میں ہے ۔

اعظم کے پاس کل پینسٹھ ہزار سوار اور پنتالیس ہزار پیادے تھے ۔ عالمگیر کے بعض نامور امراء اس کے ساتھ تھے ۔ اس کے مقابلے میں شاہ عالم کی سپاہ زیادہ تھی، ایک روایت کے مطابق تو اس کے ساتھ ایک لاکھ ستر ہزار سوار ، ایک لاکھ پچانوے ہزار پیادے ، چار سو چودہ توپیں اور باسٹھ ہاتھی تھے اور اس کے ہمراہیوں میں بھی نامور امراء کی خاصی تعداد تھی ۔ اعظم کے پاس روپیہ نہ تھا ، شاہ عالم کو دہلی اور آگرہ کے محفوظ خزانے مل گئے تھے اور روپیہ کی کوئی کمی نہیں رہی تھی ۔

۸ ۔ جون کو پہلی جھڑپ شاہ عالم کے پیش خانے پر ہوئی ، جس کی نگرانی رستم دل خان کے ذمے تھی ۔ شہزادہ بیدار بخت کے ساتھیوں میں سے خان عالم دکنی اور اس کے بھائی منور خان نے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ چھاپا مارا اور شاہ عالم کے آدمی سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ بیدار بخت کی فوج اعظم شاہ کے ہراول میں تھی ۔ اس نے خوشیاں منائیں کہ دشمن حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ

گیا ، بلکہ اعظم شاہ کو بھی فتح کی مبارکباد بھیجنے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا مگر ارادت خان (مصنف کتاب) نے فتح کو بالکل لغو قرار دیا ۔ اس اثنا میں شاہ عالم کی طرف سے دو بڑی فوجوں کی آمد آمد کے آثار نمودار ہوئے اور اصل جنگ کے لیے تیاری ناگزیر ہو گئی ۔

موسم بے حد گرم تھا اور اعظم شاہ کی فوج کے لیے پانی کا کوئی اچھا انتظام نہ تھا ۔ سپاہیوں کو بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں ۔ جو پانی ملتا تھا وہ سخت کھارا تھا ۔

شاہ عالم کے پاس توپ خانہ زبردست تھا اور اعظم شاہ نے صرف ہلکی توپوں کا انتظام کیا تھا ۔ بھاری توپ خانہ ساتھ نہیں لایا تھا ۔ اس کی فوج کو سب سے بڑھ کر نقصان شاہ عالم کے توپخانے ہی نے پہنچایا ۔ خان عالم دکنی نے بے تاب ہو کر پیش قدمی اختیار کی ۔ اپنا ھاتھی محمد عظیم (بن شاہ عالم) کے ھاتھی کے قریب پہنچا دیا ، پھر بھالا شہزادے پر پھینکا ، اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا لیکن تقدیر خلاف تھی ۔ بھالا ہودہ چیر کر دوسری طرف جا نکلا اور جلال خان نام ایک خدمت گار کو زخمی کر گیا ۔ اس طرف سے گولی خان عالم کے سینے میں لگی اور وہ جان بحق ہوگیا ۔ اس کے بھائی منور خان نے یہ دیکھا تو دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک ہو گئی ۔ خود لڑتا اور زخم کھاتا رھا ۔ آخر وہ بھی مارا گیا ۔ ان کے مارے جانے پر دکنی سراسیمہ وار پیچھے ہٹ گئے ۔ شہزادہ والا جاہ حفاظت سے بالکل محروم رہ گیا ۔ امان اللہ خان نے اپنا ھاتھی آگے بڑھایا تاکہ شہزادے کی

حفاظت کا انتظام کرے لیکن اس کے ہودے میں آگ لگ گئی اور وہ ہاتھی سے کود کر زمین پر بیٹھ گیا ۔ اس اثنا میں والا جاہ بیدار بخت سے جا ملا ۔

باز خان افغان نے ذوالفقار خان پر زبردست حملہ کیا ۔ خان کی استقامت میں تو کوئی فرق نہ آیا ، مگر اس کے دو پرانے اور بہادر رفیق دلپت بندھیلہ اور رام سنگھ مارے گئے اور ان کے سپاہی ہمت ہار بیٹھے ۔ ذوالفقار خان کو یقین ہوگیا کہ اب لڑائی جیتنا بہت مشکل ہے ۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹا ، ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا ۔ اعظم شاہ کے پاس پہنچ کر رائے دی کہ اب لڑائی روک دیجیے کل پھر لڑیں گے ۔ اعظم یہ مشورہ کیونکر قبول کر سکتا تھا ؟ ذوالفقار خان میدان سے نکلا اور اپنے والد کے پاس گوالیار پہنچ گیا ۔ ساتھ ہی رام سنگھ کچھواہہ والی جے پور نے اپنا دوشالہ سر پر لپیٹا اور اپنی فوج لے کر شہزادہ محمد عظیم سے جا ملا ۔ گویا اعظم شاہ کی فوج کے بہترین افسر اور ان کے سپاہی یا تو مارے گئے یا اسے چھوڑ کر چلے گئے، لیکن شہزادے بدستور میدان جنگ میں قائم و استوار تھے ۔

بیدار بخت تیروں سے بری طرح زخمی ہو چکا تھا ۔ اس کا کم سن بیٹا، بیدار دل بھی اس کے ساتھ ہودے میں تھا ۔ ایک تیر اس کے بازو میں لگا اور بیدار بخت نے مجبوراً اسے ایک وفادار خواجہ سرا کے ساتھ مستورات کے ہودے میں بھیج دیا ۔ عین اس وقت جزائل سے ایک گولہ بیدار بخت کے لگا اور وہ جان بحق ہوگیا ۔

والا جاہ شدید زخمی ہو جانے کے باوصف لڑتا رہا ، یہاں تک کہ زخموں سے بہ کثرت خون بہ جانے کے باعث بے ہوش ہوگیا ۔ اس کے ہاتھی کو پیچھے ہٹا کر اعظم شاہ کے پاس پہنچا دیا گیا ۔

اعظم شاہ کو بیدار بخت کے مارے جانے کی خبر مل گئی تھی ۔ والا جاہ کی زندگی کا بھی یقین نہ تھا ۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب لڑائی زندگی یا فتح کے لیے نہیں ۔ چنانچہ آگے بڑھ کر تیر و تفنگ کی بارش میں مردانہ وار لڑتا رہا ۔ اس کا چھوٹا بیٹا عالی تبار ساتھ تھا اس کے بازو میں بھی تیر لگا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یکے بعد دیگرے اعظم کے چار فیلبان مارے گئے ۔ ایک فیلبان نے کہا کہ میرا ہاتھی ایک سو کوس کا فاصلہ بہ سہولت طے کر سکتا ہے ۔ اعظم شاہ نے یہ لفظ سنے تو سمجھا کہ فیلبان میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کی تجویز پیش کر رہا ہے ۔ اسے فوراً مار کر گرا دیا اور خود ہاتھی کو لے کر اسے ہانکتا ہوا گھمسان کے رن میں پہنچ گیا ۔ آخر ایک گولی پیشانی میں لگی اور اس کا چراغ حیات بھی گل ہوگیا ۔

اب اعظم شاہ کی نعش کے لیے جنگ شروع ہو گئی ۔ اس کے محافظ دستے میں سے ایک ایک نے جان دے دی ، لیکن کسی کو پاس نہ آنے دیا ۔ ان میں سے کوکلتاش خان (میر ہدایت اللہ کوکہ) بطور خاص قابل ذکر ہے ۔ اس اثنا میں والا جاہ کو ہوش آگیا ، اس نے از سر نو لڑائی شروع کر دی، پھر بے ہوش ہوا تو جانبر نہ ہو سکا ۔ رات ہوگئی تو ہاتھیوں کے پاس جو دو تین سو آدمی تھے ، وہ بھی منتشر ہو گئے ۔

عین اس موقع پر رستم دل خان ہودے پر چڑھا ، اعظم شاہ کا سر کاٹا اور اسے ایک گران بہا نذرانہ سمجھتا ہوا چھپا کر شاہ عالم کے پاس لے گیا ۔ بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر شاہ عالم بے حد خفا ہوا ۔ رستم دل کو سخت خفگی کے انداز میں کہا کہ میری نظروں سے دور ہوجاؤ اور سر کو احترام سے رکھنے کی ہدایت کردی ۔

شاہ عالم کا مشیر و کارندۂ خاص منعم خان خود سخت زخمی ہوچکا تھا ، مگر شہزادوں کی نعشیں اٹھوانی تھیں ۔ پھر جن امراء نے اعظم شاہ کا ساتھ دیا تھا، زندہ تھے انھیں دلداری کے بعد بہ اعزاز شاہ عالم کے پاس لانا تھا ۔ نیز اعظم شاہ کے ساتھ جو مستورات تھیں انھیں بہ حفاظت لانے کا انتظام کرنا تھا ، لہٰذا وہ زخمی ہونے کے باوجود سرگرم عمل رہا ، یہاں تک کہ سوار ہونے کی طاقت ہی نہ رہی ۔

شاہ عالم نے اعظم شاہ ، بیدار بخت ، والا جاہ کی نعشیں تابوتوں میں رکھ کر اعزاز کے ساتھ دہلی بھجوادیں تا کہ انھیں ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا جائے ۔ عالی تبار (بن اعظم شاہ) نیز بیدار دل اور سعید بخت (فرزندان بیدار بخت) پر انتہائی شفقت فرمائی ۔ زینت النساء بیگم کو جو شاہ عالم کی سوتیلی اور اعظم شاہ کی حقیقی بہن تھی، ''بادشاہ بیگم،، کا لقب دے دیا ۔ راؤ دلپت بندیلہ کی لاش اس کے بیٹے بھارتی چند (مآثر الامراء بہادر چند جلد دوم ص ۳۲۰) نے دھامی نام گاؤں میں جلا دی ۔ رام سنگھ ہاڈا کی لاش نور آباد

(دھول پور اور جاجو کے درمیان) نذر آتش ہوئی ۔

بعد میں اعظم شاہ کی ایک بیٹی گیتی آرا بیگم کی شادی عظیم الشان سے ہوئی اور بیدار بخت کی بیٹی عزالدین بن معزالدین (بن شاہ عالم) سے بیاہی گئی ۔

شاہ عالم نے اپنے بیٹوں اور رفیقان خاص پر جو نوازشیں کیں، ان کی مختصر کیفیت یہ ہے :

۱ ۔ معزالدین	لقب جہاندار شاہ	ناظم ٹھٹھہ و ملتان	منصب سی ہزاری ذات دو بست ہزار سوار
۲ ۔ محمد عظیم	عظیم الشان بہادر	ناظم بنگال و بہار	،،
۳ ۔ رفیع القدر	رفیع الشان بہادر	ناظم کابل	،،
۴ ۔ خجستہ اختر	جہان شاہ بہادر	ناظم مالوہ	،،

چاروں شہزادوں کو اجازت دے دی کہ وہ نائبوں کے ذریعے سے صوبوں کا انتظام کریں اور خود دربار میں رہیں ۔ نیز محفوظ خزانے سے انہیں بڑی بڑی رقمیں دے دی گئیں ۔

منعم خان ، خان زمان کو نیا خطاب ''خانخاناں،، دیا گیا ۔ منصب ہزار و پانصدی سے ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کر دیا گیا ۔ منعم خان کے ایک بیٹے نعیم خان کو ''مہابت خان،، اور دوسرے

بیٹے مکرم خان کو ''خان زمان،، بنا دیا گیا۔

آخر میں اعظم شاہ اور بیدار بخت کے حالات مختصراً بیان کر دینے ضروری ہیں۔

اعظم شاہ، جسے عالمگیر ''فرزند عالی جاہ،، کہا کرتا تھا، ۱۲ شعبان ۱۰۶۳ھ/۲۸ جون ۱۶۵۳ء کو پیدا ہوا۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ / ۸ جون ۱۷۰۷ء کو جاجو کے میدان میں مارا گیا۔ اس کے متعدد بیٹے تھے۔ مثلاً بیدار بخت، جوان بخت، سکندر شان، والا جاہ، ذی جاہ، والا شان، عالی تبار، ایک بیٹی جس کا نام گیتی آرا بیگم تھا، عظیم الشان (بن بہادر شاہ) سے بیاہی گئی۔ اور بیٹیاں بھی ہوں گی۔ شہزادہ بیدار بخت اور شہزادہ والا جاہ جاجو میں مارے گئے۔ بیدار بخت کے بھی کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ مثلاً بیدار دل، سعید بخت، بخت افروز بانو بیگم، بخت النسا بیگم۔

۵۔ آگرہ میں دو باغ تھے، جن کے ناموں میں عموماً اشتباہ ہوجاتا ہے۔ ایک باغ ''دہر آرا،، جو پویا گھاٹ پر سلطان گنج کے قریب تھا۔ محمد معظم شاہ عالم لاہور و دہلی سے آگرہ پہنچا تھا تو اسی باغ میں ٹھہرا تھا۔ (ارون جلد اول ص ۲۱) دوسرا باغ ''دہرہ،، جس کا نام جہانگیر نے ''منزل،، رکھ دیا تھا، لیکن یہ ''دہرہ،، ہی کے نام سے پکارا جاتا رہا۔ یہ قلعہ آگرہ سے تین میل جنوب میں تھا۔ مگر چھاؤنی میں آگیا اور اب اس قلعے کو خواص پورہ کہتے ہیں۔ مولوی سعیداحمد مرحوم مارہروی نے اس کا نام دہرہ کے بجائے ''ڈیرہ باغ،، لکھا ہے

یہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا ، جو اکبر یا جہانگیر کے فیل بان کمال خاں نے کھدوایا تھا۔ یہ باغ ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۷ء میں جہانگیر نے بنوایا تھا۔ تیرھویں سال جلوس میں ہی کی کیفیت لکھی ہے (مرقع اکبر آباد یا تاریخ آگرہ ص ۱۹۲—۱۹۳) چونکہ شاہ عالم کا قیام ابتدائے ورود سے باغ دہر آرا میں تھا ، اس لیے جاجو سے واپس ہو کر بھی وہ وہیں ٹھہرا ہوگا۔ دہر آرا کی جگہ دھرا یا ڈیرہ غالباً ناقل کی غلطی ہے یا ممکن ہے ، خود مصنف سے سہو ہوگیا ہو۔

باب ہفدہم

۱ - یہ عالمگیر پر افسوسناک الزام ہے جو مصنف نے اپنے مخصوص تاثرات کی بنا پر عائد کر دیا یعنی عالمگیر پوتوں کے سلسلے میں ان کی قابلیت و صلاحیت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے ، جس طرح خدمات سونپ رہا تھا ، اس سے دربار میں لوگ سمجھ رہے تھے کہ بیٹوں کے گھروں میں تفرقہ پیدا کیا جا رہا ہے ، حالانکہ جس طرح بیٹوں کو وقتاً فوقتاً مختلف خدمتیں حوالے کی گئیں ، اسی طرح پوتوں میں سے جس جس کو لائق دیکھا ، خاص خدمات پر مقرر کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے پوتوں میں سے بیدار بخت (ابن اعظم شاہ) اور محمد عظیم (ابن شاہ عالم) کے متعلق زیادہ حسن ظن تھا اور ان دونوں کو وہ دوسروں پر ترجیح دیتا تھا۔ اگر سمجھا گیا کہ اس طرح پوتوں کو آگے بڑھا کر بیٹوں کے لیے مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں تو یہ بدگمانی تھی۔ بیٹوں نے سمجھ لیا کہ باپ ان سے حق ملکداری چھین کر

پوتوں کے حوالے کر رہا ہے ، اس لیے وہ دادا کے محبوب پوتوں سے بدظن ہوگئے - گویا ان کی ذہنیت اور کام بخش کی ذہنیت میں صرف درجے کا فرق تھا - کام بخش کے بیٹے کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ یہ بادشاہ ہوگا اور وہ بیٹے کا دشمن بن گیا - بالکل یہی حالت بیدار بخت کے تعلق میں اعظم شاہ اور محمد عظیم کے تعلق میں شاہ عالم کی تھی - اغلب ہے، درباریوں کی ایسی ہی باتیں سؤظن کی بنیاد و اساس ہوں، جیسی مصنف نے پیش کی ہے- نیز عالمگیر پوتوں کے لیے خدمات کا انتظام نہ کرتا تو نہ وہ انتظامی تربیت پاتے اور نہ انہیں عسکری اور جنگی معاملات کا تجربہ حاصل ہوتا، بلکہ وہ غیر مناسب مشاغل میں منہمک ہو کر اپنی اچھائیاں کھو بیٹھتے - بہ ہر حال اصل الزام بالکل بےبنیاد ہے- اگر پوتوں کو عہدوں پر مامور کرنا نامناسب تھا تو بیٹوں کو بڑے بڑے علاقوں کے فرمانروا بنا دیتا کس وجہ سے مناسب تھا؟

باب هیژدهم

۱ - تاریخ کے رو سے یہ بیان صحیح نہیں - قید کا سبب یہ نہ تھا کہ شاہ عالم کے متعلق صاحب عزیمت ہونے کا گمان تھا اور سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ باپ سے سلطنت چھین لے گا - اصل سبب یہ تھا کہ قلعہ گولکنڈہ کی فتح و تسخیر میں شاہ عالم والد سے خفیہ خفیہ ایسا منصوبہ تیار کر رہا تھا، جو اس کے نزدیک باعث عزت ہوتا- یہ طرز عمل

کار فرمائی کی وحدت اور پیش نظر مقصد میں خلل کا موجب ہوسکتا تھا۔ شہزادہ محمد سلطان بھی ایسی ہی حرکت کے باعث معتوب ہوا تھا اور کام بخش کو جنجی کی تسخیر کے سلسلے میں ایسی ہی حرکت کے باعث گرفتار کیا گیا تھا ۔

۳ ۔ سموگر یا سموگڑھ شہر آگرہ سے بارہ میل کے فاصلے پر لب دریائے جمن واقع ہے ۔ اکبر ، جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں یہ موضع شکار گاہ تھا ۔ بادشاہ ، بیگمات اور امرائے شاہی شکار و تفریح یا تبدیلی آب و ہوا کے لیے یہاں آیا کرتے تھے۔ لہذا امراء کے محلات، شاہی عمارتیں اور باغات کی وجہ سے اس جگہ ایک مختصر سا شہر آباد ہوگیا تھا ۔ شاہ جہان نے ۸۰ ہزار کے خرچ سے ایک دلفریب قیام گاہ بنوائی تھی، جس کا حوض نہایت خوشنما اور کشمیر کے مشہور باغ شالامار کا نمونہ تھا ۔ یہ عمارت لب دریا آبادی سے نصف کوس کے فاصلے پر واقع تھی ۔ موضع سموگڑھ دارا شکوہ اور عالمگیر کی لڑائی کی وجہ سے مشہور ہے ۔ ۷ رمضان ۱۰۶۸ھ / ۲۹ مئی ۱۶۵۸ء کو اسی مقام پر دارا شکوہ کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا ۔ اس جگہ اب کوئی قابل دید آثار باقی نہیں ۔ (مرقع اکبر آباد یا تاریخ آگرہ مؤلفہ مولوی سعید احمد مارہروی مرحوم ص ۲۳۱)

۴ ۔ اللہ اکبر ، ایک مدت تک مطلق العنان بادشاہی کے ماتحت رهنے کے بعد مسلمانوں اور خصوصاً بلند پایہ مدبرون کے دماغ کس درجہ جمود زدہ ہوگئے تھے۔ بے شبہ دنیا کا ہر کام حقیقۃ تائید الٰہی

پر موقوف ہے ، لیکن بادشاہی کو نبوت کے ساتھ ملا دینے کے لیے کون سی وجہ تھی؟ نبوت صرف خدا کے فضل سے ملتی تھی ۔ اس کے لیے سعی و کوشش بے محل تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا دروازہ بند ہو چکا تھا ۔ بادشاہی کا دروازہ بدستور کھلا رہا ۔ اور نالائق لوگ بھی اتفاقات کی بنا پر کامیاب ہوتے رہے تھے ۔ مثلاً جہاندار شاہ بن شاہ عالم جس کا ذکر آگے آتا ہے، منعم خان کا یہ کلمہ اس کی ہوشمندی اور دانش کا کوئی اچھا ثبوت نہیں ۔

باب بست و یکم

(۱) سیف خان بن جان سپار خان ، جس کا آخری لقب سیف خان تھا ۔ عالمگیر کے عہد میں باپ متعدد اعلیٰ عہدوں پر مامور رہا ۔ مثلاً صوبہ‌دار کشمیر دو مرتبہ، ملتان ایک مرتبہ۔ کشمیر کی حکومت کے زمانے میں تبت کے اندر تبلیغ اسلام کا انتظام کیا ۔ بہار کی صوبہ داری میں وفات پائی (۱۰۹۵ھ/۱۶۸۴ء) سرہند کے پاس سیف آباد کے نام سے ایک بستی کی بنیاد رکھی ۔ ناصر علی سرہندی سے نہایت خوشگوار تعلقات تھے ۔ ناصر علی نے اسی کے لیے کہا تھا ۔

گفتگوے طوطی از آئینہ سے خیزد علی
گرنہ باشد سیف خان ما را نفس درکار نیست

زیر غور سیف خان بڑے سیف خان کا بیٹا تھا ۔ دکن میں بعض قلعوں

کا قلعدار اور بعض مقامات کا فوجدار رہا ۔ پھر اسے شہزادہ کام بخش کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ۔ شہزادے کو تیراندازی اسی سیف خان نے سکھائی تھی ۔ اس ضمن میں اسے مہارت تامہ حاصل تھی ۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سیف خان شہزادے کے ساتھ رہا ۔ پھر کام بخش کے دل میں شبہ پیدا کردیا گیا کہ سیف خان اور رستم دل خان (ناظم حیدر آباد) ساز باز کے ذریعے سے تمہیں ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ ایک رقعہ بھی پیش کردیا گیا جو سیف خان نے رستم خان کو لکھا تھا ۔ اور وہ شہزادے کی ہواخواہی کا ثبوت تھا لیکن اس دیوانے نے سیف خان کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم صادر کردیا حالانکہ وہ کہتا رہا کہ یہ وہی ہاتھ ہے جس نے تمہیں تیراندازی سکھائی ۔ آخر سیف خان نے درشت کلامی اختیار کی ۔ کام بخش نے زبان کٹوا دی ۔ انہیں زخموں سے سیف خان مظلومی کی موت مرا ۔

۲ ۔ رستم‌دل خان بن‌مختار میرزا خلیل‌خان کا نواسہ۔ والدحیدر آباد کا ناظم تھا۔ رستم دل ساتھ‌کام کرتا رہا۔ پھر خود اسے حیدر آباد دکن‌کی نظامت سونپ دی گئی ۔ کار طلب آدمی تھا ۔ بہت زیادہ آدمی رکھ لیے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد کام بخش نے حیدر آباد پر چڑہائی کی ۔ اگرچہ قابل ذکر فوج ساتھ نہ تھی ، مگر رستم دل خان خوشامد سے خوش ہوگیا ۔ تحائف پیش کیے ۔ کام بخش نے حکیم محسن مخاطب بہ مقرب خان کو وزیر بنا لیا تھا ۔ اہتدا خان شہزادے کا مصاحب تھا ان دونوں نے کام بخش کو یقین دلایا کہ میر ملنگ مخاطب با احسن خان (سپہ سالار کام بخش) اور رستم دل خان آپس میں ملے ہو۔

ہیں اور شہزادے کو قید کرکے شاہ عالم کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں ۔ کام بخش نے فریب سے رستم دل کو بلا کر ہاتھی کے پاؤں میں ڈلوا دیا ۔ رستم دل خان کا ہاتھی آقا کو کچلنے کے لیے تیار نہ ہوا ۔ تو دوسرے ہاتھی نے کچل دیا اور گھربار ضبط کر لیا (مآثرالامراء جلد دوم ص ۳۲۴—۳۲۸)

۳ ۔ میر ملنگ کا نام سلطان حسن تھا ۔ (مآثر الامراء جلد دوم ص ۴۷۹—۴۸۷) عالمگیر نے اسے احسن خان کا خطاب دے کر کام بخش کا مشیر خاص بنایا تھا اور شہزادے نے اسے سپہ سالار بنا دیا۔ اسے بھی محض وسوسے کی بنا پر بڑے عذاب دے کر قتل کیا ۔ (۱۱۲۱/۱۷۰۸) مآثر الامراء جلد اول ص ۲۰۱—۲۰۳)

۴ ۔ ترکی میں اوغل بیٹے کو کہتے ہیں ، اوغلان جمع ہے ۔ سید کا تعلق سادات کے اس طبقے سے تھا جسے شاہ بخارا کے دربار میں خاص امتیاز حاصل تھا ۔ زیر بحث اوغلان غازی الدین خان فیروز جنگ کا استاد زادہ تھا ۔ خان ہی کی وساطت سے دربار عالمگیری میں منصب پر فائز ہوا اور اسے کام بخش کا استاد مقرر کیا گیا۔ بعد میں سیادت خان کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۱۰۸ میں بعارضہ وباے طاعون وفات پائی۔ پھر یہ خطاب بیٹے کو عطا ہوا جو بلند منصب پر فائز رہا ۔ حسین علی خان بارہہ نے اسے احمدنگرنیز اورنگ آباد کا قلعہ دار بنادیا تھا۔ (مآثرالامراء جلد دوم ص ۲۹۴—۲۹۶) ۔

باب بست و سوم

۱ - سبحان اللہ یہ تھی تیموریوں کی قابل فخر میراث - آپ اعظم شاہ، بیدار بخت اور والا جاہ کی جوانمردی دیکھ چکے - کام بخش میں کوئی بھی ایسی فضیلت نہ تھی، جس کی منایش کی جا سکے - اس نے اپنے حقیقی ہواخواہوں کو بے دریغ مروادیا - لیکن جب میدان جنگ کا معاملہ پیش آیا تو اس کی خاندانی میراث پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوگئی، صرف ایک ہزار آدمی ساتھ رہ گئے تھے اور مقابلہ سو گنا سے بھی زیادہ فوج سے تھا - تاہم وہ برابر لڑتا ہوا زخموں سے چور ہو کر ہودے میں گرگیا - مگر جب ہمت پاتا اٹھ کر گولی چلاتا اور گر جاتا - اسی حالت میں گرفتار ہوا - بڑے بھائی نے اشکبار آنکھوں سے کہا میں تمھیں اس حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا - بولا : "اگر میں اس وضع میں نہ آتا تو آپ کو کیا منہ دکھاتا ؟"- گویا اس دیوانے تیموری شہزادے کے نزدیک بھی مردانگی ہی وہ دولت تھی جس کے لیے جان بے دریغ قربان کی جا سکتی تھی - مغلوں کے جاہ و جلال کی جلوہ افروزیوں کے قصیدے بہت لکھے گئے تھے اور لکھے جائیں گے لیکن بہادری، جوانمردی اور موت سے بے پروائی ان کی بیش بہاترین میراث تھی، جو آخری وقت تک انھیں عزیز رہی -

اولاد کا نقشہ ذیل میں درج ہے :

شہزادہ کام بخش

۱۰ - رمضان ۱۰۷۷ / ۲۴ - فروری ۱۶۶۷

۱۳ - ذی قعدہ ۱۱۲۰ / ۱۳ - جنوری ۱۷۰۹

محی السنہ	بارک اللہ	محمد فیروز مند	امید بخش
۱۱۱۰ / ۱۶۹۸ — ۱۱۶۰ / ۱۷۴۷ قید میں عمر کٹی	باپ کے ساتھ مارا گیا (۱۳، جنوری ۱۷۰۹)	کچھ معلوم نہیں غالباً بچپن ہی میں فوت ہو گیا	دو برس ۲۳ دن کی عمر میں وفات پائی ۴ - ذی الحج ۱۰۹۵

محی السنہ
|
محی الملت

اسے شاہ جہان ثانی کے
لقب سے بادشاہ بنایا گیا تھا

وفات ۱۱۷۳ / ۱۷۶۰

کام بخش کی بیٹیاں بھی تھیں جن میں سے ایک کی شادی ۱۷۰۹ میں محمد کریم (بن عظیم الشان) سے ہوئی تھی -

۲ - یہ کہنا مشکل ہے کہ مصنف کو اس قسم کا یقین کس بناء پر حاصل ہوا یا اس نے یہ تاثر کس وجہ سے قبول کیا - تاہم عالمگیر کے متعلق ایسا خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ دو یا چند امیروں کی اغراض نفسی کے پیش نظر اپنی عمر گرانمایہ کے سترہ اٹھارہ سال دکن میں صرف کردیگا - ساتھ ساتھ اس پر متاسف رہے گا - عالمگیر کو روح اللہ خان اور غازی الدین خان فیروز جنگ فریب نہیں دے سکتے تھے - دکن کے حالات ایسے ہوگئے تھے کہ جب تک قیام امن کا نظر بظاہر یقین نہ ہو جاتا، اسے جھوڑنا مشکل تھا - شمالی ہند میں تشویش کی ایسی کوئی صورت آخر تک رونما نہ ہوئی - پھر امراء کی یہ حالت تھی کہ جب تک بادشاہ سر پر نہ ہوتا وہ کچھ کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوسکتے تھے - بلاشبہ عالمگیر کو ابتدا میں خیال ہوگا کہ فتنہ و فساد کے تمام سرچشمے جلد سے جلد بند کیے جا سکیں گے - لیکن اس میں توقع سے بڑھ کر تاخیر ہوگئی - اور معلوم ہے کہ فوجی کاروائیوں کے نتائج کا معاملہ کسی انسان کے بس میں نہیں کیونکہ ابتدائی اقدامات جن اندازوں کی بنا پر کیے جاتے ہیں، بعض اوقات غیر متوقع طور پر وہ اندازے صحیح ثابت نہیں ہوتے - عالمگیر نے نوے سال کی عمر تک بے شمار پہاڑی قلعوں کی تسخیر میں جو مشقتیں اٹھائیں وہ اس لیے گوارا نہیں سمجھی گئی تھیں کہ روح اللہ خان یا فیروز جنگ یا کسی اور امیر کے لیے امارت و سرداری کے اسباب مہیا ہوجائیں - وہ سلطنت کے استحکام اور امن کی استواری کے لئے اٹھائی گئی تھیں - مصنف کے یہ الفاظ اس عالمگیر کے افکار و عزائم کے آئینہ دار نہیں ہوسکتے، جس کی سیرت کے

سیکڑوں نقوش اوراق تاریخ پر ثبت ہیں ۔

۳ - خلیل اللہخان یزدی کا دوسرا بیٹا تھا، عالمگیر کا خالہ زاد ۔ کیونکہ وہ حمیدہ بانو بیگم (ہمشیرہ ارجمند بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے تھا ، پھر اپنے اور عالمگیر کے ماموں شایستہ خان کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی تھی - ہزار و پانصدی کے منصب سے ملازمت کی ابتدا ہوئی ۔ جلوس عالمگیر کے چھٹے سال بخشی احدیان مقرر ہوا ۔ ترقی کرتے کرتے بائیسویں سال میر آتش ، چوبیسوین سال بخشی دوم ، اٹھائیسوین سال علم و نقارہ عطا ہوا ۔ تیسوین سال میربخشی بنا ۔ اکتیسویں سال جلوس (۱۰۹۸/۱۶۸۷) میں گولکنڈہ فتح ہوا تو وہاں کی حکومت روح اللہ خان کے حوالے ہوئی ۔ چھتیسویں سال جلوس میں روح اللہ خاں کی صاحبزادی عائشہ بیگم سے محمد عظیم (عظیم الشان) بن شاہ عالم کی شادی ہوئی - ۱۱۰۳/۱۶۹۲ میں روح اللہ خاں نے وفات پائی۔ مرض الموت میں عالمگیر خود عیادت کے لیے گیا تو روح اللہ خاں نے کہا :

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیازمندے
کہ بوقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ‌باشی

۴ ۔ شاہ عالم جنوری ۱۷۰۹ ہی میں حیدر آباد سے چل پڑا تھا ۔ پھر بیدر، گلبرگہ اور احمد نگر ہوتا ہوا اورنگ آباد پہنچا ۔ وہاں سے نکلا اور نربدا کے کنارے پہنچا تو رمضان المبارک شروع ہوگیا

(۲۳/۱۱۲۱ اکتوبر ۱۷۰۹) ۔ پورا مہینا وہاں قیام کیا ۔ غالباً ۱۲ دسمبر ۱۷۰۹ کو نربدا عبور کرکے آگے بڑھا ۔

۵ ۔ داؤد خان پنی کا والد خضر خان پہلے تجارت کرتا تھا۔ پھر بیجاپور میں ملازم ہوکر سرداری کے رتبے پر پہنچا ۔ داؤد خان بھی وہیں ملازم تھا۔ عالمگیر کے اٹھائیسوین سال جلوس میں بادشاہی ملازمت میں آگیا ۔ اور چار ہزاری منصب پایا ۔ پھر ذوالفقار خاں کا نائب بنا ۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد ذوالفقار خاں کو میربخشی کے عہدے کے ساتھ حیدر آباد کی نظامت ملی تو اجازت دے دی گئی کہ وہ داؤد خاں کو نائب بناکر خود دربار میں رہے ۔ چنانچہ داؤد خاں نیابت کے فرائض انجام دیتا رہا ۔ آخر اسے گجرات کی نظامت سونپ دی گئی ۔ فرخ سیر کے عہد میں امیر الامراء حسین علی خاں بارہہ کو دکن کا ناظم اعلی بنایا گیا تو داؤد خاں نے برہان پور پہنچ کر حسین علی خاں کا مقابلہ کیا ۔ اسے یہ رنج تھا کہ سید بھائیوں نے ذوالفقار خاں کو ناحق قتل کرایا ۔ اسی جنگ میں داؤد خاں مارا گیا۔ یہ ۱۱۲۷/۱۷۱۵ کا واقعہ ہے ۔ (ماثر الامراء جلد دوم ص ۶۳—۶۶) ۔

۶ ۔ جسونت سنگھ راٹھور کا بیٹا جو باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ۔ راٹھوروں نے ہنگامہ بپا کیا ۔ عالمگیر نے باغیوں کا سر کچل کے رکھ دیا اور اجیت سنگھ کو اٹھائیس سال تک پہاڑوں میں رہنا پڑا ۔ آخر جودھ پور میں سرکاری فوجدار مقرر ہوا ۔ عالمگیر کی وفات پر افراتفری کے عالم میں اجیت سنگھ نے جودھ پور پر قبضہ

کر لیا ۔ پھر منعم خان خانخانان کی وساطت سے معافی حاصل کر لی ۔ جب شاہ عالم دکن گیا تو اجیت سنگھ پھر بگڑ بیٹھا ۔ دوبارہ معافی لی اور ارادت خان کے قول کے مطابق اس مرتبہ شہزادہ عظیم‌الشان معافی کا واسطہ بنا، کیونکہ وہ خود ایک راٹھور راجکماری کے بطن سے تھا ۔ شاہ عالم کے انتقال پر خانہ جنگی شروع ہوئی تو اجیت سنگھ پھر برگشتہ ہوگیا، لیکن فرخ سیر کے عہد میں امیرالامراء حسین علی خان فوج لے کر پہنچا تو اپنی بیٹی فرخ سیر سے بیاہ دینے پر آمادہ ہوگیا، جس کا اصل نام شنتلی کماری تھا، اسلامی نام گیتی آرا بیگم رکھا گیا۔ اجیت سنگھ کو نہ صرف معافی ملی، بلکہ شش‌ہزاری منصب اورگجرات کی نظامت بھی مل گئی ۔ فرخ سیر اور سید بھائیوں کے درمیان بگاڑ ہوا تو اجیت سنگھ سید بھائیوں کا طرفدار بن گیا ، کیونکہ اس طرح اسے دولت مل جانے کی امید تھی ۔ دامادی کا رشتہ بالکل نظرانداز کر دیا ۔ ۱۷۲۴ء میں اس کے بیٹے تخت سنگھ نے سوتے میں اسے قتل کر دیا ۔ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے بڑے بیٹے اجے سنگھ کو ریاست کا لالچ دیا گیا تھا اور اس نے اپنے بھائی تخت سنگھ کو کلا کے باپ کو مروا دیا، لیکن معقول وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جس راجپوت کماری سے تخت سنگھ کی منگنی ہو رہی تھی، اس سے اجیت سنگھ خود شادی کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا اور تخت سنگھ نے جوش غیرت سے باپ کو ختم کر دیا ۔ (مآثر الامراء جلد سوم ص ۷۵۵—۷۶۰ نیز کارنامہ راجپوتان ص ۳۱۲—۳۲۰) ۔

باب بست و چہارم

۱ - یہاں سکھ دھرم کی ابتدائی سرگزشت بیان کر دینا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اس اقدام کی حقیقی حیثیت ذہن نشین نہیں ہوسکتی جس کا ذکر متن میں آیا ہے -

سکھ دھرم کی ابتداء گرونانک سے ہوئی، جو اپریل ۱۴۶۹ء میں بہ مقام تلونڈی (موجودہ ننکانہ) ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے اور دریائے راوی کے کنارے اس مقام پر وفات پائی (۱۵۳۸ء) جو ڈیرہ بابا نانک کے نام سے مشہور ہے - وہ مرنجان مرنج، سیدھے سادے خدا دوست فرد تھے توحید پر پکے، ذات پات کے امتیازات سے پاک اور صلح کل - انھوں نے اولاد کو چھوڑ کر اپنے ایک چیلے کو جانشین بنایا، جن کا نام گرو انگد تھا - (وفات ۱۵۵۲ء) -

تیسرے گرو کا نام امرداس تھا، جس نے گووند وال (دریائے بیاس کے کنارے) کو مرکز بنایا - اس کے عہد میں چیلوں کی تعداد بڑھ گئی (وفات مئی ۱۵۷۴ء) -

چوتھے گرو رامداس کے عہد میں دائرہ اقتدار اور بڑھا - اس گرو کو شاھنشاہ اکبر نے کچھ زمین معافی دے دی تھی - جو چک رام داس یا چک گرو کے نام سے مشہور ہوئی - وہاں ایک پرانا تالاب تھا - گرو نے اس کی صفائی کرائی اور اس کا نام امرت سر رکھا - اس کے وسط میں ایک عبادت گاہ بنائی - تالاب کے ارد گرد درویشوں کے لیے جونپڑیاں تیار کرا دیں - یہی مقام آگے چل کر

امرتسر شہر بنا ۔ اسی گرو سے جانشینی کے سلسلے نے موروثی شکل اختیار کی (وفات ۱۵۸۱) ۔

پانچویں گرو ارجن، گرو امرداس کے فرزند تھے ۔ انہوں نے اول درویشی کے بجائے امیری کا ڈول ڈالا ۔ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی اپنے لیے مہیا کیے ۔ دوم پیشروؤں کے اقوال، ارشادات اور بھجنوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام گرنتھ (کتاب) رکھا ۔ سکھوں میں یہ ادی گرنتھ کہلاتا ہے تاکہ دسویں گرو کے مرتبہ گرنتھ سے ممتاز رہے ، جسے دسویں بادشاہ کا گرنتھ کہتے ہیں ۔

جہانگیر کی تخت نشینی پر اس کے بیٹے خسرو نے بغاوت کی اور وہ پنجاب آیا تو گرو ارجن نے اس کی کامیابی کے لیے دعا کی اور کہا جاتا ہے کہ خاصی بڑی رقم بھی پیش کی ۔ اس پر بازپرس ہوئی اور یہی امر گرو ارجن کی وفات کا باعث بن گیا ۔ (۱۶۰۰) ان کی سمادہ قلعہ لاہور اور شاہی مسجد کے درمیان ہے ۔

گرو ہرگوبند ۔ گرو ارجن کے بیٹے گرو ہرگوبند نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ۔ جماعتی تنظیم کو مستقل شکل دی ۔ نیز نذروں اور پیشکشوں کے بجائے اپنے معتقدوں سے باقاعدہ رقمیں وصول کرنے کے لیے محصل مقرر کر دیے ۔ جن کا نام ''مسند،، رکھا (ن مجزوم) یہ عربی کے لفظ مسند کا بگاڑ تھا اور بہ معنی نائب کارندہ استعمال ہوا ۔ گرو کو اپنی فوجی سرگرمیوں کے باعث پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی، کرت‌پور اس کا مرکز تھا ۔

جو بالائی ستلج کے کنارے پہاڑی علاقے میں ہے۔ چونکہ اسے میدانی علاقے سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا، اس لیے حکومت کو بھی اسے زیر پرسش لانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ وفات (۱۶۴۵ء)۔

گرو ہرگوبند نے اپنے پوتے ہررائے کو جانشین بنایا۔ اس نے تخت نشینی کی جنگ میں داراشکوہ کی امداد کی۔ مگر دارا کی شکست کے بعد چپ چاپ اورنگ زیب کی اطاعت کرلی۔ اسے دھلی بلایا گیا تو خود جانے کے بجائے اپنے بیٹے رام رائے کو بھیج دیا اور ایک مکتوب بھی لکھا کہ میں تو ایک فقیر ہوں۔ رام رائے کچھ عرصہ دربار ھی میں رہا۔ ہررائے کی وفات ۱۶۶۱ء میں ہوئی۔

جانشینی کے لیے جھگڑا:

اب رام رائے اور اس کے چھوٹے بھائی ہرکشن میں جانشینی کے لیے جھگڑا شروع ہو گیا۔ ہرکشن کو دربار میں بلایا گیا تاکہ جھگڑے کا تصفیہ ہو جائے، یقیناً اس لیے کہ رام رائے دربار ھی سے فیصلے کا خواستگار تھا۔ ہرکشن دھلی پہنچا تو جلد ھی چیچک سے بیمار ہوا اور وفات پائی (مارچ ۱۶۶۴ء)۔ اب رام رائے کے بجائے تیغ بہادر (فرزند ہرگوبند) گرو بن گیا۔ اس نے کچھ مدت کرت پور کے پاس انندپور میں گزاری، پھر کمار رام سنگھ کچھواہہ، کے ساتھ

آسام چلا گیا - اهل‌وعیال پٹنه میں چھوڑ دیے - جہاں اس کا بیٹا گوبند سنگھ پیدا ہوا (۱۶۶۶ء) - گرو تیغ بہادر واپس آیا تو پہلا جھگڑا بدستور تازہ تھا - اسے دهلی بلایا گیا جہاں عام روایت کے مطابق اس نے دعویٰ کیا که میرے پاس ایک ایسا منتر ہے، جس کی وجه سے تلوار مجھ پر کچھ اثر نہیں کرتی - تجربه کیا گیا تو گرو تیغ بہادر کا سر کٹ گیا (۱۶۷۵) - کہا جاتا ھے که یه واقعه دهلی میں اسی مقام پر پیش آیا تھا جہاں بعد میں گوردواره سیس گنج بنا - معلوم ھوتا ہے که گروتیغ بہادر اپنے معاملات میں اپنوں کی وجه سے غیروں کی مداخلت کو ناپسند کرتا تھا، لیکن اسے روکنے کی کوئی صورت نظر نه آئی تو جان دینے کے لیے تیار ھوگیا - دسواں اور آخری گرو گوبند سنگھ تھا جس نے سکھوں کی تنظیم فوجی اصول پر کی - گرونانک کے صلح کل مسلک کو بالکل نئی شکل دے دی - وہ پہلے پہاڑی راجاؤں سے لڑتا رہا - وہ دربار میں فریاد لے کر پہنچے اور ان کی مدد کے لیے سرکاری فوج بھیجی گئی تو گرو گوبند سنگھ نے شکست کھائی اور چھپ چھپا کر فیروز پور کے صحرائی علاقے میں پہنچ گیا جہاں مکتسر کے نام سے ایک تالاب بنوایا - بعد میں مکتسر کے نام سے قصبه میں آباد ھوگیا جو فیروزپور کی ایک تحصیل کا صدر مقام ھے - پھر عالمگیر کے پاس دکن میں ایک عرضداشت بھیجی جو سکھوں میں ظفر نامه کے نام سے موسوم ہے - اسے دکن بلایا گیا - راستے ھی میں تھا که عالمگیر کا انتقال ھو گیا - گرو گوبند سنگھ شاہ عالم کے ساتھ دکن گیا اور نانڈیر میں ٹھہر گیا - وھیں ۱۷۰۸ء میں وفات پائی -

طریق وفات میں اختلاف ہے - زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ کسی پٹھان سے گھوڑے خریدے تھے اور قیمت ادا نہیں کی تھی - پٹھان کا بیٹا کئی بار تقاضے کے لیے آیا اس سے درشت کلامی ہوئی - پٹھان نے غصے میں جمدھر سے گرو کو زخمی کر دیا - زخم سی دیا گیا - گرو تندرست ہو رہا تھا کہ ایک روز کمان زور سے کھینچی - زخم کچا تھا - ٹانکے کھل گئے اور گرو کی زندگی ختم ہو گئی (۱۷۰۸ء) -

گروگوبند سنگھ کے چار بیٹے تھے - جھجار سنگھ، زور آورسنگھ، اجیت سنگھ اور فتح سنگھ - ان میں سے دو لڑائی میں مارے گئے - دو کو سرھند میں زندہ دیوار میں چن دیا گیا - اس کا ذمہ‌دار سرھند کا دیوان آنند رام ایک برھمن بتایا جاتا ہے -

بندہ بیراگی - جو فرد متن میں بیان کردہ ھنگامۂ ظلم و جور اور طوفان خونریزی و غارت گری کا ذمہ‌دار تھا وہ بندہ بیراگی کے نام سے مشہور ہے - اس کی اصل اور وطن میں اختلاف ہے -

۱ - بعض وقائع نگار اسے ''فتح شاہ'' کہتے ھیں - ان کا مطلب بظاھر یہ تھا کہ وہ گرو گوبند سنگھ کا بیٹا فتح سنگھ تھا، جو مرا نہیں تھا بلکہ زندہ تھا -

۲ - ایک گروہ اسے پنڈوری (ضلع جالندھر) کا بیراگی فقیر قرار دیتا ہے۔

۳ - ایک روایت کے مطابق وہ راجوری (علاقہ پونچھ) کا راجپوت تھا - نام لچھمن داس جو ایک مرتبہ بدلا اور مادھو داس بنا، پھر بدلا تو نرائن داس بن گیا - (پیدایش اکتوبر ۱۶۷۰) -

۴ - بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اس نے خود گوبند سنگھ ہونے کا دعوی کیا تھا اور کہا تھا کہ میں زخموں سے مرا نہیں تھا، بلکہ اچھا ہو گیا اور اب اپنا کام پورا کرنے کے لیے آ گیا ہوں -

بہر حال یہ شخص پھرتا پھراتا گرو گوبند سنگھ سے ملا اور ان کا چیلہ بن گیا - اپنے آپ کو ''بندہ،، کہنے لگا - سکھ اسے جھوٹا گرو کہتے ہیں -

بے پناہ تعدیوں کا آغاز :

بہر حال گروگوبند سنگھ کی وفات کے بعد بندہ نے سکھوں کا ایک گروہ ساتھ ملا لیا اور شمالی ہند آیا - اغلب ہے ان میں سے زیادہ تر لوگ وہ ہوں، جو دکن سے شمالی ہند آنا چاہتے تھے اورگرو کی وفات کے بعد انہیں دکن سے کوئی دلچسپی نہین رھی تھی- جا بجا خط بھی لکھ دیے گئے ہوں گے کیونکہ بندہ سونی پت پہنچا (جو دھلی سے ۳۵ میل شمال میں ہے) تو بہت سے سکھ جمع تھے اور سونی پت پر چڑھائی کی - فوجدار بھاگ کر دھلی چلا گیا - بندہ نے لوٹ مار کے بعد سرھند کا رخ کیا اور عام سکھوں کی آتش انتقام کو ہوا دینے

کی بہترین تدبیر یہی تھی کہ اس مقام کو سب سے پہلے تباہ کیا جاتا، جہاں گرو گوبند کے دو بچے زندہ دیوار میں چنے گئے تھے - نیچ ذات کے ہزاروں آدمی لوٹ مار کے لالچ میں اس کے ساتھ ہو گئے - پہلے وہ ساڈھورہ کے قریب خیمہ زن ہوا، جو انبالہ سے چھبیس میل جانب مشرق ہمالیہ کے دامن کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں واقع ہے - وہاں سے ناھن شمال میں، سرھند شمال مغرب میں اور ڈیرہ دون مشرق میں ہے - یہ مقام شاہ قمیص قادری کے مزار کی وجہ سے بطور خاص مشہور تھا، جن کی وفات ۳ ذیقعدہ ۹۹۲ (۲۷ اکتوبر ۱۵۸۴ء) میں ہوئی اور ان کی میت بنگال سے ساڈھورہ لا کر دفن کی گئی - (خزینۃالاصفیا جلد اول ص ۱۳۵) - اس کتاب میں ساڈھورہ کو سالورہ لکھا گیا ہے) قصبے میں سے کسی نے بھی مزاحمت نہ کی - بندہ نے یقین دلایا کہ اطمینان سے ٹھہرو - تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا - پھر اچانک قصبے پر حملہ کر دیا گیا - بہت سے لوگ مارے گئے - شاہ قمیص کی اولاد کو بلا کر کہا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے مسجد ڈھاؤ - شاہ کا مزار گرا دو، یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد انہیں سخت اذیتیں دے دے کر مارا گیا - اور گرد و پیش قیامت برپا ہوگئی -

ناگفتہ بہ ستم انگیزیاں :

نواب وزیر خان فوجدار سرھند کو یہ اطلاع ملی تو وہ بہ مشکل تین چار ہزار آدمی فراہم کرسکا، اور اس درندہ صفت، انسان نما حیوان کی

گوشمالی کے لیے نکل پڑا ۔ بنوا اور الوان سرائے کے مابین سرهند سے کوئی دس بارہ میل شمال مشرق میں جنگ هوئی ۔ بندہ کے ساتهیوں کی تعداد بہت زیادہ تهی، لیکن وزیر خان کے جوانمردانہ مقابلے نے حملہ آوروں کو جلد هی بے حال کر دیا ۔ چنانچه وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ وزیر خان نے تعاقب کیا ۔ اس اثنا میں پیچھے سے ایک جتھا وزیر خان کے لشکر پر حملہ آور هو گیا ۔ وزیر خان اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے ۔ اس کے بعد سرهند کا جو حشر هوا اسے معرض بیان میں لانا مشکل ہے ۔ چار روز تک شہر کے ایک ایک حصے پر قہر و غضب کی بجلیاں مسلسل گرائی جاتی رهیں، جو لوگ پہلے بھاگ گئے وہ جانیں بچا لے گئے۔ اکثر شہر کے اندر مارے گئے ۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے بلا امتیاز موت کے گھاٹ اتارے گئے ۔ بچوں کو هوا میں اچھال کر گرتے وقت تلوار سے دو ٹکڑے کیا جاتا، بلکہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے نکال نکال کر ذبح کیے گئے ۔ شہر نہ محض لٹا بلکہ اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ۔ نہایت عالیشان شہر اور شمالی هند کا ایک بڑا مرکز تجارت صرف کھنڈر بن کر رہ گیا ۔ بیان کیا جاتا هے کہ دو کروڑ کے قریب روپیہ سرکاری خزانے سے وصول هوا اور بھی بہت سے روپے ملے ۔

قزاقی اور غارت گری

پھر گرد و پیش قزاقیوں اور یورشوں کا سلسلہ شروع هوا ۔ سامانہ، سنام، مصطفیٰآباد، کیتھل، کہرام، بوریا، انبالہ، شاہ آباد،

تھانیسر، روپڑ، ماچھی‌واڑہ، لدھیانہ غرض آس پاس کا کوئی قصبہ اور کوئی مقام قتل و غارت سے محفوظ نہ رہا۔

۱ - شمس خان فوجدار سلطان پور پر حملہ ہوا ، مگر اس نے بندہ کو بری طرح شکست دی اور اس کے ہزاروں ساتھی موت کے گھاٹ اتارے، آخر بندہ نے بھاگ کر راھوں میں پناہ لی۔

۲ - جلال خان کے مقام جلال آباد (سہارن پور سے تیس میل جنوب میں) پر حملہ ہوا۔ مگر خان نے انتہائی مردانگی سے جنگ کی اور بندہ کو ناکام لوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔

۳ - امرتسر کے سکھوں نے یہ حالات سن کر لاھور پر حملے کی تیاری کر لی۔ لاھور کے عوام نے زبردست مقابلے کی تیاری کی۔ سرگرم کارکنوں میں سے محمد تقی (سعد اللہ خان وزیر کے خاندان کا ایک فرد) موسیٰ بیگ لوھانی، خدا وردی بیگ، حاجی یار بیگ ، سید عنایت، ملا پیر محمد واعظ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کی سرکردگی میں مسلمان اور ھندو عیدگاہ کے مقام پر جمع ہوئے اور حملہ آوروں کو شکست فاش دی۔ شہر محفوظ رہا لیکن لاھور کے جنوبی حصے سے دہلی کے قریب تک پورا علاقہ تباہ ھو گیا۔ کلانور اور انبالہ دو مرتبہ بری طرح لوٹے اور ویران کیے گئے۔ لاھور کے

دفاع میں دوسری مرتبہ جنگ کرنی پڑی جس میں محمد تقی اور سید عنایت نے شہادت پائی اور شدید مزاحمت کے باعث سکھ مراجعت پر مجبور ہو گئے۔

شاہ عالم کی روش

تعجب ہے شاہ عالم بہادر شاہ کی روش پر اور اس کی کئی وجوہ ہیں مثلاً :

۱ - وہ چاروں شہزادوں، بڑے بڑے امیروں اور بھاری فوج کے ساتھ دکن چلا گیا اور بالکل نہ سوچا کہ فتنہ و فساد کی روک تھام کے لیے کوئی خاص فوج شمالی هند میں هونی چاهیے تھی۔ کام بخش کے مقابلے کے لیے هرگز بڑی فوج درکار نہ تھی ملک‌داری کے وظائف کی ٹھیک ٹھیک بجا آوری سیر و تفریح کی متحمل نہ تھی اور شاہ عالم کی روش بظاهر سیر و تفریح هی کی تھی۔

۲ - پھر شاہ عالم مدت تک شمالی هند کے اس فتنے سے آگاہ هی نہ هوسکا۔ اسے پہلی اطلاع ۲ ربیع‌الثانی ۱۱۲۲/۲۰ مئی ۱۷۱۰ء کو ملی۔ جب وہ دکن سے اجمیر پہنچا۔ (ارون، جلد اول ص ۱۰۴)۔

۳ - یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شاہ عالم اور اس کے وزیر اعظم منعم خان

خانخاناں کے درمیان اختلاف رائے تھا ۔ شاہ عالم چاھتا تھا کہ فوراً بندہ بیراگی کے استیصال میں مصروف ہو جائے اور منعم کے نزدیک گمنام سے فتنہ انگیز کی سرکوبی کے لیے راجپوتانہ سے یوں عاجلانہ کوچ کر جانا، باعث عزت نہ تھا ۔

۴ ۔ اگر اختلاف رائے کا معاملہ درست بھی تھا تو کیا شاہ عالم یا منعم خان کے لیے ضروری تھا کہ پوری فوج، شہزادے اور بڑے امراء ساتھ رھیں؟ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ انتہائی عجلت سے ایک زبردست فوج بندہ کے استیصال کے لیے بھیج دی جاتی اور باقی فوج راجپوتوں سے مرضی کے مطابق فیصلے کرانے میں مصروف کار رھتی ۔

۵ ۔ آخر سرھند اور تھانیسر نیز آس پاس کے غارت زدہ اور تباہ حال باشندوں کا ایک وفد شاہ عالم کے کیمپ میں پہنچا اور حالات بیان کیے ۔ اس وقت (یکم جمادی الاول ۱۱۲۲/۱۷ جون، ۱۷۱۰ء کو) فرمان کے مطابق خان دوراں (بعد میں نظام الملک آصف جاہ) صوبہ دار اودھ، محمد امین خان فوجدار مراد آباد، خان جہان صوبہ دار الہ آباد اور سید عبداللہ بارہہ کے نام تاکیدی حکم صادر ہوئے کہ بے تامل دہلی پہنچ جائیں اور وکیل مطلق (جملۃ الملک اسد خان) کے ساتھ ہو کر بندہ بیراگی کے خلاف اقدام کریں (ارون جلد اول ص ۱۰۵) ۔

۶ ۔ یہ حکم پیشتر بھی جاری ہو سکتے تھے اور کوئی وجہ نہ تھی

* کہ آس پاس کے بڑے بڑے امراء اور ناظمان صوبہ جات یا وکیل مطلق بھاری فوج کے ساتھ بندہ بیراگی کے فتنے کی جڑ کاٹ کر نہ رکھ دیتے۔

تعجب یہی ہے کہ پہلے فوج کا خاصہ بڑا حصہ شمالی ہند میں نہ چھوڑا گیا حالانکہ پوری فوج ساتھ لے جانا ضروری نہ تھا۔ نہ فتنہ و فساد کی اطلاع ملنے پر اس کے انسداد کے لیے موثر تدابیر اختیار کی گئیں۔ اوپر کے مستند واقعات سے ظاہر ہے کہ ۲۰ مئی، ۱۷۱۰ء سے ۱۷ جون، ۱۷۱۰ء تک کوئی قدم نہ اٹھایا گیا اور اس طرح طویل مدت میں فتنے کی آگ بیسیوں مقامات کو سر مشق قتل و غارت بنا چکی تھی۔

تادیبی اقدامات

۲۹ / جولائی ۱۷۱۰/۱۲ جمادی الاخری ۱۱۲۲ کو یعنی ابتدائی اطلاع ملنے سے دو مہینے اور نو دن بعد فیروز خان، سلطان قلی خان، شاکر خان وغیرہ کو ایک فوج کے ساتھ بطور هراول روانہ کر دیا گیا۔ بندہ بیراگی کے آدمیوں نے شمالی جانب سے دہلی کا راستہ روک رکھا تھا۔ بایزید خان فوجدار جموں کئی ہزار آدمیوں کے ساتھ دہلی جا رہا تھا۔ پانی پت سے آگے بڑھنا ممکن نہ رہا۔ جب فیروز خان وغیرہ قریب آئے تو بایزید خان نے سکھوں کو شکست دے کر منتشر کیا۔

بعد میں بادشاہ نے بڑی مستعدی دکھائی۔ خود بھی دہلی میں داخل نہ ہوا اور فوج میں سے بھی ہر فرد کے لیے داخلے کی ممانعت کر دی گئی۔ آخر ۱۳۔ شوال ۱۱۲۲ء کو بہادر شاہ

ساڈھورہ پہنچا ۔ اس وقت تک سکھ ساڈھورہ اور آس پاس کے تمام علاقے چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے ۔ (مزید حالات آگے چل کر بیان ہوں گے) ۔

۲ ۔ وزیر خان، محمد جان نام ۔ پہلے کار طلب خان، پھر وزیر خان خطاب ملا ۔ سہ ہزاری منصب تھا ۔ ان کا وطن کنج پورہ (ضلع کرنال) بتایا گیا ہے ۔ شہادت کے وقت قریباً اسی سال کی عمر ۔ تھی جنگ اور شہادت کی تفصیل اوپر پیش کی جا چکی ہے ۔

۳ ۔ بوریا ساڈھورہ کے جنوب مغرب اور انبالہ سے جنوب مشرق میں جگادھری کے قریب ہے ۔

۴ ۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں امور و معاملات سلطنت اس حالت پر قائم ھی نہیں رہ سکتے تھے جس پر عالمگیر کے عہد میں جاری تھے ۔ مصنف نے شاہ عالم کے دربار اور جاہ و جلال کا نقشہ کھینچنے میں اسے عالمگیر پر بھی ترجیح دے دی ۔ حالانکہ اصل شے ظاہری جاہ و جلال نہ تھا، جو آباؤ اجداد کی جمع کی ہوئی دولت لٹا کر پیدا کیا گیا تھا، اصل شے امن ، رعایا کی خوشحالی، انتظامات سلطنت کی استواری اور فتنوں کی سرکوبی تھی ۔ شاہ عالم نے اسی آخری اور حقیقتی شے سے بےپروائی اختیار کی ۔ جس کا نتیجہ وھی ھوسکتا تھا ۔ جو انجام کار ھوا ۔ یعنی سلطنت

کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں - پھر پے در پے خانہ جنگیوں کے باعث اس کی رہی سہی قوت نظم و انضباط بھی مضمحل ہوگئی -

باب بست و پنجم

۱ - ڈابر کے متعلق تھوڑی سی تفصیل ناگزیر ہے - بندہ بیراگی کا مستقر، ساڈھورہ یا کوئی قلعہ نہ تھا بلکہ پہاڑوں کے اندر ایک قلعہ تھا ، جسے مقامی لوگ ''مخلص پورہ،، بھی کہتے تھے اور ڈابر بھی- ''مآثر الامرا،،میں به سلسله حالات‌غضنفر خان مرقوم ہے :

کنار جون (جمنا) متصل دامان کوه شمالی که به کوه سرمور نزدیک‌است چهل‌و هفت کروه دہلی موضع است معروف به مخلص‌پوره از مضافات سہارن پور به خوش هوائی، چندین صفات شگرف موصوف از دارالخلافه (دہلی) کشتی سواره در یک هفته توان آمد - در سال بیست و هشتم (شاهجهان) حکم اساس عمارتی رفیع صدور یافته بود، در سال سی ام به صرف پنج لک روپیه به اتمام رسید و به قدوم بادشاهی مورد سعادت گردیده به ''فیض آباد،، موسوم‌گشت و مواضعات پرگنات نواح به‌جمع سی لک درم جدا ساخته بدو متعلق نمودند (جلد دوم ص ۸۶۷-۸۶۸) -

مآثر الامرا کی تیسری جلد میں، به سلسله حالات کیرت سنگھ (پسر دوم میرزا راجا جے سنگھ) لکھا ہے :

چون آخر سال سی‌ام عمارات فیض آباد معروف به مخلص پوره از مضافات پرگنه مظفرآباد بر کنار دریای جون (جمنا) متصل کوه دامان شمالی (که به کوه سرمور نزدیک است) قریب به اختتام رسید و نهضت پادشاهی به سیر آن مکان دل نشین (که از دارالخلافه چهل و هفت کروه جریبی است) اتفاق افتاد - (ص ۱۷۵) -

ارون لکھتا ہے کہ ''مخلص پورہ'' کا نام ایک مشکل بھی پیدا کر دیتا ہے - وہ یوں کہ یہ شاھجہان کی ایک شکار گاہ کا نام ہے، جسے آج کل مقامی لوگ ''بادشاھی محل'' کہتے ہیں - یہ دریائے جمنا کے بائیں کنارے نہر جمن شرق اور نہر جمن غربی کے مخرجوں سے چند میل نیچے ہے، لیکن یہ مخلص پورہ اسی نام کے اس مقام سے کم و بیش بارہ میل مشرق میں واقع ہے - یعنی شاھجہانی شکار گاہ (جس کا نام مخلص پورہ تھا) اور اس مقام میں جو مخلص پورہ یا ڈابر کہلاتا ہے، بارہ میل کا فصل ہے - آخری مقام ناھن اور ساڈھورہ کے درمیان دونوں سے قریباً یکساں فاصلے پر تھا - اس کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے -

ساڈھورہ سے سات یا آٹھ کوس، کوہ شمالی کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی کے کنارے پر واقع ہے اور وھاں پہنچنا خاصی مشقت کا باعث ہے -

اسلام خان (بن شیرشاہ سوری) یعنی اسلام شاہ یا سلیم شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت (۱۵۴۵-۱۵۵۲ء) میں یہاں پاواگڑھ کے نام سے

ایک قلعه بنوانا شروع کر دیا تھا لیکن بادشاہ کی موت کے باعث یه پایه تکمیل کو نه پہنچ سکا - بنده بیراگی نے اسے نه محض مکمل کر لیا، بلکه اس میں توسیع بھی کر لی (ارون جلد اول ص ۱۰۹) -

اغلب ہے گروگوبند سنگھ نے بھی ابتداء میں یہیں قیام کیاھو - لیکن بنده کے لیے تو یه مقام خاص پناه گاه بن گیا - قتل و غارت کی ایک خوفناک مہم اس نے جاری کر دی تھی جو شدید تادیبی کاروائیوں کا موجب بن سکتی تھی - اس نے پہلے ھی سے طے کر لیا تھا که جب شاھی دباؤ بڑھ جائے گا، وہ اس قلعے میں جا بیٹھے گا جس کا نام ''لوہ گڑھ،، یعنی آھنی حصار رکھ لیا تھا اور ضرورت پیش آنے پر وھاں سے نکل کر بلند پہاڑوں میں پناہ لے سکتا تھا، جہاں شاھی فوجوں کی طرف سے تعاقب سہل نه تھا -

اب اس قلعے یعنی لوہ گڑھ کا کوئی بھی نشان موجود نہیں، لیکن جس جگه یه واقع تھا وہ ساڈھورہ سے بجانب ناھن کوئی بارہ میل ھوگی -

یه واقعه شاہ عالم کا مزاج سراسر غیر متوازن ھی ھونے کی دلیل نہین بلکه اس سے یه بھی واضح ہے که نیک طبع ھونے کے باوصف وہ منعم خان کی پر خلوص اور فدا کارانه خدمات یک قلم فراموش کر گیا - پھر وزیر کے تمام اقدامات کا مدعا اس کے سوا کچھ نه تھا که وہ مقصد جلد از جلد پورا ھو جائے - جس کے لیے بادشاہ لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچا تھا، یعنی بنده گرفتار ھو جائے - لیکن ھر اقدام میں

صد فی صد کامیابی بعض اوقات نہیں ہوتی ۔ فرض کر لیجیے کہ منعم خان پیش قدمی نہ کرتا اور بادشاہ کی ہدایت و اجازت سے تسخیر قلعہ کی کوشش کی جاتی، تو کیا یہ یقینی تھا کہ بندہ ضرور گرفتار ہو جاتا اور اس کے بچ نکلنے کا کوئی امکان باقی نہ رہتا ؟ ایسے معاملے کے نتیجے میں منعم خان کی تمام سابقہ 'خدمات، تمام جانفشانیاں اور خود ''لوہ گڑھ،، کی تسخیر میں سرگرمیاں فراموش کر جانا واقعی تعجب انگیز ہے ۔

منعم خان کا نام محمد منعم تھا ۔ وہ سلطان بیگ برلاس بدخشی کا بیٹا تھا جو کچھ مدت آگرہ میں کوتوال رہا ۔ پھر کشمیر میں کسی معمولی خدمت پر مامور ہوا اور وہیں وفات پائی ۔ منعم والد کی وفات پر دکن پہنچ گیا ۔ وہاں بعض قلعوں کی تسخیر میں اس کی جوانمردی دیکھ کر روح اللہ خان میر بخشی نے عالمگیر کے پاس اس کی سفارش کی ۔ ۱۱۱۴/۱۷۰۲ء میں وہ داروغہ جیل خانہ مقرر ہوا ۔ پھر اسے شہزادہ محمد معظم شاہ عالم کا دیوان مقرر کر کے کابل بھیج دیا گیا ۔ جہاں شہزادہ گورنر تھا ۔ اس نے منعم خان کو لاہور میں اپنا نائب بنا دیا ۔ یہیں سے اس کی ترقیات کا آغاز ہوا ۔ وفاداری اور حسن انتظام کی بناء پر وہ شہزادے کا معتمد علیہ بن گیا ۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کر دیا ہے ۔ شہزادے کے آیندہ عزائم سے آگاہی حاصل کر لینے کے بعد منعم خان ان انتظامات میں مصروف ہو گیا، جو تخت نشینی کے لیے جنگ چھڑ جانے کی صورت میں شاہ عالم کے لیے مفید و نفع بخش ہو سکتے تھے ۔ جنگ کے لیے تمام ضروری سامانوں

کا انتظام کیا - فوج اور توپخانہ تیار کر لیا اور عالمگیر کی وفات کی اطلاع پاتے ہی شاہ عالم کے لیے آگرہ تک سفر کی ضروری سہولتیں جا بجا مہیا کر دیں - خود فوج لے کر دہلی کے قلعے پر قبضہ کرتا ہوا آگرہ پہنچ گیا اور وہاں کا قلعہ بھی لے لیا، جہاں تیموریوں کا محفوظ خزانہ بہ مقدار کثیر موجود تھا - اگر منعم خان کم سے کم وقت پر یہ سب کچھ انجام نہ دے لیتا تو شاہ عالم ایک بڑی فوج کے ساتھ دل جمعی سے جاجو کے میدان میں کامیاب نہ ہوسکتا -

منعم خان کی مساعی کا اعتراف خود شاہ عالم نے جاجو کی جنگ میں کامیاب ہونے کے بعد یوں کیا تھا -

آنچہ یافتم از سعی و تردد و جانفشانی شما بود (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۵۹۸) -

اسے خان خانان بہادر ظفر جنگ یار وفادار کا خطاب اور ایک کروڑ روپے نقد و جنس کی صورت میں عطا کیے -

مآثر الامراء کا بیان ہے کہ ایک کروڑ نقد دیے اور ایک کروڑ کی جنس دی (جلد سوم ص ٦٧٣) بہر حال ایسا سلوک سلطنت تیموریہ کے آغاز سے کسی کے ساتھ نہیں ہوا تھا - اسے ہفت ہزاری سوار پنج ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا - باقی حالات خود پیش نظر کتاب میں درج ہیں - منعم خان ۱۰٦۲/۱٦۵۲ء میں پیدا ہوا تھا اور حوالی سرھند سے لاھور

جاتے ہوئے ۲۱ - محرم ۱۱۲۲/۲۸ء - فروری ۱۷۱۱ء کو یعنی شاہ عالم سے قریباً ایک سال پیشتر وفات پائی (مآثر الامراء جلد سوم ص ۷٦۷—۷۷۷، ارون جلد اول ۱۲۵—۱۲۷ منتخب اللباب وغیرہ) -

بندہ بیراگی کا انجام

لوہ گڑھ سے بندہ بیراگی کے فرار تک حالات بیان کیے جا چکے ہیں - باقی حالات پیش نظر کتاب میں نہیں آئے، لیکن اس داستان کا باقی حصہ اجمالاً یہاں لکھ دینا مناسب ہے تاکہ بیان مکمل ہو جائے -

شاہ عالم نے لاہور روانہ ہونے سے پیشتر مختلف امیروں کو بندہ بیراگی کے تعاقب پر مامور کر دیا تھا - لاہور پہنچ کر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لیے جنگ شروع ہو گئی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے - اس میں جہاندار شاہ کامیاب ہوا - اس کے مختصر دور حکومت میں تادیبی کاروائیاں ختم ہو گئیں اور بندہ نے دوبارہ قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا - آخر فرخ سیر نے کامیاب ہو کر عبدالصمد خان دلیر جنگ کو پنجاب کی نظامت سونپی اور بندہ کے استیصال کے لیے خاص اہتمام کی تاکید کی - عبدالصمد اور اس کے بیٹے زکریا خان نے بندہ کا ایک ایک قلعہ مسخر کیا اور آخر وہ گرداسپور کے قلعے میں محصور ہو گیا - جس کے

محاصرے کے لیے بڑی فوج مہیا کی گئی - غرض عبدالصمد اور زکریا خان اور قمر الدین خان (بن اعتماد الدولہ محمد امین خان) کی متفقہ مساعی سے ۲۱ - ذی‌حج ۱۱۲۷/ - دسمبر ۱۷۱۵ء کو قلعہ گرداسپور مسخر ہوا اور وحشت و بہمیت کا وہ مکروہ پیکر ہاتھ آیا جسے بندہ بیراگی کے نام سے پکارا جاتا تھا -

ظاہر ہے کہ اس کے لیے نیز اس کے ساتھیوں کے لیے موت کی سزا اعمال زشت و بد کی کم سے کم سزا تھی، جو انسانوں کے ہاتھوں دی جا سکتی تھی - اعتماد الدولہ محمد امین خان نے بندہ سے پوچھا :

ترا چہ برین داشت کہ از مکافات اعمال نیندیشیدی و برای چہار روزہ زندگانی بدعاقبت مرتکب چنین ظلم و افعال شنیع بر قوم ہنود و مسلمان گشتی ؟ در جواب گفت : در ہمہ مذہب و ملل ہرگاہ نافرمانی و معصیت از انسان مجسم از عصیان زیادہ از حد بہ ظہور می آید، منتقم حقیقی در مکافات سیئات او مثل من ظالمی را می گمارد کہ باعث جزای کردار آن جماعہ می گردد -

چو خواہد کہ ویران کند عالمی
دہد ملک در پنجۂ ظالمی

بعدہ برای تلافی اعمال او مثل شما صاحب ثروت را برو

تسلط می بخشد که او را نیز سزای اعمال او درین جہان برساند۔ چنانچہ ما و شما مشاہدہ نمائیم (منتخب اللباب حصہ دوم ص ٦٦٦–٦٦٧)۔

اس کی توثیق ''سیر المتاخیرین،، سے بھی ہوتی ہے (ص۴۰۳)۔

باب بست و ششم

۱ - بہادر شاہ ساڈھورہ کے پاس سے روانہ ہوا تو دامن کوہ کے ساتھ ساتھ سفر شروع کیا۔ خیال تھا کہ بندہ یا اس کے ساتھیوں کا سراغ مل جائے تو ان کی سرکوبی میں تامل نہ کیا جائے۔ نیز تباہ شدہ علاقوں کو دیکھنا بھی ضروری تھا بہر حال وہ یکم اگست ۱۷۱۱ء کو لاہور پہنچا اور شہر سے باہر جنوبی جانب خاصے فاصلے پر خیمہ انداز ہوا۔ چاروں شہزادے بھی ساتھ تھے۔ قیام لاہور کا صرف ایک واقعہ قابل ذکر ہے، جسے اجمالاً یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

شاہ عالم بہادر شاہ نے دکن سے واپسی پر ایک فرمان جاری کیا تھا کہ خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کے وقت حضرت علیؓ کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ ''وصی،، استعمال کیا جائے۔ اس سلسلہ میں بعض مقامات پر ہنگامے بپا ہوئے۔ احمد آباد

کا خطیب مارا گیا ۔ بادشاہ نے لاہور کے چند ممتاز علما کو گفتگو کے لیے بلایا ۔ چنانچہ حاجی یار محمد اور مولوی محمد داؤد تین چار عالموں کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے ۔ عبدالقادر خان (قاضی میر کا بھتیجا) ساتھ تھا ۔ بادشاہ نے گفتگو شروع کی تو حاجی یار محمد نے بڑی بےباکی سے بادشاہ کا قول رد کیا اور سوال و جواب کے دوران میں حاجی موصوف کے تلخ انداز کی بناء پر بادشاہ نے بر آشفتہ ہو کر کہا کہ :

از غضب پادشاهان نمی ترسی که چنین خلاف ادب مجلس سلاطین مبادرت به کلمه و کلام می نمائی؟ حاجی یار محمد در جواب گفت : که من آرزوی چهار چیز از واهب بی منت خود داشتم :

اول: تحصیل علم ۔ دوم : حفظ کلام‌الله ۔ سوم : حج ۔ چهارم : شهادت ۔

الحمدالله که ازطرف عطای سه نعمت الهی کامیاب شده ام، آرزوی شهادت باقی مانده ۔ امید دارم که از توجه پادشاه عدالت اساس کامروا گردم (منتخب اللباب حصه دوم ص ۶۸۱—۶۸۲) ۔

یہ گفتگو کئی روز جاری رہی ۔ آخر فرمان صادر ہوا کہ جس طرح عالمگیر کے دور میں خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسی طرح پڑھا جائے ۔

۲ - ۱۸ فروری ۱۷۱۲ء، منتخب اللباب میں تاریخ وفات ۲۱ محرم کے بجائے اواخر عشرہ ثانی محرم الحرام (۱۱۲۳ھ) درج ہے حصہ دوم ص ۶۸۳) ۔

غالباً منتخب اللباب کی بناء پر جیمز برگس نے تاریخ وفات ۹ محرم ۱۱۲۴ھ لکھی ''دی کرونالوجی آف ماڈرن انڈیا''، ص ۱۴۳) لیکن اس بارے میں مصنف کے بیان کو دوسرے بیانات پر ترجیح حاصل ہے، کیونکہ وہ خود شاہی لشکر گاہ میں موجود تھا اور مقربین میں شمار ہوتا تھا۔

۳ - منتخب اللباب میں یہ واقعہ عظیم الشان سے منسوب ہے۔ عبارت یہ ہے :

پادشاہ زادہ عظیم الشان کہ بہ عیادت پدر آمدہ بود از شنیدن خبر رسیدن ہرسہ پادشاہ زادہ کہ بہ ہئیت مجموعی بختہ رسیدند چنان حوصلہ باخت کہ بہ احوال پدر نہ پرداختہ بلکہ فرصت کفش پا پوشیدن نہ یافتہ، جان بدر بردن غنیمت دانست (حصہ دوم ص ٦٨٣) -

یہاں بھی عینی شاہد کی حیثیت میں مصنف ہی کا بیان باعث ترجیح ہے -

سٹیورٹ نے تاریخ بنگال میں لکھا ہے کہ علی ویردی خان ناظم بنگال و بہار و اڑیسہ کو بھی ایسا ھی نازک موقع پیش آگیا تھا اور اس کے لیے جگہ چھوڑ دینا ضروری ھو گیا تھا، لیکن اس کا جوتا نہیں ملتا تھا - نواب نے جوتے کے بغیر نکل جانا گوارا نہ کیا - جب کہا گیا کہ کیا جوتے تلاش کرنے کا موقع ھے؟ تو وہ بولا اگر میں ننگے پاؤں باھر نکل جاؤں تو کہا جائے گا کہ علی وریدی خان کے اضطراب کا یہ عالم

تھا کہ جلدی کے باعث وہ اپنے جوتے بھی چھوڑگیا (بحوالہ اروِن جلد اول ص ۱۵۰ حاشیہ) ۔

باب بست و ہفتم

۱ ۔ مصنف نے جنگ کی کیفیت ایسے انداز میں لکھی ہے، گویا تمام واقعات ۶ صفر ۱۱۲۴ھ/۴ مارچ ۱۷۱۲ء ھی کو پیش آگئے ۔ حقیقت یہ نہیں، یہاں اجمالاً جنگ کے ضروری حالات بیان کیے جاتے ھیں ۔

عظیم الشان کی لشکرگاہ غالباً موضع اعوان میں تھی ۔ جو شالامار سے چند میل شمال مشرق میں ہے ۔ (کتابوں میں جائے اقامت موضع بودانہ بتائی گئی ہے، لیکن معلوم ھوا کہ ایسا کوئی گاؤں موجود نہیں ۔ اگر کوئی گاؤں ھو سکتا ہے تو وہ اعوان ھی ہے) شہزادے نے دریائے راوی کو پس پشت رکھا اور تین طرف خندق کھدوا کر اپنی لشکر گاہ کی حفاظت کا پورا انتظام کر لیا ۔ مشیران خاص کی رائے تھی کہ ذوالفقار خان اصل دشمن ہے، لہذا اسے گرفتار کر لینا چاھیے ۔ ذوالفقار خان کا کیمپ بارگاہ شاھی اور عظیم الشان کی لشکرگاہ کے درمیان تھا ۔ عظیم الشان کو یہ اندیشہ لاحق ھوا کہ اگر ذوالفقار خان پر یورش ھوئی تو ممکن ہے فوجی لوگ لڑتے بھڑتے شاھی لشکرگاہ میں پہنچ جائیں اور خواتین کی حرمت معرض خطر میں پڑ جائے ۔ اسے

نامناسب سمجھتے ہوئے عظیم الشان نے انکار کر دیا ۔ بعض ساتھی اجازت کے بغیر ذوالفقار خان کی گرفتاری کے لیے پہنچے، مگر وہ پیشتر وہاں سے اٹھ کر جہاندار کے پاس پہنچ چکا تھا ۔

نقشہ تقسیم مملکت

ذوالفقار خان کی کوشش سے جہاندار شاہ، رفیع الشان اور جہان شاہ کے درمیان تقسیم سلطنت کے متعلق سمجھوتا ہوگیا ۔ جس کی کیفیت یہ ہے :

۱ ۔ جہاندار شاہ کو شاہنشاہ ہند تسلیم کیا جائے گا ۔ خطبہ و سکہ اسی کے نام کا ہوگا۔ بھائیوں کے حصوں میں جو علاقے دئیے جائیں گے ان کے سوا تمام علاقوں پر جہاندار ھی کا قبضہ رہے گا ۔

۲ ۔ جہان شاہ : سیلون تک پورے دکن کا مالک ہوگا ۔

۳ ۔ رفیع الشان کو کابل، کشمیر، ملتان، ٹھٹھہ اور بھکر کے علاقے دیے جائیں گے ۔

۴ ۔ مال غنیمت تینوں میں بہ حصہ مساوی تقسیم ہوگا ۔

۵ ۔ تینوں بھائیوں کا وزیر ذوالفقارخان ھی رہے گا ۔ مگر وہ جہاندار شاہ کے پاس کام کرے گا ۔ عظیم الشان اور رفیع الشان کے دربار میں اپنے نائب مقرر کر دے گا ۔

اس معاهدے کی پابندی کے لیے قرآن پر حلف اٹھائے گئے ، لیکن ظاہر ہے کہ یہ سراسر ناقابل عمل تھا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار خان نے ابتدائے کار میں تینوں بھائیوں کو عظیم الشان کے خلاف متحد رکھنے کے لیے یہ معاہدہ تیار کر لیا تھا ۔ تاہم اس کا مقصد یہ تھا کہ عظیم الشان کے خاتمے کے بعد باقی دو بھائیوں کو ٹھکانے لگانے کی تدبیریں اختیار کی جائیں اور جہاندار شاہ کے لیے پورے ہندوستان کی بادشاہی کا منصوبہ کامیاب بنا لیا جائے ۔

ان تینوں میں سے جہاندار شاہ کا کیمپ شہر کے پاس جنوبی حصے میں (شالا مار کی جانب) تھا ۔ جہان شاہ نے شیخ میانمیر کے مزار کے قریب اقامت اختیار کی تھی اور رفیع الشان جہان شاہ کے جنوبی جانب تھوڑے فاصلے پر تھا ۔ چاروں شہزادوں کے پاس فوجوں کی تعداد یہ بتائی گئی ہے :

نام شہزادہ	سوار	پیادے
جہاندار شاہ	بیس ہزار	تیس ہزار
جہان شاہ	پچیس ہزار	تیس ہزار
رفیع الشان	آٹھ ہزار	آٹھ ہزار
عظیم الشان	تیس ہزار	تیس ہزار

اگرچہ تینوں کا مجموعی لشکر عظیم الشان کے مقابلے میں زیادہ

تھا ۔ تاہم عظیم‌الشان چاروں میں قابل ترین شہزادہ تھا ۔ رزم و نظم دونوں میں اسے نمایاں فوقیت حاصل تھی ۔ عالمگیر کے عہد میں اسے اور بیدار بخت (بن اعظم شاہ) کو خاندان کے قابل ترین نونہال مانا جاتا تھا ۔ علاوہ برین عظیم‌الشان کو دولت اور ساز و سامان میں بھی برتری حاصل تھی اور تینوں بھائی اس سے خوف زدہ تھے ۔ ٦ صفر ۱۱۲۴/۴ مارچ ۱۷۱۲ء سے تینوں نے مل کر عظیم‌الشان کے خلاف پیش قدمی شروع کی ۔ وہ روزانہ ایک تہائی میل کی رفتار سے آگے بڑھتے رہے ۔ ٦ صفر سے ۸ صفر تک کئی مرتبہ مڈبھیڑ ہوئی ۔ عظیم‌الشان کے مشیر برابر اصرار کرتے رہے کہ باہر نکل کر لڑنا چاہیے ۔ لیکن قدرت کو اس کی شکست منظور تھی، اس لیے جوانمردی اور تدبیر میں برتری کے باوجود وہ ہر بار یہی جواب دیتا رہا ''اندک باشید،، ذرا ٹھہرو، تھوڑا اور رکے رہو ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال دیکھ کر رفتہ رفتہ فوجی اس سے الگ ہونے لگے ۔ ذوالفقار خان نے شاہ عالم کے مرتے ہی دریاے راوی کے قریبی گھاٹوں پر پہرے کھڑے کر دیے تھے ، تاکہ کوئی میدان سے باہر نہ جانے پائے ۔ اب اس نے یہ پہرے ہٹا لیے ۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ عظیم‌الشان کے جو رفیق دل برداشتہ ہو چکے ہیں، وہ گھاٹوں کے کھلتے ہی الگ ہو جائیں گے اور دریا عبور کر کے دوسری طرف نکل جائیں گے ۔ یہی ہوا، لیکن عجیب امر یہ ہے کہ عظیم‌الشان نے

۹ صفر ۱۱۲۴ھ/۷ مارچ ۱۷۱۲ء تک اپنے مشیروں کی رائے قبول نہ کی اور یہی سمجھتا رہا کہ دفاعی خط مستحکم ہے اور کوئی حملہ آور اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا ۔

شاہ نواز خان صفوی، عظیم‌الشان کے ممتاز رفیقوں میں سے تھا ۔ اس نے ایک روز قلماق غلاموں کو تیار کیا کہ رات کو جہاندار شاہ کے خیمے میں گھس کر اسے قتل کر دیں ۔ چنانچہ وہ لوگ گئے ۔ اتفاق سے وہاں رایمان قلماقن موجود تھی جو حرم کے پاسبانوں میں سے تھی ۔ اس نے شور مچایا اور خود قاتلوں سے لڑنے لگی ۔ زخمی بھی ہوئی ۔ لوگ جمع ہو گئے تو قاتلوں نے راہ فرار اختیار کی ۔ جہاندار شاہ نے بادشاہ بنتے ہی رایمان کو ''رستم ہند،، کا خطاب دیا ۔ غالباً دہلی کا کوچہ رایمان اسی کی یادگار ہے ۔ بہر حال ۹ صفر ۱۱۲۴ھ/۷ مارچ ۱۷۱۲ء کو تینوں شہزادوں نے آخری حملہ کیا ۔ ترتیب یہ تھی :

قلب	جہاندار شاہ اور ذوالفقار خان
میمنہ	کوکلتاش خان
میسرہ	جانی خان
ہراول	عبدالصمد خان دلیر جنگ

جہاندار شاہ نے ہراول کی امداد قبول کی اور رفیع الشان نے عقب کی کمانداری سنبھالی ۔ عظیم الشان کے سالار بڑی بہادری سے لڑے ۔

خصوصاً سلیمان خان پنی اور شاهنواز خان صفوی نے جانبازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن صورت حال میں خلاف امید تغیر پیدا ہوتے ہی فوجی الگ ہونے لگے ۔ عظیم‌الشان جس ہاتھی پر سوار تھا رھکلے سے اس کے ہودے کی گدیوں میں آگ لگ گئی ۔ شہزادے نے خود گدی اٹھا کر نیچے پھینکی ۔ امین الدین سنبھلی نے، جو شہزادے کا وفادار تھا مشورہ دیا کہ ہاتھی چھوڑ دیجیے اور گھوڑے پر سوار ہو کر بنگال پہنچ جائیے یا دکن چلے چلیے ، جہاں داؤد خان پنی ہمارا ساتھ دے گا اور از سر نو جنگ کریں گے ۔ مگر عظیم‌الشان نے کہا کہ دارا شکوہ اور شجاع کو بچ نکلنے میں کیا فائدہ پہنچا ۔ ساتھ ہی کم من فئۃ قلیلہ غلبت فئۃ کثیرہ (بسا اوقات تھوڑے آدمی اللہ کے حکم سے بہتوں پر غلبہ پا لیتے ہیں) پڑھا ۔ عین اس وقت شدید آندھی چل پڑی ۔ ریت اڑنے سے فضا تاریک ہو گئی ۔ عظیم الشان کے ساتھ صرف بائیس (۲۲) آدمی رہ گئے تھے۔ اس نے کہا کہ دس میرے ساتھ ہو جائیں اور میں جہاندار شاہ پر حملہ کرتا ہوں ۔ باقی بارہ جہاندار شاہ پر پل پڑیں۔ اس اثنا میں بڑی توپ کا ایک گولہ عظیم‌الشان کے ہاتھی کی سونڈ پر پڑا ۔ سونڈ کٹ گئی ۔ ہاتھی دیوانہ وار دریا کی طرف بھاگا ۔ مہابت نے چھلانگ ماری ۔ شہزادے کا ایک ساتھی جلال خان لودی رسے کے ذریعے اتر گیا ۔ پھر امین الدین اور دوسرے ساتھیوں نے گھوڑے ہاتھی کے پیچھے ڈال دیے ۔ مگر کوئی اس تک پہنچ نہ سکا یہاں تک کہ ہاتھی اونچے کنارے سے گزر کر دریا میں پہنچ گیا ۔ سوار کنارے پر پہنچے تو صرف اتنا دیکھ سکے کہ ایک

جگہ ھاتھی اور سوار دونوں دلدل میں دھنس کر نظروں سے غائب ہو گئے ۔

۲ ۔ شہزادہ محمد کریم افراتفری میں راستہ بھول گیا ۔ صرف ایک وفادار ملازم ساتھ تھا ۔ اس نے شہزادے کو معمولی کپڑے پہنائے اور وہ داتا گنج بخش کے مزار کے پاس ایک دھنیے یا بافندے کے ھاں جا ٹھہرا ۔ ضرورتاً شہزادے کے جواھرات میں سے کوئی چیز بازار میں فروخت کے لیے بھیجی گئی، اس سے شہزادے کے مقام کا پتا چل گیا ۔ ھدایت کیش وقائع نگار نے شہزادے کو قید کر کے جہاندار کے پاس پہنچایا ۔ اس نے شہزادے کو ذوالفقار خان کے حوالے کر دیا ۔ ذوالفقار خان نے دو روز بعد اسے قتل کرا دیا ۔ شہزادے نے آخری وقت میں کہا کہ تین روز سے بھوکا پیاسا ھوں مگر اسے کھانا بھی نہ دیا گیا ۔ یہی جرم تھا جس کی بناء پر خود ذوالفقار خان کو فرخ سیر نے بادشاہ بنتے ھی موت کی سزا دی ۔

باب بست و ھشتم

۱ ۔ لطف اللہ خان انصاری، وطن پانی پت، شاہ عالم کے دربار میں آمد و رفت تھی ۔ جلد ھی معمولی حیثیت سے اٹھ کر بلند مرتبے

پر پہنچ گیا - جہاندار شاہ کے عہد میں زیر عتاب آیا اور
گھر بار ضبط ہو گیا - فرخ سیر کو بادشاہی ملی تو لطف اللہ خان
نے قطب الملک عبداللہ خان بارہہ کا توسل اختیار کیا -
قطب الملک نے اسے دیوانی خالصہ پر مامور کر دیا - حالانکہ
فرخ سیر یہ عہدہ چھبیلہ رام ناگر کو دینے کا وعدہ کر چکا تھا -
بادشاہ اور وزیر اعظم کے درمیان اس معاملے پر جھگڑا ہو گیا
آخر وزیر اعظم کا فیصلہ بحال رہا - محمد شاہ کے عہد میں
لطف اللہ خان کو خان سامان کا عہدہ شش ہزاری منصب اور
شمس الدولہ متہور جنگ کا خطاب ملا - چونکہ نادر کی آمد کے
وقت لطف اللہ خان سے بعض نازیبا حرکات سرزد ہوئی تھیں - اس
لیے زیر عتاب آیا - احمد شاہ کے عہد میں وفات پائی - لطف اللہ خان
کے دو بھائی تھے - اول دلیر دل خان- (جو امیر الامرا
حسین علی خان بارھہ کے ساتھ تھا) سہ ہزاری - دوم شیرافگن خان
فوجدار - لطف اللہ خان کے بیٹے بھی منصب دار تھے -

۲ - ۲۰ صفر ۱۱۲۴ھ/۱۹ مارچ ۱۷۱۲ء ارون نے اس جنگ کی تاریخ
۱۹ صفر بتائی ہے یعنی ۱۸ مارچ ۱۷۱۲ء - نیز لکھا ہے کہ ہوا
گرم ہونے کے باعث کچھ عرصے تک لڑائی نے زیادہ زور
پکڑ لیا - پھر جہاندار شاہ رستم دل خان، جانی خان اور مخلص خان
نے حکم دے دیا کہ اب طریقہ بدل دیا جائے چنانچہ رستم دل خان
حملہ کرکے جہاندار شاہ کے ہراول تک پہنچ گیا اور اس کے بڑے

بیٹے عزالدین کو قید کر لایا ۔ تھوڑے ھی فاصلے پر جہاندار اور لال کنور ایک خیمے میں تھے ۔ وہ فوراً بھاگے، جہاندار شاہ ھاتھی پر سوار ھوگیا، لال کنور پالکی میں بیٹھ گئی اور دونوں نے شہر میں دارا شکوہ کی حویلی کا رخ کر لیا (جلد اول ص ۱۸) ۔

۳ ۔ اروِن نے اس جنگ کی مفصل کیفیت لکھتے ھوئے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :

(الف) رستم دل خان، جانی خان اور میر باقی تینوں اس ھاتھی کے پیچھے لگ گئے، جس پر جہاندار سوار تھا ۔ دلیر دل خان (خواجہ عبداللہ) اس کا بھائی لطف‌اللہ خان اور رائے صورت سنگھ ملتانی اپنے آقا کو بچانے کی ھر ممکن کوشش کرتے رھے ۔ جہاندار شاہ حملہ‌آوروں کے قریب آنے سے پہلے فولادی عماری میں لیٹ گیا تھا، جس کی اونچی طرفوں نے اسے بالکل چھپا لیا تھا ۔ پھر فیلبان نے ایسے انداز میں بات کی کہ تعاقب کرنے والوں کو یقین ھوگیا، جہاندار شاہ ھاتھی چھوڑ کر کسی دوسری سواری کے ذریعے شہر پہنچ گیا ھے ۔ جب انھیں حقیقت حال کا علم ھوا، جہاندار شاہ کا ھاتھی محفوظ مقام پر پہنچ چکا تھا ۔

(ب) بہ ھرحال رستم دل خان کے حملے کے باعث جہاندار شاہ کی فوج منتشر ھو کر دستوں میں بٹ گئی ۔ ایک دستہ جو بندوقچیوں پر مشتمل تھا ایک ایسے گاؤں میں پہنچ گیا، جس کے باشندے

گھر بار چھوڑ کر نکل گئے ۔ وہ لوگ جا بجا دیواروں کے پیچھے چھپ گئے ۔

(ج) اول افرا تفری تھی۔ دوم آندھی آ گئی۔ گرد و غبار کے تاریک بادل فضا پر چھاگئے۔جہان شاہ اپنے ہراول سے بچھڑ کر دوسری طرف نکل گیا اور اس گاؤں میں پہنچ گیا، جہاں جہاندارشاہ کے بندوقچی چھپے ہوئے تھے ۔ جب انھوں نے جہان شاہ کے آدمیوں کو دیکھا تو یقین ہوگیا کہ ان کا پتا چل گیا ہے اور وہ مارے جائیں گے ۔ چنانچہ انھوں نے اس خیال سے جان کی بازی لگا دی کہ مرنا ھی ہے تو دس کو مار کر کیوں نہ مریں ۔

(د) انھوں نے گولیاں چلائیں ۔ جہان شاہ اس ناگہانی آتش بازی پر متحیر رہ گیا کیونکہ وہ تو اپنے اندازے کے مطابق اپنے ہراول کے پیچھے آ رہا تھا ۔ جہاندار شاہ کے آدمیوں کا حوصلہ بڑھا انھوں نے پھر باڑ ماری ۔

(ہ) ذوالفقار خان اپنے آقا (جہاندار شاہ) کی تلاش میں مضطر پھرتا رہا ۔ جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ جہان شاہ اپنی فوج سے الگ ہو کر ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ فلاں گاؤں میں جہاندار شاھی بندوقچیوں سے برسر پیکار ہے ۔ ذوالفقار خان فوراً موقع پر پہنچا ۔ جہاندار شاھی بندوقچیوں کے حوصلے اور بڑھ گئے ۔

(و) جہاں شاہ کے ہاتھی کے آس پاس بہت کم آدمی رہ گئے تھے۔ اسی حالت میں ایک گولی جہاں شاہ کو لگی اور وہ جان بحق ہوگیا۔

(ز) قطعاً شبہ نہیں کہ جہاں شاہ اور اس کے رفیقوں کی بہادری کے باعث جہاندار شاہ کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن قسمت کے پھیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک معمولی سا اتفاقی حادثہ جہاں شاہ کے لیے موت کا بہانہ بن گیا۔ جہاندار شاہ کے لیے تخت کا راستہ ہموار تر ہو گیا (جلد اول ص ۱۸۱—۱۸۲)۔

۴۔ شہزادہ فرخندہ اختر (بن خجستہ اختر جہاں شاہ) جسے مصنف نے ''یوسف مصر شان و شوکت و حسن و جمال،، بتایا ہے، بہادری سے لڑ رہا تھا اور والد سے ایک لمحہ پیشتر سر میں گولی لگنے سے مارا گیا (اروِن جلد اول ص ۱۳)۔

۵۔ مصنف نے رفیع الشان اور جہاندار شاہ کی جنگ کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اس کی مختصر کیفیت پیش کر دینا بھی ضروری ہے۔

جہاندار شاہ اور جہاں شاہ کی جنگ کے وقت رفیع الشان کم و بیش دو کوس کے فاصلے پر تیار کھڑا تھا اور مصنف کے بیان کے مطابق اس کا قصد غالباً یہی تھا کہ ان میں سے کوئی ایک کامیاب ہو جائے تو اس پر اچانک حملہ کر کے تخت لے لیا جائے۔ اروِن نے لکھا ہے،

نجومیوں نے اسے خوشخبری سنا رکھی تھی کہ آخر میں تخت اسی کو ملے گا۔

غروب آفتاب کو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ خبریں حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی، لیکن جتنی بھی خبریں ملیں متناقض تھیں۔ ایک تہائی رات ہو چکی تھی کہ ایک ہاتھی نظر آیا جس پر کوئی فیلبان نہ تھا۔ اسے پکڑا گیا تو ہودے سے جہان شاہ کا ایک بیٹا اور اس کی انا ملے۔ ان کی زبانی جنگ کی صحیح کیفیت معلوم ہوئی۔ رفیع الشان نے بھتیجے کی دلداری کی۔ یہ غالباً روشن اختر تھا جو سات آٹھ سال بعد محمد شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

اس کے بعد رفیع الشان نے ایک قاصد جہاندار شاہ کے پاس بھیجا کہ میں نے عہد نامے کی پوری پابندی کی ہے۔ اب بتائیے میرے باب میں آپ کا فیصلہ کیا ہے۔ وہاں سے جواب ملا کہ بادشاہ سلامت تو ایک دن اور ایک رات کی جد و جہد کے باعث تھک کر سوگئے ہیں اور انھیں جگایا نہیں جا سکتا۔ پھر وہی قاصد ذوالفقار خان کے دروازے پر پہنچا۔ وہاں سے بھی ویسا ہی جواب ملا جیسا جہاندار شاہ کے ہاں سے ملا تھا، بلکہ ایک روایت کے مطابق جہاندار شاہ کے کوکے کوکلتاش خان نے جواب دیا، معلوم ہوتا ہے کہ تم جہان شاہ کو دیکھنے آئے ہو۔ دیکھو، وہ باپ بیٹے (جہان شاہ اور فرخندہ اختر) کی لعشیں پڑی ہیں۔ رفیع (رفیع الشان) کو بتا دو کہ اگر اس نے جنگ کی تو یہی انجام اس کا ہوگا۔

رفیع الشان آدھی رات کے وقت ھاتھی سے اترا اور اپنے امیروں سے اس نے مشورہ کیا ۔ ایک نے کہا کہ ابھی رات کی تاریکی میں حملہ کر دینا چاھیے ۔ دوسروں کی رائے اس کے خلاف تھی ۔ حالات بظاھر سازگار نظر نہیں آتے تھے ۔ رفیع الشان پھر ھاتھی پر سوار ھوگیا اور طلوع سحر کا انتظار کرتا رھا ۔

۲۱ صفر ۱۱۲۴ھ/۳ مارچ ۱۷۱۲ء کو دن نکلتے ھی رفیع الشان نے حکم دے دیا کہ توپخانے کے ساتھ پیش قدمی کرتے ھوئے جنگ شروع کر دی جائے ۔ جب سورج ذرا بلند ھوا تو فتح اللہ خان مغل، جو رفیع الشان سے بہت بڑی رقم لے چکا تھا اور میمنہ پر مامور تھا، جہاندار شاہ سے جا ملا ۔ شمشیر خان قریشی (باشندہ ھانسی حصار) افضل خان اور ان کے اقربا و رفقاء فتح اللہ کے ساتھ ھو کر لڑنے والے تھے ۔ جب انھوں نے دیکھا کہ فتح اللہ خان جا چکا ھے تو اپنے آلات (اسلحہ) سنبھال کر میدان میں جم گئے ۔ شمشیر خان اور اس کے بعض اقرباء مارے گئے ۔ افضل خان اور اس کا بیٹا زخمی ھوئے ۔

رفیع الشان کی بہترین فوج غداری اختیار کر چکی تھی ۔ اب جہاندار شاہ، شاھی فوج کے زبردست خان (نبیرۂ علی مردان خان) شاکر خان اور حافظ علی خان نے قلب پر حملہ کیا، جو رفیع الشان کے زیر کمان تھا ۔ یہ فوج نئی بھرتی کی گئی تھی، مقابلے کی تاب نہ لاسکی اور میدان چھوڑ گئی ۔ جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے مردانگی سے

مقابلہ کیا ۔ نور خان افغان حرم کی حفاظت پر مامور تھا ۔ وہ حالات نازک دیکھ کر میدان میں پہنچا اور کٹ مرا ۔ انوپ سنگھ تروکہ اور اس کے گیارہ رشتے دار شہزادے کے ھاتھی کی حفاظت میں مارے گئے ۔ آخر رفیع الشان اور اس کا استاد عبداللطیف ھاتھی سے کود پڑے اور شمشیر بہ دست بہادرانہ لڑتے ہوئے جان بحق ہوئے ۔

رفیع الشان کی نعش جہاندار کے پاس پہنچائی گئی ۔ مرحوم کے تین بیٹے ساتھ تھے ۔ خواتین پالکیوں میں تھیں ۔

جہاندار شاہ کے دو بھائیوں اور ایک بھتیجے کی نعشیں تین روز تک ریت پر پڑی رہیں ۔ چوتھے روز انھیں تابوتوں میں بند کرنے کا حکم ملا ۔ شاہ عالم کے تابوت کے ساتھ انھیں بھی دھلی بھیج دیا گیا ۔

شاہ عالم، اعظم شاہ اور کام بخش کی خانہ جنگی کے بعد پانچ سال میں تیموریوں کی یہ دوسری خانہ جنگی تھی ۔ پہلی خانہ جنگی نے صرف سلطنت کی عظمت و ھیبت اور دبدبہ و سطوت میں شدید رخنے ڈالے تھے اور جابجا فتنوں نے سر اٹھا لیے تھے ۔ دوسری خانہ جنگی نے سلطنت کی بنیادیں ھلا دیں اور جہاندار شاہ جیسا ناکارہ و سنگ دل آدمی عالمگیری میراث کا حامل بنا، جو اس میراث کا دامن بھی چھونے کا اھل نہ تھا۔ ایک سال کے اندر اندر تیسری خانہ جنگی ہوئی ۔ جس میں سادات بارھہ نے سلطنت کی خاطر نہیں، صرف ذاتی اقتدار کی خاطر سب کچھ بربادی کی آگ میں جھونک دیا ۔

باب سیم

۱ - خوشحال چند مصنف نادر الزمانی نے اس موقع پر کسی ایرانی شاعر کا یہ شعر عین بر محل لکھا :

مست آنچنان خوش است که پرسد به روز حشر
من کیستم، شما چه کسانید و این چه جاست؟

۲ - مصنف نے اس دور کے صرف چند واقعات کی طرف سرسری طور پر اشارہ کر دیا ہے - تاریخ کے صفحات پر اس باب میں جو کچھ مرقوم ہے اسے پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ عالمگیر کی وفات سے صرف پانچ سال بعد تیموری سلطنت افتادگی اور واژگونی کے کیسے تاریک غار میں گر گئی تھی - اس نوع کے واقعات بکثرت پیش آئے، جن کی مثالیں دنیا کے حد درجہ پست و اخلاق باختہ گروہوں میں بھی شاید ہی مل سکیں - چونکہ جہاندار شاہ کو جو ان تمام واقعات کا ذمہ‌دار تھا، ذوالفقار خان بر سر اقتدار لایا تھا اور شاہ عالم کے تین فرزند اس سلسلے میں موت کے گھاٹ اتارے گئے تھے، حالانکہ ان میں سے ہر فرد جہاندار شاہ

سے بدرجہا بہتر تھا - اس وجہ سے ذوالفقار خان بھی ان خوفناک جرائم کی ذمہ‌داری سے بچ نہیں سکتا - چند واقعات بطور نمونہ یہاں پیش کیے جاتے ہیں :

(الف) قلیج خان بن غازی‌الدین بہادر فیروز جنگ شاہ عالم کے دور کا قابل قدر امیر تھا - خافی خان کے قول کے مطابق وہ شجاعت، کار طلبی، اصابت رائے اور اکثر کمالات انسانی میں نادرالعصر تھا (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۶۹۱) اسی نے آگے چل کر نظام‌الملک آصف جاہ کے خطابات پائے - سلطنت کو بچانے کی انتہائی کوششیں کیں - خود غرض امیروں کی کثرت اور بادشاہ کی غفلت و بے پروائی سے تنگ آ کر دکن چلا گیا اور وہاں دولت آصفیہ کی بنیاد رکھی -

شاہ عالم کے عہد میں کمینے اور فرومایہ لوگ بر سر اقتدار آ گئے تھے - اس‌لیے قلیج‌خان تمام خدمتوں سے استعفی دے کر خانہ‌نشین ہو گیا تھا - بعض حق شناس کار فرماؤں نے اسے پنج ہزاری منصب دلا کر شاہی مقربوں میں شامل کر دیا - قلیج خان علماء یا بزرگان دین سے ملنے کے لیے کبھی کبھی باہر نکلتا - ایک مرتبہ باہر سے آ رہا تھا کہ راستے میں زہرہ کنجڑی کی سواری آ گئی - خان موصوف نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ایک طرف ہو جاؤ - راستہ چھوڑ دو تا کہ یہ گزر جائے - لیکن زہرہ کے کمینے ساتھی چھیڑ چھاڑ سے باز نہ رہ سکے - زہرہ ہتنی پر

سوار تھی ۔ قریب پہنچی تو پوچھا : کس کی سواری ہے ؟ بتایا گیا کہ قلیج خان کی ۔ زہرہ نے عماری کا پردہ ہٹایا اور خود قلیج خاں سے پوچھا : اچھا، اندھے کا بیٹا تو ھی ہے ؟ (پہلے بتایا جا چکا ھے کہ غازی‌الدین خاں فیروز جنگ کی بینائی ایک وبائی طاعون میں زائل ھو گئی تھی) ۔ قلیج خاں کے کان میں یہ الفاظ پہنچے تو حکم دے دیا، زہرہ کے ساتھیوں کو خوب سزا دو ۔ اس حکم کی تعمیل میں زہرہ کو ھتنی پر سے کھینچ کر اتارا اور لاتوں اور مکوں سے خوب مارا گیا ۔ یہاں تک کہ وہ لال کنور کے پاس جا کر زمین پر لوٹنے لگی ۔

قلیج خاں نے اسی وقت پورا واقعہ ذوالفقار خاں کو جا سنایا اور گھر جا بیٹھا۔ ذوالفقار خاں نے خود پورا واقعہ بادشاہ تک پہنچایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ خانہ‌زادوں کی عزت و آبرو مشترک ھے۔ فدوی قلیج خاں بہادر کے ساتھ ہے ۔ چنانچہ زہرہ اور لال کنور کی تمام کوششوں کے باوصف جہاندار شاہ کو چپ رہنے کے سوا چارہ نظر نہ آیا ۔ (سیرالمتاخرین ص ۳۸۶) ۔

(ب) لال کنور کے ایک بھائی کو خوشحال خاں کا خطاب دیا گیا اور پنج ہزاری سہ‌ہزار سوار منصب مقرر کر کے آگرہ کی صوبہ‌داری کا فرمان صادر کر دیا گیا ۔ ذوالفقار خاں نے اس فرمان کی تعمیل میں چند روز لگا دیے ۔ لال کنور نے بادشاہ کے پاس شکایت کی ۔ ذوالفقار خاں سے بادشاہ نے تاخیر کا سبب پوچھا تو اس نے

بے تکلف جواب دیا کہ ہم خانہ‌زاد رشوت لیے بغیر ایسے فرمان پر عمل نہیں کرتے۔ بادشاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا آخر لال کنور سے کیا رشوت لوگے؟ عرض کیا ہزار طنبورۂ منقش، بادشاہ نے کہا : ہزار طنبورے لے کر کیا کروگے؟ عرض کیا: ہم خانہ‌زادوں کا کام آپ ان لوگوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ اب ہمارے لیے بھی لازم ہوگیا کہ ان کے پیشے میں کمال پیدا کریں۔ آخر جہاندار شاہ نے یہ معاملہ توقف میں ٹال دیا (منتخب‌اللباب دوم ص ۶۸۹—۶۹۰)۔

(ج) لال کنور ہی کی مہربانی سے نعمت خاں کلاونت کو ملتان کا صوبہ‌دار مقرر کر دیا گیا۔ نعمت خاں یہ‌فرمان لے کر ذوالفقار خاں کے پاس پہنچا تو اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایسے فرمان فیس لیے بغیر جاری نہیں کرتے۔ آپ نقد نہیں تو جنس کی شکل میں فیس ادا کر دیں۔ نعمت خاں نے پوچھا، کیا پیش کروں؟ ذوالفقار خاں نے کہا کہ ایک ہزار ستار۔ نعمت خاں تعریض سمجھ نہ سکا اور بھاگ دوڑ کے بعد اس نے دو سو ستار پیش کر دیے۔ ذوالفقار خاں نے کہا کہ پوری فیس لیے بغیر فرمان جاری نہیں ہوسکتا۔ نعمت خاں نے معاملہ بادشاہ تک پہنچایا۔ پھر استفسار پر ذوالفقار خاں نے ویسا ہی جواب دیا، جیسا خوشحال خاں کے سلسلے میں دیا تھا یعنی گویے اب صوبوں کی گورنری پر مامور ہو رہے ہیں، امراء کو بھی چاہیے آلات و اسلحہ میں مشق بہم پہنچانے کے بجائے گانا بجانا سیکھیں۔ ہزار

ستاراسی لیے طلب کیے گئے ہیں (اروِن جلد اول ص ۱۹۳—۱۰۴)۔

(د) شاہی محل تک مقرب امراء کے لیے پہنچ جانا ہی سب سے بڑا اعزاز تھا ۔ جہاندار شاہ کے عہد میں وہاں پست طبقے کے گوے جمع ہونے لگے ۔ وہ بادشاہ کے ساتھ بیٹھ کر عرق نوشی کرتے بدمست ہو جاتے تو ایک دوسرے کو زد و کوب کرتے اور جہاندار شاہ بھی اس ہنگامے میں برابر کا حصہ‌دار ہوتا ۔ یہ تمام ذلتیں اس خیال سے صابرانہ برداشت کر لی جاتیں کہ کہیں لال کنور خفا نہ ہو جائے ۔ ایسے حالات میں بادشاہ یا دربار کی وقعت‌وہیبت باقی رہ جانا کیونکر ممکن تھا؟ بادشاہ شکار یا تفریح کے لیے نکلتا تو کوئی امیر اس کے ساتھ نہ جاتا (اروِن جلد اول ص ۱۹۶—۱۹۷)۔

(ہ) لال کنور کی وحشت کا ایک عجیب و غریب کرشمہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہی محل سے شکارگاہ تک تمام درخت کٹوا دینے کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ جو درخت سالہا سال کی محنت سے تیار ہوئے تھے اور ان سے منظر میں حسن پیدا ہوگیا تھا۔ آنے جانے والے ان کے سایے میں آرام لیتے تھے ۔ ہزاروں پرندوں کے لیے وہ دلکشاہ سامن بنے ہوئے تھے، یکدم قطع کرا دیے گئے ۔ اسی طرح نہر فیض کے دونوں کناروں کے درخت صاف کرانے پڑے (اروِن جلد اول ص ۱۹۴)۔

(و) حکم دے دیا گیا کہ ہر مہینے میں تین مرتبہ ضرور وسیع پیمانے پر چراغاں کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تیل کا نرخ نصف سیر فی روپیہ تک پہنچ گیا۔ پھر حکم دے دیا گیا کہ تیل نہ ملے تو گھی جلایا جائے۔ غلہ بھی روپیہ کا سات آٹھ سیر بکنے لگا۔ ایک روز لال کنور نے دیکھا کہ کچھ لوگ جمنا پار سے سروں پر غلہ اٹھائے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تمہارے سر پر جو بوجھ ہے اس کے لیے کیا قیمت ادا کی ؟ عرض کیا : پانچ یا چھ روپے۔ لال کنور بولی اوھو ابھی تک غلہ اتنا سستا ہے! میں ایسا بندوبست کروں گی کہ پانچ چھ روپے میں پانچ چھ سیر غلہ ملے (ارون جلد اول ص ۱۹۲)۔

(ز) ایک روز لال کنور نے دیکھا کہ ایک کشتی دریا میں جا رہی ہے جس میں آدمی کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ بولی میں نے کبھی آدمیوں کو دریا میں ڈوبتے نہیں دیکھا۔ ادھر سے اشارہ ہوا تو ملاحوں نے کشتی ڈبو دی (ارون جلد اول ص۱۹۲)۔

(ح) لال کنور کےلیے ''امتیاز محل،، کاخطاب تجویز ہوا۔ اس کے باپ، بھائیوں بہنوئیوں وغیرہ سب کو امراء کے خطابات و مناصب مل گئے۔ علی مراد کوکہ کو خان جہان کوکلتاش خاں اور اس کے بہنوئی خواجہ حسین کو خان دوران بنا دیا گیا۔ پوشاک و جواہرات کے علاوہ دو کروڑ روپے سالانہ لال کنور کے لیے مقرر ہوئے۔ وہ باہر نکلتی تو سر پر چتر شاہی کا سایہ ہوتا۔

(ط) بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر ذوالفقار خاں نے سبھاچند کھتری کو راجا کا خطاب دے کر تمام معاملات اس کے حوالے کردیے۔ ''ماثرالامراء،، میں ہے کہ سبھا چند :

''در شرارت و بد ذاتی یکتا بود،، (جلد دوم ص ۱۰۱) ۔

وہ نہایت بد مزاج تھا ۔ ہر شخص کے ساتھ درشتی و سختی سے پیش آتا ۔ اس کی بد زبانی سے سب تنگ آگئے تھے ۔ چنانچہ فرخ سیر کے بادشاہ ہوتے ہی جن لوگوں کو سخت سزائیں دی گئیں، ان میں سبھا چند بھی تھا ۔ اس کی زبان کاٹ دی گئی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ زبان کا محض ایک حصہ کاٹا گیا تھا کیونکہ سبھا چند اس کے بعد بھی گفتگو کے قابل رہا ۔

۳ ۔ زینت‌النسا بیگم عالمگیر کی بیٹی دلرس بانو بیگم کے بطن سے، زیب‌النسابیگم،اعظم‌شاہ اور محمد اکبرکی‌حقیقی، بہن جسےشاہ‌عالم‌نے جاجئو میں کامیاب ہوتے ہی بادشاہ بیگم کا خطاب دے دیا تھا، غرۂ شعبان ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء اکتوبر کو پیدا ہوئی اور ۱۲ رجب ۱۱۳۳ھ/ مئی ۱۷۲۱ء کو وفات پائی ۔ زینت‌المساجد دریا گنج دھلی کی ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے وہ اسی بیگم نے بنوائی تھی ۔ بعد وفات اسی مسجد کے احاطے میں دفن ہوئی ۔ ۱۸۵۷ء میں انگریز سپاھی مسجد پر قابض ہوگئے انھوں نے قبر کا تعویذ اٹھوا کر ایک طرف رکھ دیا ۔ مسجد

اب بھی باقی ہے مگر اس کی پہلی شان و شوکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

شہزادی نے کبھی لال کنور کی وہ حیثیت تسلیم نہ کی جو اسے جہاندار شاہ یا دوسرے لوگوں نے دے رکھی تھی۔ ایک مرتبہ جہاندار شاہ کو کھانے پر بلا لیا۔ لیکن شہزادی لال کنور کو بلانے پر راضی نہ ہوئی۔ لہذا لال کنور نے جہاندار شاہ کو بھی دعوت میں جانے سے روک دیا، بلکہ اس نے لال کنور کے ایما پر اپنی اس بزرگ عمہ سے ملنے کے لیے جانا بھی چھوڑ دیا۔

۴۔ علی مراد نام، جہاندار شاہ کا کوکہ۔ شہزادہ ملتان کا صوبہ‌دار تھا تو علی مراد نے مزاج میں ایسا دخل حاصل کر لیا کہ تمام امور اسی کی رائے کے مطابق انجام پاتے تھے۔ بادشاہ بنتے ھی جہاندار شاہ نے علی مراد کو خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کا خطاب اور نہ هزاری نہ هزار منصب عطا کیا۔ ذوالفقار خاں جنگ تخت نشینی میں کار فرما ہونے کی وجہ سے وسیع اختیارات حاصل کر چکا تھا تاهم علی مراد اور اس کے رشتہ‌داروں نے جہاندار شاہ کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ ذوالفقار خاں موقع پاتے ھی تمھیں فرخ سیر کے حوالے کر دے گا۔ اس وجہ سے جہاندار شاہ علی مراد اور اس کے رشتہ داروں ھی کو اپنے حقیقی محافظ سمجھتا تھا۔ علی مراد کی حقیقی حیثیت خواہ کچھ ھو لیکن اس نے فرخ سیر کے خلاف جنگ آگرہ میں بڑی مردانگی دکھائی اور جان اپنے آقا پر قربان کر دی۔

اس کے بھائی محمد ماہ کو مظفر خاں کا خطاب اور منصب ملا اور اس کے بہنوئی خواجہ حسین کو پہلے اعظم خاں، پھر خان دوران کا خطاب اور ہشت ہزاری منصب، دے کر شہزادہ اعزالدین کا اتالیق بنا دیا گیا۔

۵ - جہاندار شاہ نے تخت نشینی کی جنگ میں کامیابی کے بعد مقتول بھائیوں کی فوجیں برطرف کر دیں، لیکن ممتاز سالاروں کو سزائیں دیں، ان میں رستم دل خاں، اور جانی خاں بھی تھے، جو جہان‌شاہ کے سرگرم حامی تھے - تینوں کے لیے قتل کی سزا تجویز ہوئی۔ جانی خاں کو اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ شہزادے عزالدین نے اس کی سفارش کی - اوپر بتایا جا چکا ہے کہ رستم خاں اور دوسرے احباب نے جہان شاہ کے حکم سے جہاندار کی فوج پر حملہ کیا تھا تو شہزادہ اسیر ہو گیا تھا - جب جہان شاہ کے مرنے کی خبر ملی تو رستم دل خاں نے کہا کہ بہتر یہ ہوگا، جہان شاہ کے بدلے میں شہزادہ کو قتل کر دیں، جانی خاں نے اس سے اختلاف کیا اور شہزادہ کو رہا کر دیا گیا - یوں جانی خاں کی جان بچ گئی - رستم خاں کو سخت مجرم سمجھا جاتا تھا اس لیے کہ ایک موقع پر لال کنور اس کی دسترس میں آگئی تھی اور وہ اس کے ازار بند کے موتی چھیننے ہی والا تھا کہ جہاندار شاہ کا سالار زبردست خان پہنچ گیا - یوں لال کنور بچی مخلص خاں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس نے جہان‌شاہ کا ساتھ دیا تھا۔ مغلوں میں یہ دستور نہ تھا کہ مدعی تاج و تخت

کی شکست خوردہ فوج کے کسی افسر کو قتل کریں ۔ عالمگیر اور بہادر شاہ دونوں نے خلاف لڑنے والے تمام اصحاب کو بے تکلف معاف کر دیا تھا ۔ سزائے قتل کی قبیح رسم جہاندار اور ذوالفقار خاں سے شروع ہوئی ۔ جس سے رفتہ رفتہ وہ تمام اصحاب ختم ہوگئے جو رزم و نظم کی عمدہ صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے ۔

رستم دل خاں کی جوانمردی اور موت سے بے پروائی میں آخری دم تک کوئی فرق نہ آیا ۔ ذوالفقار خاں نے اس سے پوچھا ''ہوشیاری اور دانائی کے باوجود تم نے کونسی خاک نہ پھانکی،،؟ رستم خاں نے بے توقف جواب دیا : ''تم نے اور میں نے ایک ہی طشت سے ایک ہی خاک پھانکی لیکن اتفاق سے وہ تمہارے لیے سازگار ثابت ہوئی اور مجھے راس نہ آئی،، ۔ اس کا جوڑ جوڑ الگ کیا گیا مگر وہ برابر جہاندار شاہ کی حقیقی حیثیت واضح کرتا رہا (ارون جلد اول ص ۱۸۸) ۔

اسی حالت میں جان دی ۔ عالمگیر نے ایک راٹھور راجے کو سموگڑھ میں اپنے ہودے کے رسے کاٹنے کے لیے بڑھتے دیکھا اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے مارو نہیں، زندہ گرفتار کر لو ۔ ذوالفقار خاں اور جہاندار نے رستم دل خاں جیسے بہادروں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

باب سی و سوم

۱ - یعنی شاہ عالم بہادر شاہ اور عظیم‌الشان : یہ بتا دینا چاہیے کہ فرخ سیر کو عظیم‌الشان نے والد کی زندگی ھی میں بلاوا بھیج دیا تھا کیونکہ تخت و تاج کے لیے جنگ کے امکانات نظر آ رہے تھے - ۷ صفر ۱۱۲۴ھ / ۵ مارچ ۱۷۱۲ء کو شاہ عالم کے انتقال کی خبر ملی اور فرخ سیر نے جب وہ عظیم آباد پٹنہ سے تھوڑے ھی فاصلے پر تھا، اپنے والد کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا، اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کر دیا - ۲۹ صفر ۱۱۲۴ھ/۲۷مارچ ۱۷۱۲ء کو والد کی شکست اور موت کی خبر ملی - اس وقت وہ تذبذب میں مبتلا ھو گیا - ایک روایت ہے کہ خودکشی کا فیصلہ کر لیا - دوسری روایت ہے کہ بنگال سے سمندر کے راستے باھر چلا جانے کا خواھاں تھا - آخر اس کی والدہ نے کہا کہ ''اگر طوفانی دریا میں بھی کشتی ڈال دوگے تو خدا کی مہربانی سے وہ کنارے پر جا پہنچے گی - زندگی بہر حال چند روزہ ہے - کیوں خطرہ قبول نہ کرو اور قسمت آزما نہ دیکھو'' - فرخ سیر کو والدہ ھی نے طالع آزمائی کے لیے تیار کیا اور وہ عظیم‌آباد پٹنہ پہنچا، جہاں حسین علی خان بارھہ عظیم‌الشان

کی طرف سے نائب تھا ۔ اس کا بڑا بھائی حسن علی خاں (بعد میں عبداللہ خاں قطب‌الملک) عظیم‌الشان ہی کی توجہ سے الہ‌آباد کا ناظم مقرر ہوا تھا ، جیسا کہ مصنف نے آگے چل کر خود ذکر کیا ہے ۔

باب سی و سوم

۱ ۔ دہلی سے شہزادہ اعزالدین بن جہاندار شاہ کی روانگی آگرہ کی تاریخ نہ متن میں موجود ہے ۔ اور نہ کسی دوسرے ماخذ سے مجھے مل‌سکی۔ اِرون کے بیان کے مطابق جہاندار شاہ ۲۵ ربیع‌الاول ۱۱۲۴/۲۱ اپریل ۱۷۱۲ء کو لاہور سے دہلی روانہ ہو کر ۱۸ جمادی‌الاول / ۱۲ جون ۱۷۱۲ء کو وہاں پہنچا ۔ اس نے راستے میں افواہ سنی تھی کہ فرخ سیر بنگال سے پٹنہ آگیا ہے اور تاج و تخت کے لیے جنگ پر آمادہ ہے ۔ جہاندار نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ معمولی فوجدار بھی ایسے مدعی سلطنت کو شکست دے سکتا ہے ۔ تاہم احتیاطاً اپنے بیٹے اعزالدین کو دوران سفر ہی میں آگرہ روانہ کر دیا تھا ۔ (جلد اول ص ۱۹۱) لیکن شہزادہ مدت تک آگرہ نہ پہنچا اول اسے جو کام سونپا گیا تھا اس پر وہ خوش نہ تھا۔ دوم لال کنور کو اچھا نہیں سمجھتا تھا (اِرون جلد اول ص ۲۱۳)۔ نیز اس کی فوج کے مختلف دستے تعاون کے لیے تیار نہ تھے ۔ بہ‌ہرحال

وہ پچاس ہزار سواروں کے ساتھ فرخ سیر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور ۲ شوال ۱۱۲۴ھ/۲۲ اکتوبر ۱۷۱۲ء کو کڑہ پہنچا - جہاندار شاہ نے فرخ سیر کی بے چینی کے متعلق جو خیال ظاہر کیا وہ اس وقت تک درست تھا جب تک سید برادران اس کے ساتھ نہیں ملے تھے، بعد میں تو اس کی یاوری کے لیے بہت سے لوگ تیار ہو گئے تھے اور سب اس کی کامیابی کی دعائیں مانگتے تھے - اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جہاندار شاہ نے بادشاہی وقار کا بیڑا غرق کر دیا تھا - لال کنور کے باعث گوے اور کلاونت بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر قابض ہوچکے تھے اور ذوالفقار خاں سے بھی اصلاح احوال کی کوئی امید پوری نہیں ہوئی تھی ، بلکہ اس نے بھی بالآخر مخالفوں سے انتقام لینے کو نصب العین بنا لیا - غرض دہلی سے اعزالدین کی روانگی بظاہر محل نظر ہے - یعنی اسے دہلی سے نہیں، لاہور سے دہلی جاتے ہوئے راستے سے آگرے روانہ کر دیا تھا -

باب سی و چہارم

۱ - مصنف کا بیان ہے کہ بنارس پہنچنے سے پیشتر فرخ سیر کی فوج ستر اسی ہزار ہوگئی تھی - اروِن نے لکھا ہے کہ الہ‌آباد سے روانگی کے بعد اس کی فوج کا اندازہ بعض لوگوں نے پچیس ہزار سوار اور ستر ہزار پیادے کیا ہے (جلد اول ص ۲۱۶) -

۲ - مصنف نے یہ حالات یقیناً شنید کی بناء پر لکھے ہیں اور اس کا بیان اتنا مجمل ہے کہ حقیقی کیفیت واضح نہیں ہوسکتی - نیز اس نے عنوان میں اٹاوہ کا ذکر ایسے انداز میں کیا ہے گویا یہی مقام میدان جنگ تھا، یہ صحیح نہیں - اٹاوہ آگرہ سے شاید بہتر تہتر میل ہے - کھجوہ تو اس سے بہت آگے ہے - حقیقت یہ ہے کہ اعزالدین اور خواجہ حسین خان دوران پیش قدمی کرتے ہوئے اواخر شوال ۱۱۲۴ھ/ اواخر نومبر ۱۷۱۲ء میں کھجوہ پہنچ گئے، جو یو - پی کے ضلع فتح پور کا ایک مقام ہے - دریائے گنگا اس کے شمال میں دس میل پر اور دریائے جمنا اس کے جنوب میں دس میل پر ہے - کڑہ کھجوہ سے کوئی آٹھ میل مغرب میں ہے - یہاں ۱۶۵۹ء میں عالمگیر اور شجاع کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں عالمگیر کامیاب ہوا تھا - بدین وجہ کھجوہ کو ایک با برکت مقام سمجھ کر ڈیرے ڈال دیے گئے - ارد گرد پندرہ فٹ چوڑی اور دس فٹ گہری خندق کھودی گئی جس کی مٹی اندرونی کنارے کے ساتھ ساتھ رکھ کر قد آدم پشتہ بنا لیا گیا - اس پر توپیں نصب کی گئیں - خیال یہی تھا کہ اس دفاعی حصار پر کوئی فوج حملہ نہیں کر سکے گی - یہ سب کچھ اس امر کا ثبوت تھا کہ فیصلہ کن جنگ سے احتراز کیا جا رہا ہے حالانکہ جہاندار شاہ نے یہ فوج اس غرض سے بھیجی تھی کہ فرخ سیر کو شکست دی جائے - ۲۵ شوال /۱۴ نومبر کو فرخ سیر کی فوج کے دو سالاروں عبداللہ خاں اور حسین علی خاں نے جہاندار شاہی فوج کے مقام کا معائنہ کیا

۲۶ شوال / ۱۵ نومبر سے حملوں کی ابتداء ہوئی - ۲۷-۲۸ شوال /۱۲-۱۷ نومبر کو سلسلۂ پیکار جاری رکھا گیا - ۲۹ شوال/ ۱۸ نومبر کو آخری اور فیصلہ کن حملے کا ارادہ کر لیا گیا تھا - اسی رات کو خواجہ حسین نے مشورہ کر کے بھاگنے کی ٹھانی - ''بے جنگ منہزم شدند . . . . . . کا مطلب اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے'' -

باب سی و پنجم

۱ - بلا شبہ معزالدین جہاندار شاہ کی طرح شہزادہ اعزالدین میں بھی کوئی قابل ذکر صلاحیت نہ تھی تاہم وہ تیموری گھرانے کا چشم و چراغ تھا اور اپنے اسلاف کی اس میراث سے ناواقف نہ تھا کہ تیموریوں کے لیے میدان جنگ چھوڑ کر بچ نکلنا باعث ننگ ہے چنانچہ جب خواجہ حسین نے بھاگ نکلنے کی تجویز اس کے سامنے پیش کی تو اس نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا :

''نواب، آپ میرے لیے چچا کے برابر ہیں اور مجھے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہے ہیں - یہ کتنا عجیب مشورہ ہے - میں نے تو اب تک کبھی نہیں سنا کہ تیموری گھرانے کے کسی فرد نے لڑے بغیر میدان چھوڑا ہو'' -

خواجہ حسین نے اپنی تجویز درہم برہم ہوتی دیکھی تو جعلی

خطوط تیار کیے گئے جن پر امتیاز محل (لال کنور) اور کوکلتاش کی مہریں تھی - ان میں بتایا گیا تھا کہ شاھنشاہ (جہاندار شاہ) کا انتقال ہوگیا ھے - اس بارے میں کسی کو اب تک اطلاع نہیں ہونے دی - اگر شہزادہ جلد از جلد آ جائے گا تو تخت اسے مل جائے گا - اس تدبیر سے شہزادے کو مراجعت کے لیے تیار کیا گیا - قیمتی جواھرات اور اشرفیاں ساتھ لیں - نصف شب کے بعد اعزالدین کی بیگم (بہادر بخت کی صاحبزادی) اور اس کی ملازماؤں کو ھاتھیوں پر سوار کر دیا گیا - تھوڑے سے آدمی ساتھ لیے اور قریباً ایک ھفتے میں آگرہ پہنچ گیے - سب خزانہ اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے، لوٹ کی نذر ھوا (ارون جلد اول، ص ۲۱۸—۲۱۹) -

باب سی و ششم

۱ - ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۲۴ھ / ۲۹ نومبر ۱۷۱۲ء جہاندار شاہ کے پاس اعزالدین کے فرار اور کھجوہ کی شکست کی خبر ۲ ذی‌قعدہ / ۲۲ نومبر کو پہنچی اور فوراً فیصلہ کر لیا گیا کہ آگے بڑھ کر خطرے کا مقابلہ کرنا چاھیے - مصنف نے لکھا ہے کہ پہلے اندازہ تھا مقابلہ دھلی میں ھوگا - ارون کا بیان ھے کہ اکثر کے نزدیک بہتر یہی تھا ، تغلق آباد میں فرخ سیر

کی آمد کا انتظار کیا جاتا جو دھلی سے آٹھ میل جنوب میں (یعنی آگرہ کی سمت) ہے اور جنگ وھاں ھوتی لیکن تمام پہلوؤں پر غور و فکر کے بعد آگرہ پہنچنا مناسب سمجھا گیا اور یہ فیصلہ صحیح تھا اس لیے کہ آگرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد فرخ سیر کی قوت میں بہت زیادہ اضافہ ھو جاتا اور اغلب ھے جہاندار شاہ کے پاس اتنی فوج بھی نہ رھتی جتنی آگرہ پہنچنے کے بعد اس جنگ میں تھی ۔

خانہ جنگی کے باعث افراتفری شروع ھوئی ۔ زمینداروں نے مالیہ روک لیا ۔ روپیہ پاس نہ تھا ۔ جو سنہری ظروف اکبر کے زمانے سے جمع ھوتے آرھے تھے وہ، نیز چاندی سونے کے متفرق ٹکڑے سکے ڈھالنے میں صرف ھوے ۔ آخر میں سامان کے ذخیرے کھول دیے گیے اور سپاھیوں کو نقد کے بجاے سامان دیا گیا ۔ خوشحال چند کا بیان ہے کہ میرا باپ جیون رام خان‌سامان کے دفتر میں محرر تھا ۔ وہ کہتا تھا کہ ایک ھفتے میں ساڑھے تین کروڑ کے جواھرات نکالے گئے (ارون جلد اول، ص ۲۲۰) ۔

۲ ۔ متن میں اسے کیوگھاٹ لکھا ھے ۔ حقیقتاً یہ کئوگھاٹ ہے جو آگرہ سے چند میل شمال میں ھے ۔ منتخب اللباب میں ھے کہ سید عبداللہ خاں نے جو ھراول میں تھا بعد تحقیق ایک ایسا گھاٹ دریافت کر لیا جہاں پانی آدمی کے سینے کے برابر تھا ۔ یہ گھاٹ سراے روزبہانی سے متصل تھا جو آگرہ سے چار کوس دھلی کی جانب (شمال میں) ھے (حصہ دوم ص ۷۲۰) ۔

چنانچہ اس نے ذی‌الحجہ ۱۱۲۴ھ/۲۷ دسمبر ۱۷۱۲ء کو پانسو رخصتیوں کے ساتھ دریا عبور کر لیا اور فرخ سیر کو خبر بھیج دی ۔ یہ تمام گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوے تمام رات جاگتے رہے ۔ فرخ سیر نے عید میوات‌پور میں کی ۔ وہیں قربانیاں دیں ۔ ۱۱ ذی‌الحجہ / ۲۹ دسمبر کی شب کو ھاتھی پر دریا عبور کیا ۔ ساتھ ہی فوج آگئی اگرچہ رات اندھیری تھی مگر کوئی جانی نقصان نہ ہوا ۔ سرائے روزبہانی کو جو اکبر کے مقبرے کے پاس ہے، لشکرگاہ بنایا ۔

باب سی و هفتم

۱ - مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس سے جنگ کا واضح نقشہ سامنے نہیں آتا ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مستند ماخذ کے مطابق منضبط کیفیت پیش کر دی جائے کیونکہ یہ نہایت اہم جنگ تھی ۔ جس میں ایک بادشاہ کا تخت الٹا اور دوسرے کی سلطنت و کارفرمائی کا آغاز ہوا ۔ پیش‌کار اور مختار بھی بدلے ۔ انھوں نے نئے طریقے اختیار کیے ۔ بادشاہی کے وقار پر ایک اور کاری ضرب لگی ۔ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کے اسباب کو بہت زیادہ تقویت پہنچی ۔

جہاندار شاہ کی طرف سے لڑائی کے اہتمام و انصرام کا ذمہ دار ذوالفقار خاں تھا ۔ اس نے آگرہ سے مشرق جانب اپنے لیے وہ جگہ منتخب کی، جس میں شہر کے مکان اور باغات اس کے دائیں جانب، مزروعہ کھیت، خاردار جھاڑیاں اور گہرے نالے بائیں جانب تھے ۔ اس کے عقب میں جہاندار شاہ تھا ۔ چونکہ پہلے سموگڑھ کی طرف لڑائی کا امکان نظر آتا تھا ، اس وجہ سے بھاری توپیں ادھر لے گئے اور وہ دریا کے کنارے ریت پر نصب کی گئیں ۔ پھر یکا یک لڑائی کا مقام بدل گیا تو بھاری توپیں منگوانے کا انتظام کر دیا گیا ۔ اس اثنا میں فوج کی ترتیب یوں رکھی گئی ۔

الف ہراول کے دو حصے کیے گئے ۔ ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب رکھا ۔ بائیں جانب کے ہراول کا سالار خاں جہان کوکلتاش اور دائیں جانب کا جانی خاں مقرر ہوا ۔ ان دونوں حصوں کی امداد کے لیے دس ہزار فوج مقرر کر دی گئی، جس کے کماندار راجا سبھا چند، محمد امین خاں اور عبدالصمد خاں تھے ۔ ہراول کا ایک حصہ عبداللہ خاں بارھہ کے مقابلے پر تھا اور دوسرا حصہ حسین علی خاں بارھہ کے مقابلے پر ۔ ہلکی توپیں رضا علی خاں کی سرکردگی میں قلب سے آگے بڑھا کر ہراول میں پہنچا دی گئیں ۔ بھاری توپیں لانے کا کام میر آتش کے سپرد کیا گیا ۔

فرخ سیر کی طرف خاصے نامور اور کاردان سالار موجود تھے ۔

لیکن پوری فوج کا انحصار عبداللہ خاں بارھہ اور حسین علی خاں بارھہ پر تھا اور لڑائی میں آخری کامیابی انھی کی وجہ سے ہوئی۔

خاں جہاں کوکلتاش کو تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ حسین علی خاں پر حملہ کرے، کیونکہ اسے فرخ سیر کی فوج میں روح و رواں کی حیثیت حاصل تھی۔ صبح بارش ہو گئی اور سہ پہر تک جنگ شروع نہ ہوسکی۔ مطلع صاف ہوتے ہی لڑائی چھڑ گئی۔ کوکلتاش نے حسین علی خاں کے بجائے قلب کا رخ کر لیا، جہاں فرخ سیر موجود تھا۔ غالباً اسے خیال ہوگا کہ فرخ سیر کو ختم کر دیا گیا تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ فرخ سیر کی طرف سے عبداللہ خاں نے چھبیلہ رام ناگر، خان زماں اور محمد خاں بنگش کو آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جانی خاں پر حملے کے لیے روانہ کر دیا۔ جب حسین علی خاں نے کوکلتاش کے حملے سے اندازہ کر لیا کہ بازی جہاندار شاھیوں کے ھاتھ جا رھی ہے تو وہ جوش میں آ کر کوکلتاش پر ٹوٹ پڑا۔ اس میں جہاندار شاھیوں کا پلہ بھاری دیکھ کر حسین علی خاں ھاتھی سے اتر کر شمشیر بدست پیدل لڑنے لگا اور بری طرح زخمی ہو کر گر گیا۔ میدان میں مشہور ہو گیا کہ حسین علی خاں مارا گیا۔ ادھر بھاری توپوں میں سے چالیس میدان میں پہنچ گئیں اور ان کی آتشبازی سے فرخ سیر کے فوجیوں کی حالت اور بھی نازک ہو گئی۔

عبداللہ خاں نے یہ صورت دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا کہ جان ہی دینا ہے تو غنیم کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔ اس نے اپنے بھائی کی امداد کے لیے کچھ فوج بھیجی۔ پھر تمام منتشر افراد کو اکٹھا کر کے دس بارہ ہزار کی جمعیت مرتب کی اور اور تھوڑا سا چکر کاٹ کر اس حصے کو حملے کا ہدف بنا لیا جہاں جہاندار شاہ موجود تھا۔ ادھر ذوالفقار خاں نے میدان جنگ کا معاملہ انتہائی سازگار دیکھا تو فتح کا نقارہ بجوا دیا۔ عبداللہ خاں نے ہر شے سے بے پروا ہو کر پورے زور سے حملہ کیا۔ تورانی پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ اگرچہ میدان جنگ میں آ کھڑے ہوئے ہیں، مگر ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف ہرگز نہ لڑیں گے۔ وہ پیچھے ہٹ گئے اور عبداللہ خاں کے لیے پورا راستہ صاف ہوگیا۔

اس اثنا میں ایک طرف خان جہان کوکلتاش مارا گیا، دوسری طرف جانی خاں قتل ہوگیا۔ دونوں کے آدمی منتشر ہوگئے۔ لڑائی کا پانسا یکا یک پلٹ گیا۔ عبداللہ خان کے حملے نے جہاندار شاہ کی فوج میں ابتری ڈال دی، یہاں تک کہ بادشاہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سواری کے لیے مجبور ہو گیا۔ عین اسوقت لال کنور ہاتھی لے کر پہنچ گئی اور جہاندار کو اپنے ہودے میں سوار کرا کے شہر کی جانب پلٹی۔ ساتھ ہی آس پاس کی فوج کو جہاں پناہ ملی، چلی گئی۔

ذوالفقار خاں اپنی جگہ بدستور جما رہا ۔ اگر وہ اس وقت حملہ کر دیتا تو امید تھی کہ حالات سنبھل جاتے ۔ مگر اس پر خدا جانے کیوں بے عزمی سی طاری ہوگئی ۔ ایک طرف خیال ہوا کہ فتح ہماری ہے ۔ دوسری طرف اندھیرا ہو گیا ۔ تیسرے یہ خیال رہا کہ تاریکی میں لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ۔ فرخ سیر کی باقی ماندہ فوج بچ کر نہیں نکل سکتی ۔ صبح ہوتے ہی اس کا صفایا کر دیا جائے گا ۔ چنانچہ وہ رات ہو جانے تک بھی قائم و استوار رہا ۔ جب اسے شکست کا حال بتایا گیا تو اس وقت بھی جگہ سے جنبش نہ کی ۔ البتہ جہاندار شاہ یا اس کے بیٹے اعزالدین کی تلاش میں ہر طرف آدمی بھیجے ۔ وہ چاہتا تھا کہ کوئی بھی مل جائے تو اسے نشان بنا کر جنگ از سر نو شروع کر دے، مگر کسی کا کچھ پتا نہ چل سکا ۔

ادھر فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو میدان جنگ میں برسر مقابلہ دیکھ کر پیغام بھیجا کہ اگر خود بادشاہ بننے کے آرزومند ہو تو خیر، جو چاہو سو کرو، لیکن اگر رعایا کی حیثیت میں جنگ کے لیے آئے تھے تو اب کوئی بادشاہ یا مدعی بادشاہی تو رہا نہیں ، پھر کیوں لڑنے کے خواہاں ہو؟ تمہارے لیے تیموری گھرانے کا ہر فرد یکساں ہے ۔ آخر جاجو میں اعظم‌شاہ مارا گیا تھا تو کیا تم شاہ عالم بہادر شاہ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوگئے تھے؟

یہ سن کر ذوالفقار نے شہر کا رخ کیا ۔ اسے اب بھی جہاندار شاہ اور اس کے بیٹے کی تلاش تھی ۔ نصف شب تک ان میں سے کسی کا سراغ نہ مل سکا ۔ جہاندار شاہ داڑھی منڈوا کر لال کنور کے ساتھ دھلی روانہ ہو گیا اور ذوالفقار خان نے بھی بہ طریق یلغار دھلی ھی کا رخ کیا ۔

دھلی میں ذوالفقار خاں کا والد امیرالامرا جملۃالملک اسد خاں موجود تھا ۔ جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں یکے بعد دیگرے اسی کے پاس پہنچے ۔ ذوالفقار خاں کی رائے یہ تھی کہ جہاندار شاہ کو ساتھ لے کر دکن یا پنجاب چلا جائے اور نئے سرے سے فوج بھرتی کر کے مقابلہ پر آئے ۔ مگر اسد خان چار پشتوں سے تیموریوں کا وفادار چلا آتا تھا ۔ اس نے یہ رائے ٹھکرا دی ۔ اور کہا کہ روپیہ کہاں ہے، جس سے فوج بھرتی کرو گے؟ نیز جہاندار شاہ میں بادشاھی کی قابلیت کیا ہے؟ تیموری گھرانے کا جو فرد کامیاب ھوگیا ہے، ھم اس کے خدمت گزار رھیں گے ۔

یہ فیصلہ آگے چل کر حد درجہ تباھی خیز ثابت ھوا ۔ شاہ عالم کا دور گزر چکا تھا ۔ جس نے جاجو کے میدان میں اعظم شاہ کی معیت معاف کر دی تھی اور منعم خاں خانخاناں کی کوششوں سے تمام امراء کبار کے گناھوں پر نہ محض خط عفو کھینچا گیا تھا، بلکہ ان کے عہدے اور اعزازات بھی بحال رہے تھے ۔ خود ذوالفقار خاں نے لاھور میں جہاندار شاہ کی کامیابی کے بعد مخالفوں کے قتل و اسیری اور ضبطی املاک کا نیا طریقہ جاری کیا تھا

وهی طریقه اب کامیاب گروه نے ذوالفقار خاں اور جہاندار شاہ کے تعلق میں استعمال کیا - سلطنت کی بربادی کا جو چکر شروع ہو چکا تھا، وہ رک نہ سکا بلکہ بدستور جاری رہا - یہاں تک کہ مختلف حکمران اور امراء ایک دوسرے کے نقش مٹاتے مٹاتے تمام نقوش کو حرف غلط کی طرح محو کر گئے -

باب سی و ہشتم

۱ - آخری حالات زیادہ تفصیل کے محتاج نہیں - امیرالامراء اسد خاں نے فرخ سیر کے دہلی پہنچنے پر جہاندار شاہ کو حوالے کر دیا - اس پر مختلف اصحاب کی طرف سے سخت نکتہ چینی ہوتی رہی - اروِن نے تو یہاں تک لکھ دیا :

اسد خاں اور ذوالفقار خاں پر سب سے بڑا دھبا یہ ہے کہ انہوں نے جہاندار شاہ کے سلسلے میں نہایت افسوسناک کفران نعمت کا مظاہرہ کیا - دیسی مؤرخین بھی غداری کے اس فعل کے لیے کوئی وجہ جواز پیش نہیں کرتے (جلد اول ص ۲۵۷) -

تاہم اس واقعے کو، جو یقیناً الم انگیز ہے، اسد خاں اور ذوالفقار خاں کے دامن کا دھبا قرار دینا ناقابل فہم ہے - وہ کیا کرتے؟ جو شخص تخت شاہی پر برقرار نہ رہ سکا اور میدان جنگ میں

شکست کھا کر بے دست و پا ہو گیا۔ اسے فاتح سے محفوظ رکھنے کی شکل یہی تھی کہ از سر نو جنگ شروع کر دیتے شکست خوردہ کے لیے دو ھی راستے تھے: حوالگی یا جنگ، جنگ کے لیے ذوالفقار خاں آخری دم تک تیار رھا۔ اس نے میدان اس وقت چھوڑا جب تک جہاندار یا اس کا بیٹا بے سراغ نہ ھوگئے اور ذوالفقار خاں کی جنگ شخصی و انفرادی نہ رہ گئی۔ ایسی جنگ وہ کر نہیں سکتا تھا جہاندار شاہ کو حوالے کے بغیر چارہ ھی نہ تھا، جس طرح کہ اپنی حوالگی اسے قبول کرنی پڑی۔ یہ غداری قطعاً نہ تھی۔ مجبوری و بے چارگی تھی۔ فرخ سیر سلطنت کا مالک بن چکا تھا اور وہ زور و قوت سے جہاندار پر قبضہ کر سکتا تھا۔ اب اعتراض وھی لوگ کر سکتے تھے، جن کے پیش نظر حقائق نہیں تھے، بلکہ صرف ذکاوت حس ان کے فیصلوں کا مدار تھی۔

فرخ سیر نے خضرآباد پہنچتے ھی محمد جعفر مخاطب بہ تقرب خاں کو اسد خاں کے پاس بھیج کر یقین دلایا کہ باپ (اسد خاں) یا بیٹے (ذوالفقار خاں) کو کوئی گزند نہ پہنچے گا اور اس کے لیے قرآن پر حلف اٹھا لیا۔ یہ سب کچھ نہ ھوتا جب بھی اسد خاں اور ذوالفقار خاں وھی کرتے، جو انھوں نے کیا۔ وہ ۱۵ محرم ۱۱۲۵ھ/۳۱ جنوری ۱۷۱۳ء کو خضرآباد پہنچے۔ انھیں ٹھہرا لیا گیا کہ صبح باریابی ھوگی۔ رات خیموں میں گزاری۔

۱۶ محرم ۱۱۲۵ھ/بکم فروری ۱۷۱۳ء کو پہلے اسد خاں بار یاب ہوا - کم و بیش نوے سال کی عمر تھی - فرخ سیر کے پردادا (عالمگیر) کی خدمت میں ملازمت کا آغاز ہوا اور وزارت عظمیٰ کے منصب پر پہنچا - دادا (شاہ عالم بہادر شاہ) نے منصب وکالت عطا کیا اور فرخ سیر کے چچا (جہاندارشاہ) کے عہد میں بھی یہی منصب حاصل رہا۔ وہ بہ ہر حال اعزاز کا مستحق تھا فرخ سیر نے معانقہ کیا اور عزت سے اپنے پاس بٹھایا - خلعت مع جواہرات عطا کیا - پھر ذوالفقار خاں کو اسد خاں نے ''مجرم،، کہ کر پیش کیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے - فرخ سیر نے ہاتھ کھلوا دیے اور اسے بھی خلعت مع جواہرات دیا - ساتھ ھی اسد خان کو کہا کہ میں خواجہ نظام الدین اولیا کے مزار پر جا رھا ھوں آپ تشریف لے جائیں - ''بھائی،، (ذوالفقار خاں) یہیں ٹھہرے - اسد خاں اپنے خیمے میں چلا گیا تو ذوالفقار خاں کے لیے کھانا آ گیا - خواجہ عاصم (خاں دوران صمصام الدولہ منصور جنگ) نے کہا کہ بہتر ہے پردے میں بیٹھ کر کھانا کھائیں - وھاں پہنچتے ھی یکا یک دو سو قلماق، شمشیر 'سپر سے لیس، پردے کے کے ارد گرد کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ھوگئے اور ایک انچ کی جگہ بھی خالی نہ رہی -

فرخ سیر خیمہ گاہ کے تسبیح خانے میں بیٹھا تھا - اب عباداللہ خاں کے ذریعے سے اس کے پیغامات سوالات کی شکل میں آنے لگے - پہلے پوچھا گیا کہ شہزادہ محمد کام بخش کو کیوں قید کیا گیا تھا؟

یہ واقعہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں، جو قلعہ جنجی کے محاصرے میں پیش آیا تھا ۔ ذوالفقار خاں نے جواب دیا کہ گرفتاری عالمگیر کے حکم سے عمل میں آئی تھی ۔ میں عالمگیر کا فدوی تھا ۔ اگر مجھے اپنے باپ کی گرفتاری کا حکم بھی ملتا تو بے چون و چرا اس کی تعمیل کرتا ۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جس معاملے پر عالمگیر نے اسد خاں یا ذوالفقار کو سزا نہ دی، حالانکہ شہزادہ کام بخش کی عزت کا سب سے بڑا پاسدار وہی تھا ، اس معاملے کو فرخ سیر کیونکر مستوجب سزا سمجھ سکتا تھا ؟

پھر سوال ہوا کہ تم اعظم شاہ کے سپہ سالار تھے ۔ اسے میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کیوں گئے تھے؟ ذوالفقار خاں نے جواب دیا کہ جب تک اعظم‌شاہ زندہ رہا ، میں اس کے ساتھ‌تھا جب وہ قتل ہو گیا تو مجھے جنگ جاری رکھنے کا کیا حق تھا؟

تیسرا سوال یہ کیا گیا کہ شہزادہ شہید (فرخ‌سیر کا والد عظیم‌الشان) سے تمہارا کیا جھگڑا تھا؟ ذوالفقار خاں نے عرض کیا، مجھ پر ان کی نظر عنایت نہ تھی لہذا میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا ۔ تمام امراء سلطنت نے کسی ایک شہزادے کا ساتھ ضرور دیا ۔ میں بھی ایک فریق کے ساتھ ہو گیا ۔ یہ کوئی جرم نہ تھا ۔

چوتھا سوال یہ کیا گیا کہ تم نے مخلص خاں اور رستم دل خاں (عظیم‌الشان کے فداکار رفیق) کو کیوں قتل کرایا؟ ذوالفقار خاں

نے کہا مجھے اس معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ یہ اقدامات کوکلتاش‌خاں کے مشورے اور تحریک پر عمل میں آئے ۔ آخری سوال یہ تھا کہ محمد کریم کا کیا جرم تھا کہ تم نے اسے گرفتار کیا؟ اپنے گھر لے گئے اور وھاں قتل کرا دیا ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ ھمارا بھائی تھا اور اس کے خون کا بدلہ چھوڑا نہیں جا سکتا؟

یہاں پہنچ کر ذوالفقار خاں کو یقین ھوگیا کہ موت کی سزا کا فیصلہ ھو چکا ھے ساتھ ھی اس کی گفتگو کا انداز بدل گیا ۔ اس نے کہا کہ اگر مجھے قتل کرا دینا چاھتے ھو تو جس طرح چاھو کرا دو ۔ اس قسم کے سوالات کا کیا فائدہ ھے ؟

اس پر اشارہ ھوا ۔ لاچین بیگ اور دوسرے قلماق غلام ذوالفقارخاں پرپل پڑے اسے زمین پرگرا لیا گیا ۔ ایک سپرکاتسمہ گلے میں ڈال کر گھونٹا۔ کچھ لوگ چھاتی پر چڑھ‌گئے یہاں تک کہ وہ ختم ھو گیا، لیکن موت کا یقین حاصل کرنے کے لیے کئی مرتبہ خنجر اس کے جسم میں بھونکے گئے ۔ پھر رسی اس کے پاؤں میں باندھ کر لاش دربار ھال کے باھر ڈال دی گئی ۔

ذوالفقار خاں ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں عالمگیر، داراشکوہ، شجاع اور مراد کی خالہ مہرالنسا بیگم (بنت آصف خاں شاہ جہانی) کے بطن سے پیدا ھوا ۔ دکن کی لڑائیوں میں ناموری حاصل کی ۔ ۱۶ محرم ۱۱۲۵/ یکم فروری ۱۷۱۳ء کو مقتول ھوا ۔ اٹھاون سال کی عمر پائی ۔

باپ کا نام ابراهیم اور بیٹے کا نام اسماعیل تھا ۔ خود باپ نے بیٹے کے قتل کی تاریخ کہی :

گفت ابراهیم اسماعیل را قربان نمود

جہاندار شاہ قلعے میں قید تھا۔ اسے بھی ۱۶ محرم/ یکم فروری کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ۔ فرخ سیر نے اپنے قلم سے محمد یار خاں ناظم کو خط لکھا جو آدمی قتل کے لیے بھیجے گئے تھے، وہ قید خانے میں داخل ہوئے ۔ لال کنور بھی جہاندار شاہ کے ساتھ تھی ۔ اسے کھینچ کر باہر لے گئے اور جہاندار شاہ کا گلا گھونٹا گیا، نیز ٹھوکریں مار مار کر اسے ختم کیا گیا ۔ پھر سر کاٹ کر ایک خوان میں رکھا گیا ۔ دھڑ کھلے میانے میں ڈال لیا گیا ۔ یہ لاش اسی صورت میں فرخ سیر کے پاس پہنچائی گئی ۔

۱۷ محرم/ ۲ فروری کو فرخ سیر نے خضرآباد سے قلعہ معلیٰ کا قصد کیا ۔ ایک جلوس مرتب ہوا ۔ سب سے آگے توپخانہ تھا ۔ پھر نئے شاهنشاہ کی سواری کا ہاتھی تھا ۔ جلاد نے جہاندار شاہ کا سر ایک بانس پر لٹکا لیا تھا اور وہ ایک اور ہاتھی پر سوار تھا ۔ تیسرے ہاتھی پر جہاندار شاہ کا دھڑ تھا ۔ ذوالفقار خاں کی نعش کے پاؤں میں رسا ڈال کر اسے ہاتھی کی دم سے باندھ دیا گیا تھا ۔ یہ دونوں ہاتھی فرخ سیر کی سواری سے کوئی ایک سوگز پیچھے تھے۔ بیدردی کی انتہا یہ ہے کہ اسد خاں کو حکم ملا، وہ بھی اس جلوس کو دیکھے اور وہ چار پانچ گھنٹے اکبرآبادی مسجد کے پاس کھڑا رہا ۔ فرخ سیر کو کیا معلوم تھا کہ

چند سال کے بعد سید برادران کے ھاتھوں خود اس کے ساتھ بھی اسی نوع کا سلوک ھونے والا تھا اور خود سید برادران کو بھی ایسے ھی حالات سے سابقہ پڑا ۔

از مکافات عمل غافل مشو   گندم از گندم بروید جو ز جو

پھر یہ دونوں لاشیں قلعے کے دھلی دروازے کے باھر ریت پر ڈال دی گئیں ۔ ۱۹ محرم ۱۱۲۵ھ/۴ فروری ۱۷۱۳ء کو تدفین کا حکم ملا ۔ جہاندار شاہ مقبرہ ھمایوں میں دفن ھوا، ذوالفقار خاں کو شیخ عطاءاللہ کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا ۔

۲ ۔ اب صرف اسد خاں کے انجام کا ذکر باقی رہ گیا ۔ اسے اھل و عیال کے ساتھ تن کے کپڑوں میں نکل جانے کا حکم مل گیا اور سب کو پالکیوں میں سوار کر کے اس گھر میں لے گئے، جسے خانجہان کا پیش خانہ کہتے تھے ۔ گھر بار، املاک، سامان سب کچھ ضبط ھوگیا ۔ وھی تقرب خاں، جو قرآن مجید پر حلف اٹھا کر حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا ۔ دو ھاتھیوں پر جواھرات اور ظروف و آلات مرصع لاد کر لے گیا ۔ اس وقت باسٹھ گھوڑے اسد خاں کے اصطبل میں تھے ۔ پیش خانے میں پردے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا ۔ عارضی دیواریں بنوا دی گئیں ۔ سید حسین علی خاں بارھہ کے ھاں سے رات کو کھانا بھیجا جاتا تھا ۔ ۲۵ جمادی الاخری ۱۱۲۸ھ/۵ جون ۱۷۱۶ء کو اسد خاں کا انتقال ھوا ۔

اشاریہ

الف

ب

پ

ت

ٹ

(ج)

چ

ح

خ

ن

و

ہ

ی

تصحیح

اہتمام کے باوجود غلطیاں رہ گئیں پہلے ان کی تصحیح فرما لیجے۔

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱	۲	شکستہ نویس	شکستہ نویس
۱	۳	فاتو	فاتوا
۳	۱۱	او	و
۳	۱۵	فائدۂ	فائدہ
۸	۱۱	ذانستہ	دانستہ
۹	۱	رفتارا	رفتارنہ
۹	حاشیہ	صوبہ دار	صوبہ دار
۱۰	۳	از	را
۱۰	۸	روانا	روانہ
۱۰	۱۵	نیامدا	نیامدہ
۱۲	۲	تجللی	تخلی
۱۲	۱۱	معسکو	معسکر
۱۲	۱۹	ہر کس	ہر کس کہ
۱۲	۲۰	غبط	غبطہ
۱۴	۷	بزی	بآی

صفحه	سطر	غلط	درست
۱۵	۱۰	اد	او
۱۵	۲۰	مطلب	مُطّلب
۱۶	۱	خور	خود
۱۶	۵	بنو کر	به نو کر
۱۶	۱۹	در	از
۱۹	۵	جاییکه	جای که
۲۰	۱۳	دو حد	دوحد
۲۵	۲	بسر حد	بسرحد
۲۷	۱	همرای	همراهی
۳۱	۱۶	پر خاش	پرخاش
۳۴	۱۳	پیتس	پیش
۳۶	اوپر کا حاشیه	ارادات	ارادت
۳۷	حاشیه ۷	دے	دے
۳۸	۲	آرایسیت	آرائی است
۴۰	اوپر کا حاشیه	اردات	ارادت
۴۳	۱۹	ضمنی	ضمناً
۴۶	۳	رهگر است	رهگراست
۴۹	۱۵	اوردند	آوردند
۵۰	۲۰	والاجا	والا جاه
۵۱	۱۷	شد	شده
۵۲	۲۰	تاخنه	تاخته
۵۲	۲۱	تولی	قولی
۵۹	۱۲	اندکی تر	اندکی بر
۶۱	حاشیه	۱۶۷۲ء	۱۶۸۳ء

صفحه	سطر	غلط	درست
۶۲	۱۹	با و	به او
۶۳	۱۰	جمع	هیچ
۶۳	حاشیه	اثما	انتما
۶۴	۸	دوثمی	دویمی
۶۵	۱۴	بادشاهزاها	پادشاهزادهها
۶۶	۱۳	ماامها	مالها
۶۷	۱۵	یگ	یک
۶۷	۱۶	سر	سر
۶۹	۱۱	بیثون	بیٹون
۶۹	۲۰	منتخب	(منتخب
۷۰	۱	زعیر	(؟)
۷۰	حاشیه ۳	جنگ کو	کو جنگ
۷۱	۲	سبپ	سبب
۷۱	۳	رابطی	ربطی
۷۱	۴	لیگن	لیکن
۷۲	۱۷	کلگونه کے بعد	(؟)
۷۳	آخری سطر	لہی	بھی
۸۵	۱۸	هنده	بنده
۷۶	اوپر کا حاشیه	ارادات	ارادت
۷۶	۱۶	بادشاهزادها	بادشاهزادهها
۷۷	۸	آن	اسے کاٹ دیا جائے
۷۸	۱۵، ۱۶	زادها	زادهها
۷۹	۱۷	تعه یل	تعدیل
۸۳	حاشیه	خان	جنگ
۸۳	حاشیه	بینائی	نابینائی

صفحه	سطر	غلط	درست
۸۸	۱	ابشان	ایشان
۸۸	۱۶	واقع	واقعه
۸۸	۱۸	جتجی	جنجی
۸۸	۱۸	مرتبه	مرتبه ایسے
۹۱	۱۹	هود	بود
۹۳	حاشیه، ۲	گولکنڈه	گولکنڈه
۹۹	۷	امتداد	به امتداد
۹۹	۱۱	همبن	همین
۱۰۰	۱۵	تفس	نفس
۱۰۱	۵	تاپ	تاب
۱۰۱	۹	پود	بود
۱۰۳	۶	زلد	زند
۱۰۳	حاشیه ۴	لبنا	لینا
۱۰۴	۶	بادشزادها	بادشهزادها
۱۰۵	۱۴	ردید	روبد
۱۰۷	۱۳	فی	کاٹ دیجیے
۱۰۷	حاشیه ۷	واضع	واضح
۱۰۸	۱	ملات	ملاحظه
۱۰۸	۱۶	ثلثه	ثلاثه
۱۰۹	۱۰	تربیت	به ترتیب
۱۱۰	۱۱	ثلثه	ثلاثه
۱۱۱	۱۱	اکلون	اکنون
۱۱۳	۲	ثلثه	ثلاثه
۱۱۳	۷	شروع کے آگے	(؟)
۱۱۷	۵	سبیلی	سیلی

صفحه	سطر	غلط	درست
۱۱۸	۱۹	ثلثه	ثلاثه
۱۱۸	۱۹	بقتل	بقتل
۱۲۰	۹	حونله	حواله
۱۲۳	۱	(۲)	(۱)
۱۲۳	۹	پیشروی	پیش روی
۱۲۳	۱۴	خانی	خان
۱۲۵	۳	برق_انداز	برق انداز
۱۲۹	۹	متصعب	منصب
۱۲۹	۱۴	بای	های
۱۳۰	۸	مست لا یعقل	مست ولا یعقل
۱۳۰	۱۲	بہ	به
۱۳۱	۲۱	سنای	بنای
۱۳۳	۶	ہایت	مهایت
۱۳۳	۲	خفا	خفه
۱۳۵	۹	ه	به
۱۳۵	۱۰	فتل	قتل
۱۳۶	۲	په	به
۱۳۱	۵	عبد المغفار	عبدالغفار
۱۴۳	۳	با	به
۱۴۳	۳	سیرا	سیر
۱۴۳	۴	کشد	کشد
۱۵۰	حاشیه ۲	بیشتر	بیشتر
۱۵۴	۶	چهبیله	چهبیله